وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ



شمارہ نمبر 1
جون 2016

بانو قدسیہ آپا کے زیرِ سایہ
مدیرہ اعلیٰ: رفعت خان
مدیرہ: عظمیٰ فردوس

نسلِ نو کے لیے اردو ادب کا ابھرتا سورج

ماہنامہ ادبی رسالہ

ماہنامہ قلم کی روشنی پاکستان (رجسٹرڈ)

دلچسپ و معیاری سلسلوں سے سجا گلدستہ

اُردو سے ادب تک ادب سے اُردو تک
ہر گھر کی ضرورت ہر فرد کی ضرورت

قلم کی روشنی معروف ادبی شخصیت محترمہ بانو قدسیہ آپا کے زیرِ سایہ اُردو ادب کے فروغ اور نئے لکھاریوں کے ذوق وشوق کو مدنظر رکھ کر شائع کیا۔

ای میل: qalamkiroshni@gmail.com
فیس بک: گروپ و پیج قلم کی روشنی
خط وکتابت پتہ۔ دفتر ماہنامہ قلم کی روشنی پی او بکس نمبر 1 ڈاک خانہ خانپور ضلع رحیم یار خان

زبانیں کاٹ کر رکھ دی گئیں نفرت کے خنجر سے
یہاں کانوں میں اب الفاظ کے رس کون گھولے گا

ترجمہ: قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں

ہمارے عہد کے بچوں کو انگلش سے محبت ہے
ہمیں یہ غم ہے مستقبل میں اردو کون بولے گا: انتخاب

جلد نمبر ا

شمارہ نمبر 1

جون 2016

ماہنامہ قلم کی روشنی

رجسٹرڈ

نئے قلمکاروں کی پہچان،
قومی زبان اردو میں
شائع ہونے والا
واحد ماہنامہ رسالہ

نوٹ

قلم کی روشنی کی اشاعت نئے قلمکاروں کی حوصلہ افزائی اصلاح اور آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کرنے کی غرض سے کی جارہی ہے۔ ہم کوشش کرتے رہیں گے کہ ہماری مکمل توجہ نئے قلم کاروں کی اصلاح وحوصلہ افزائی کی طرف مرکوز رہے، کہیں کمی بیشی رہ جائے تو آپ قارئین سے التماس ہے کہ نئے قلمکاروں کی اردو لغات اور سوچ کی تصحیح واصلاح کرنے میں ہمارا ساتھ دیتے رہیے گا، ہم آپ کے ممنون رہیں گے۔ ان شاءاللہ یہی قلمکار روشن مستقبل اور خوشحال پاکستان کی ضمانت بنیں گے۔ جزاک اللہ خیر

یہ اہم بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ ماہنامہ قلم کی روشنی کسی بھی ادارہ کے ساتھ منسلک نہیں ماہنامہ قلم کی روشنی میں سب فی سبیل اللہ اردو ادب کے فروغ کے لیے کام کر رہے ہیں خالص نیت کیساتھ آپ کا لکھنا جہاد بالقلم ہے اس کے لیے معاوضہ طلب نہیں کیا جاتا۔ البتہ مقابلہ جات میں انعامات یا اعزازیہ مل جائے تو قبول کرلینے میں حرج نہیں۔ تحاریر شائع ہونے پہ کوئی لین دین نہ ہوگی۔

رسالہ کی بہترین کامیابی پر ماہنامہ قلم کی روشنی کی جانب سے سالانہ ایوارڈز تقریب تقسیم انعامات کو ترجیح دی جائے گی اور ماہنامہ قلم کی روشنی سے بہترین لکھاری کا انتخاب کیا جائے گا اور اُسے ایوارڈ کے علاوہ معیاری تحاریر کی بنیاد پر بامعاوضہ ماہنامہ قلم کی روشنی کے لیے مستقل لکھاری بھی چنا جاسکتا ہے ان شاءاللہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ماہنامہ قلم کی روشنی کے تمام اراکین و ممبران کو باہمی اتحاد و یگانگت اور ذمہ داران کو اخلاص کی دولت سے مالامال فرمائے نیک مقاصد کے حصول کے لیے دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین

قیمت فی شمارہ پاکستان	سالانہ تعاون	سعودی عرب		امریکی/برطانوی
100 روپے	1200 و ڈاک خرچ	10 ریال	سالانہ 120	10 ڈالر/پاؤنڈ سالانہ 120

خط و کتابت
دفتر ماہنامہ قلم کی روشنی پی او بکس نمبر ا خانپور ضلع رحیم یار خان

اوقات کار: ۴ بجے تا ۶ بجے شام

وزٹ کیجیے www.facebook.com/177441165934706

رابطہ نمبر 0685573392 03134187021

مطبع ساہیوال پرنٹنگ پریس 407، سٹیڈیم روڈ ساہیوال
0306-2808433, 0312-4228333

فہرست

نوٹ: ادارے کی پالیسی کے تحت رسالہ کے اپنے تخلیقی سلسلے اور تحاریر کاپی کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہے
انٹرنیشنل اسٹینڈرڈ بک نمبرنگ نیشنل لائبریری آف پاکستان سے منظور شدہ ادبی رسالہ "قلم کی روشنی"
978-969-9783-20-5

قلم کی روشنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِداریہ

عزیز دوستو! السلام علیکم

" قلم کی روشنی " لے کر آپ سب کی خدمت میں حاضر ہیں۔ اُمید کرتے ہیں آپ سب ہماری اس کاوش پر ضرور خوش ہوں گے۔ ہم جانتے ہیں آپ سب قومی زبان اور اُردو ادب میں دل چسپی رکھتے ہیں، اس کا اندازہ ہمیں اردو ادبی پیج و گروپ " قلم کی روشنی " میں آپ کی شمولیت سے ہوتا رہتا ہے۔ الحمدللہ! " قلم کی روشنی " کا اجراء آپ کے اسی ذوق وشوق کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کیا گیا ہے۔ ہم آپ کے لیے ہر ممکن آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے، ان شاءاللہ۔ تو آپ قلم اور کاغذ اٹھایئے اور اپنے پسندیدہ سلسلہ کا انتخاب کر کے لکھ ڈالیئے ایک عدد تحریر اور ہمیں بھیج دیجیے بذریعہ ڈاک یا بذریعہ ای میل، ہم اسے شائع کر کے دیں گے آپ کے خواب کو تعبیر۔

" قلم کی روشنی " اردو ادب سے لگاؤ رکھنے والوں کے لیے ایک بہت بڑی نوید ثابت ہوگا، لکھنے لکھانے کے اس معتبر سفر میں ہم آپ سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ اُمید ہے آپ سب ہمارا ساتھ نبھائیں گے, پھر وہ دن دور نہیں ہوگا جب آپ بھی ایک دن دوسروں کو اسی سفر میں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیں گے۔ دنیا مکافاتِ عمل ہے، اگر ہم دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کریں گے تو آسانیاں ہمارا بھی مقدر ہوں گی۔ اگر ہم ادب کو ادب سمجھیں گے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کریں گے تو مستقبل میں چھوٹے ہمارا ادب کریں گے۔ پہلے وقتوں میں ادباء، شعراء حضرات ایک دوسرے کا ساتھ دیا کرتے تھے، باہمی مشوروں سے لکھا کرتے تھے اور اپنی تحاریر دکھا کر ایک دوسرے سے داد و تحسین وصول کیا کرتے تھے اور داد دینے والے بھی کھل کر تعریف میں خوب لفظوں کی لڑیاں بنا کر لکھنے والے کو تعریفی مالا پہنایا کرتے تھے۔ ہمیں وہ وقت دوبارہ دیکھنے کی حسرت ہے، سو ہم نے سوچا حسرت کو حسرت ہی کیوں رہنے دیں؟ کیوں نہ ہم خود وہ سہانا وقت بن جائیں۔ وقت بے شک لوٹ کر نہیں آتا مگر تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے۔ آیئے ہم اردو ادب کی اسی پرانی اور روشن ڈگر پر اپنے عظیم ادباء کے سائے سائے چلتے ہیں جو ہمارے اردو ادب کی بنیاد ہیں، اگر قدم کہیں ڈگمگا جائیں تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کا سہارا بنیں گے اور ان شاءاللہ گرتے پڑتے اپنی منزل ضرور پا لیں گے، کیونکہ اگر اللہ پر توکل ہو اور بنیاد بھی پختہ ہو تو عمارت کو کسی طوفان کا ڈر نہیں ہوتا۔

معزز قارئین! جیسا کہ اس وقت ہمارا نو مولود میگزین " قلم کی روشنی " آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا ہوا ہے، اس کی خوش بختی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ماشاءاللہ اسے گھٹی (گڑتی) اردو ادب کے آسمان کے چمکتے ستارے، مشہور و معروف اور ہر دلعزیز شخصیت محترمہ بانو قدسیہ صاحبہ نے دی ہے۔ اس کی پیدائش اردو ادب کی اس دنیا کے آسمان پہ ہوئی جہاں بہتر سے بہترین رسالے پوری آب و تاب سے چمک رہے ہیں۔ ہمارا رسالہ ان چمکتے ستاروں میں اپنا الگ اور منفرد انداز لئے روشن ہو کر اپنی مثال آپ ہوگا، اِن شاءاللہ کیونکہ یہی ہماری کوشش ہے۔

ہمارے اغراض و مقاصد نئے لکھنے والوں کو لکھنے کے میدان میں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کرنا، اردو ادب کی مختلف اصناف میں لکھنے کے اصول وضوابط اور طریقہ کار سکھانا، ان کی تحریروں کی اصلاح کرنا، قلم کا صدقہ اتارنا یعنی جو علم اس قلم کے ذریعے حاصل کیا اسے بغیر کسی لالچ وطمع کے دوسروں تک پہنچانا، نئے قلمکار شب و روز اپنے مغز مخمل پہ سوچ کی سوئی سے دم سادھے لفظوں کے رنگین دھاگوں سے دلکش خاموش تحریریں کاڑھتے ہیں اور پھر لاشعور کے ٹرنک میں دفن کر دیتے ہیں ان کی اس کڑھائی اور کشیدہ کاری کو منظر عام پر لانا، لکھنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور مستقل مواقع فراہم کرنا ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے ان نیک ارادوں میں کامیاب و کامران کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔ ہم محبِّ وطن ہیں اس لئے ہمیں اردو سے عشق ہے۔ اردو ہمارا جنون ہے، ہماری پہچان ہے، سو اردو کی ترویج وترقی میں ہمارا ساتھ دیں۔

شکریہ۔ دعاگو۔۔

آپ کی مخلص آپی

حمد باری تعالیٰ

سباس گل۔ رحیم یار خان

رنگ خوشبو، صبا اور ہوا روشنی
میرے اللہ کی ہے ہر عطا روشنی
جس نے مجھ کو بلندی کے رستے دیئے
وہی میرے لیے رہنما روشنی
میری مٹی کو جس نے کندن کیا
وہ میرا مہرباں، وہ سدا روشنی
ہر مشکل کو آسان اس نے کیا
یاحکیمُ کا ورد تھا کہ تھا روشنی
تیرگی میں بھی اس نے اُجالا کیا
وہ میرے لیے بن گیا روشنی
شکر کرنے کی توفیق عطا ہو مجھے
مجھ کو شب میں بھی مالک دکھا روشنی
یہ تیرا فضل ہے کہ میں ہوں نامور
اپنی رحمت سے گل کی بڑھا روشنی

☆☆☆

نعت

انجینئر عبدالرزاق اویسی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ان سے بڑھ کے کون ہوگا پیکرِ جود و سخا
ان سے بڑھ کے کون ہوگا پیکرِ جود و سخا
جو ہیں ختم المرسلیں اور حاملِ صدق و صفا
جو یتیموں کے ہیں والی، بے کسوں کا آسرا
جو ہوئے ہیں نہ کبھی اپنے غلاموں سے خفا
ان کی شیریں گفتگو تھی خُلق تھا جس میں بھرا
جو بھی اُن کا ہوگیا وہ پا گیا فکرِ رسا
رب ہی جانے اُن کی ہستی اور اُن کا مرتبہ
ایک مُشتِ خاک سے ہو کیسے اِس کا حق ادا
آپ کو ختمِ نبوت کا شرف رب نے دیا
نہ کوئی آئے گا ایسا، نہ کوئی ایسا ہوا

☆☆☆

خواب آپ کے، تعبیر ہماری

انچارج محمد نعمان حیدری

کیا خواب حقیقت ہوتے ہیں۔؟
ان کی حقیقت کیا ہے اور یہ کیوں آتے ہیں۔؟
کون سے خواب سچے اور کون سے جھوٹے ہوتے ہیں۔؟
اور یہ انسانی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔؟
اکثر لوگ اس کشمکش میں مبتلا ہیں مگر ان کو کوئی درست تعبیر بتانے والا نہیں ملتا۔

آیئے پہلے خوابوں کی حقیقت کو جانتے ہیں!
تو آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ خواب نبوتؐ کا چالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔
اوران کی حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعتاً انسان کی زندگی پر براہ راست اثر کرتے ہیں۔
سچے خواب ہمیشہ وہ ہوتے ہیں جو رات کے تیسرے پہر میں آتے ہیں۔
خواب میں حضور پاک ﷺ، حضرات انبیاؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیا دینؒ کی زیارت یہ حقیقت میں سچے خواب ہوتے ہیں۔

جھوٹے خواب کیا ہیں کہ شیطان مرد کے خواب میں عورت بن کر آنا، ایسا خواب جو مرد یا عورت پر غسل واجب کردے تو یہ خواب بھی جھوٹا ہوتا ہے، دن کو آنے والے خواب بھی اکثر سچے نہیں ہوتے۔ اور رات کے ابتدائی دو پہروں میں آنے والے خواب بھی تعبیر سے خالی ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو حکما کہتے ہیں کہ رات کا کھانا سونے سے کم ازکم چار گھنٹے پہلے کھالینا چاہیے۔ کھانا چونکہ ہضم نہیں ہوتا اور ہم جلدی سو جاتے ہیں تو اس طرح دن میں جو تصویریں دیکھتے ہیں وہی رات کو دماغ کی اسکرین پر گھومنا شروع جاتی ہیں تو ہم ان خوابوں کی وجہ سے پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خوابوں کی تعبیر کے سلسلہ میں تعبیر بتانے والے کا معتبر ہونا ضروری ہے۔

اس سلسلے کا با قاعدہ آغاز کرتے ہیں:

خواب: میں نے یہ دیکھا ہے کہ ہم اپنے پرانے گھر میں ہیں میں اور میری بھابھی اوپر سیڑھیاں چڑھتی ہیں چھت پر چلی جاتی ہیں اور پھر کچھ شیاطین (جنات) آتے ہیں اور مجھے بار بار تنگ کرتے ہیں تو میں اس دن سے بہت پریشانی کا شکار ہوں مہربانی فرما کر مجھے اس کی تعبیر بتا دیجئے۔ (نورین خان۔ رحیم یار خان)

جواب: آپ اپنے رب سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کریں اور یہ آپ کے دشمن ہیں جو آپ کو تنگ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی بڑا کام لینا چاہ رہے ہیں اپنے آپ کو عاجز کردیں۔

☆☆☆

سوال میں نے دیکھا ہے کہ ہماری چھت پر ہمارا لش بند ہو گیا ہے، ہماری چھت پر پاخانہ پھیلا ہوا ہے اور وہاں قرآن شریف کی آیات والے بڑے بڑے صفحے پھٹے پڑے ہیں۔ میں دیسی گھی سے تیار شدہ روٹی کا لقمہ کھانے سے پہلے کہتی ہوں کہ پہلے قرآن شریف والے تختے نکال لوں پھر کھانا کھاؤں گی۔ میں وہ تختے نکال کر سائیڈ پر لگا دیتی ہوں، اسی اثنا میں میری آنکھ کھل جاتی ہے (شاہانہ عبید۔ فیصل آباد)

جواب محترمہ آپ پریشان مت ہوں بلکہ آپ مبارک باد کی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کی طرف آنے کی خوش خبری دی ہے بس دین کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور آپنے آپ کو شرک و بدعات سے دور رکھیں۔ آپ کو اللہ پاک استقامت عطا کریں اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

☆☆☆

اگر آپ بھی خواب کی تعبیر پوچھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنا خواب ای میل کریں

qalamkiroshni@gmail.com

یا ڈاک کے پتہ پہ خط ارسال کریں، ان شاء اللہ آپ کو درست تعبیر بتا ئیں گے۔ اور اپنے خوابوں کی درست تعبیر قلم کی روشنی کے آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆

آپ کے مسائل کا حل

قرآن وسنت کی روشنی میں

انچارج مفتی تنویر الحسن احرار

سوال: خاندان کے کن کن افراد سے لڑکی ذات کو پردہ کرنا چاہیے؟ اور پردہ کم ازکم کتنی عمر میں فرض ہوجاتا ہے؟ بنت اسلام کراچی

جواب: خالو، خالہ زاد، پھوپھا، پھوپھی زاد، چچازاد، ماموں زاد، بہنوئی سمیت تمام غیرمحرموں سے پردہ فرض ہے۔ آج کل 12 سال کی بچی پر پردہ فرض ہوجاتا ہے۔

سوال: کیا دوا میں بوقت ضرورت شراب ملانا جائز ہے؟ ام عائشہ ابان۔ اٹک

ج: شراب کلی طور پر حرام ہے جہاں دوائی میں اسکے بغیر چارہ نہ ہو یا ایسا مرض ہو جو اسکے بغیر درست نا ہو سکتا ہو تو حسب ضرورت شراب کا استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت جائز ہے؟ سندس شاہ اسلام آباد

ج: زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت سمیت کوئی سجدہ جائز نہیں۔

سوال: قسم کا کفارہ کیا ہوگا۔؟ عائشہ خان۔ اٹک

ج: قسم کا کفارہ دو طرح ہے۔

(1) جس نے قسم اٹھائی اس پر مالی کفارہ، دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک مسکین کو دس دن کھلانا۔

(2) اگر بندے پہ صدقہ فطر واجب نہیں تو اس صورت میں لگا تار تین روزے رکھے۔

محترم قارئین آپ بھی کسی مسئلے کا صحیح حل چاہتے ہیں تو جلد از جلد ہمیں ای میل کریں یا خط ارسال کریں ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آپ کے مسئلے کا حل موجود ہوگا۔ ☆☆☆

"قلم کی روشنی" کا تعارفی سلسلہ

معروف ادبی شخصیت

بانو قدسیہ

سب کی پیاری آپا

انچارج فاطمہ حسینی

بانو قدسیہ صاحبہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، بانو قدسیہ جنہیں ہم سب پیار سے بانو آپا کہتے ہیں، بانو آپا یوں تو سب کے لیے جانی پہچانی ہیں مگر آیئے آج اس جانی پہچانی، ہردل عزیز، پروقار اور شفیق شخصیت کے بارے میں اور کچھ بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بانو قدسیہ پاکستان کی مشہور ادیبہ ہیں۔ انہوں نے اردو اور پنجابی میں پاکستان ٹیلی وژن کے لیے متعدد ڈرامے لکھے ہیں۔ ان کا سب سے مشہور ناول راجہ گدھ ہے۔ اور ان کے ایک ڈرامے ''آدھی بات'' کو کلاسک کا درجہ حاصل ہے۔

ان کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے ہے۔ ان کے والد زراعت میں بیچلر کی ڈگری رکھتے تھے۔ ان کا انتقال بانو آپا کی چھوٹی عمر میں ہی ہو گیا تھا۔ تقسیم پاکستان کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ لاہور آ گئیں۔ لاہور آنے سے قبل وہ انڈیا ہماچل پردیش کی دھرم شالہ میں زیر تعلیم تھیں۔ ان کی والدہ بھی تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ بانو آپا کی شادی مشہور و معروف ادبی شخصیت اشفاق احمد صاحب سے ہوئی۔ بانو آپا اپنے کالج میگزین اور دوسرے رسائل کے لیے بھی لکھتی رہی ہیں۔ انہوں نے لاہور کے کنیئرڈ کالج فور ویمن سے ریاضیات اور اقتصادیات میں گریجویشن کیا۔ ان کی تصانیف آتش زیر پا، آدھی بات، ایک دن، امر بیل، آسے پاسے، بازگشت، چمن، چھوٹا شہر بڑے لوگ، دست بستہ، دوسرا دروازہ، دوسرا قدم، فٹ پاتھ کی گھاس، حاصل گھاٹ، ہوا کے نام، ہجرتوں کے درمیان، کچھ اور نہیں، لگن اپنی اپنی، مرد ابریشم، موم کی گلیاں، ناقابل ذکر، پیا نام کا دیا، پروا، پروا اور ایک دن، راجہ گدھ، سامان وجو، شہر بے مثال، شہر لازوال، آباد ویرانے، سدھران، سورج مکھی، تماثیل اور توجہ کی



طالب شامل ہیں۔

بانو آپا کا دور اردو ادب کا سب سے زریں دور کہا جا سکتا ہے ادیب بال سفید ہونے سے بوڑھا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اپنی زندگی کے عروج کے ماہ و سال کے ساتھ پہنچتا ہے اور ان معنوں میں وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا اس لیے اس کا دل، اس کی سوچ اور اس کا قلم کبھی بوڑھا نہیں ہو پاتا اپنے زمانے کے تقاضوں اور مسائل کے احساس اور ادراک لے کر ماہ و سال گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا ذہنی وجود افق پر سورج بن کر طلوع ہوتا ہے۔ بانو آپا کی ذات وہ سورج ہے جو کبھی غروب نہیں ہوگا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کے اگر ایک وضع دار رائٹر کسی اسکول میں استانی ہوتی تو اردو افسانہ نگاری آج کس مقام پر ہوتی؟ بانو آپا نے اردو افسانے کو ایک نیا رنگ دیا ہے ان کی کہانیوں میں حقیقت نگاری کا خارزار ہے جس کو طے کرنے میں پاؤں لہولہان ہو جاتے ہیں۔ ان کی نسل کے ادیبوں نے کانٹوں بھرا سفر طے کیا ہے۔ بانو آپا کی تحریریں پھول کی مانند ہیں جن کی خوشبو سے اردو ادب کا باغ مہکتا رہے گا۔ اللہ تعالی بانو آپا کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔ ☆

ماہ رمضان آ رہا ہے

از بقلم: انیقہ اظہر

مبارک ہو سب کو ماہ رمضان آ رہا ہے
ہم سب کے لیے رحمتوں کی نوید لا رہا ہے

اتریں گے آسماں سے فرشتوں کے لشکر
بچھیں گی صفیں نمازیوں کی سر بسر

برسائے گا وہ نور کی بارش ہر طرف
وہ خدا کا خاص مہمان آ رہا ہے

بخشش کے کھول دے گا دروازے مخلوق پر
کر دے گا قید شیطاں کو زنجیروں میں جکڑ کر

اک روزے پہ دے گا ڈھیروں اجر
رحمتوں کا وہ فیضان آ رہا ہے

سمیٹ لو سب اسکی رحمتوں کو بڑھ کر
بخشش کا کر لو ساماں عبادت کر کے

آئے گا یہ توشہ تمہارے کام مر کر
بخشش کا مہینہ رمضان آ رہا ہے

مبارک ہو سب کو ماہ رمضان آ رہا ہے
ہم سب کے لیے رحمتوں کی نوید لا رہا ہے

☆☆☆

ماہر علم الاعداد، روحانی علاج، نیچروپیتھ اور کروموپیتھ

غلام عباس گل

گفتگو

دنیا کی ابتدا سے انسان کا مختلف انواع واقسام کے مسائل اور بیماریوں سے ساتھ رہا ہے۔ مسائل اور بیماریاں ہر شخص کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہر بیماری کا حل مختلف طریقہ علاج جیسے ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک، طب نبوی ﷺ اور جادو کے توڑ میں رکھا ہے۔
آج ہمارے ساتھ ایک ایسی شخصیت موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علم سے نوازا ہے۔ وہ رنگ وروشنی سے مختلف بیماریوں کا علاج کرتے ہیں یہی نہیں وہ ماہر علم الاعداد بھی ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے پہلی بار انسانی مزاج اور بیماری کے حوالے سے تشخیص کو رواج دیا ہے۔ نیچروپیتھ ہیں اور قدرتی طریقہ علاج سے بھی مرض کا علاج کرتے ہیں۔ عرصہ دراز سے مختلف اخبارات، رسائل اور جرائد میں کالم نگاری کر رہے ہیں۔ آپ کے مسائل اور انکا حل خاص شہرت کا حامل ہے۔ ریڈیو ٹی وی پر بہت سے پروگرام کر چکے ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول ہیں۔ کراچی لاہور اسلام آباد میں ان کے ہیلنگ سینٹرز ہیں۔ غلام عباس گل ماہر علم الاعداد ماہر روحانی علاج نیچروپیتھ اور کروموپیتھ ہیں۔
گل صاحب! ہم آپ کے بہت ممنون ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا۔ یہ ہمارے لیے باعث فخر ہے کہ آپ کی تجاویز قارئین قلم کی روشنی کے مسائل کے حل کے لیے ہمارے ماہنامہ کی زینت بنیں گی۔ پہلے ان سے ہونے والی گفتگو کے اہم مندرجات ملاحظہ فرمائیں۔

قلم کی روشنی: گل صاحب! پہلے تو آپ اپنی تعلیم و تربیت اور اتنے متنوع علوم پر دسترس کے بارے میں کچھ بتائیں؟

غلام عباس گل: سب سے پہلے میں ماہنامہ قلم کی روشنی،، کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے گفتگو کا موقع دیا۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے، میرا تعلق ضلع خوشاب سے ہے۔ میرے والد صاحب آرمی میں تھے تو اسی وجہ سے مختلف شہروں میں تعلیمی سلسلہ چلتا رہا۔ میں ایک روحانی سلسلے سے وابستہ ہوا اور مختلف علوم پر دسترس حاصل کی۔ سلسلہ عظیمیہ کے علاوہ قادریہ اور نقشبندیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔
اس فیض کی بدولت اللہ کی مخلوق کی خدمت کا موقع ملا۔ سلسلہ قادریہ کے ایک صوفی عبدالحمید کی خدمت میں تقریباً کئی سال زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے بھی مختلف علوم حاصل کیے۔

قلم کی روشنی: رنگ وروشنی سے علاج کی بنیاد کیا ہے اور یہ کتنا مفید ہے؟

غلام عباس گل: یہ ایک قدرتی طریقہ علاج ہے جو قرآن میں بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو مختلف رنگوں سے مزین کیا اور ہر رنگ ایک اہمیت کا حامل ہے۔ ہر رنگ کسی جسم کے لئے اتنا ہی اہم اور مفید ہے جیسا کہ زندگی کے لیے سانس کی



اہمیت ہے۔ اب دنیا میں اس طریقہ علاج کو ترقی حاصل ہو رہی ہے مگر اس پر بہت کام کرنا ابھی باقی ہے۔ رنگ اور روشنی طریقہ علاج انتہائی بے ضرر اور مفید طریقہ علاج ہے جسکے نتائج فوری طور پر سامنے آتے ہیں۔ اسکی بنیاد پانی اور سورج کی روشنی ہے۔ پانی میں تمام رنگ موجود ہیں سورج کی روشنی سے ان رنگوں کی طاقت بڑھا کر اور جسم میں اس کی کمی کو پورا کیا ہے اور مرض کا کامیاب علاج ہو جاتا ہے۔ رنگ و روشنی سے علاج کرنے والے کو کروموپیتھ کہتے ہیں۔ کروموپیتھ تمام رنگوں کی افادیت کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ رنگ و روشنی سے مختلف بیماریوں کا علاج کامیاب تجربات سے کیا گیا ہے، جیسے جوڑوں کا درد، دمہ، ٹی بی، جسمانی کمزوری، زنانہ اور مردانہ امراض، حتیٰ کہ اس سے جادو کے سحر کا علاج کیا گیا

قلم کی روشنی: یہ علم الاعداد کیا ہے اور اس کے ذریعے مستقبل یا ماضی میں جھانکنا

کتنا اور کیوں کر ممکن ہے؟

جواب: اللہ تعالی نے کائنات میں ایسی کوئی چیز تخلیق نہیں کی جو بے نام ہو۔ ہر چیز کا ایک نام ہے اور ہر نام کا ایک عدد ہے۔ ہر عدد اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا میں علم الاعداد کو صحیح طریقے سے نہ تو جانا گیا نہ ہی اسے اہمیت دی گئی ہے۔ علم الاعداد کو زائچے، کنڈلی اور حالات و واقعات کی معلومات کے لیے استعمال کیا گیا۔ جبکہ اس علم میں دنیا کے تمام علوم موجود ہیں یعنی: ریاضیات کا علم، موسمیات، جہاز رانی کا نظام، حتی کہ سیاروں، ستاروں کا نظام بھی اسی کی مرہون منت ہے۔ آج ہم نے اسکی تاریخ کو تبدیل کر کے لوگوں کے نام اور اعداد ان کے رنگ کو سامنے رکھ کر ان کے مرض کا علاج کیا ہے۔ علم الاعداد کے ذریعے حال، ماضی اور مستقبل میں جھانکنا کوئی بڑی اور اہم بات نہیں ہے، کیوں کہ جب الاعداد اپنی ترتیب بناتے ہیں تو ایک کھلی کتاب کی طرح سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہر انسان ماضی کی غلطیوں سے کچھ نہیں سیکھتا، حال میں وہ کچھ کوشش نہیں کرتا اور مختصر یہ کہ وہ صرف مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علم الاعداد سے بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں اور انسان کو اپنے یقین اور ہمت سے اپنے ہدف کو حاصل کرنا چاہیے۔

قلم کی روشنی: (آپ پیشنگوئی بھی کرتے ہیں اور کافی پیشنگوئیاں درست بھی ثابت ہوئی ہیں۔ آپ موجودہ حکومت اور چیف آف آرمی اسٹاف کے بارے میں کیا پیشنگوئی کرتے ہیں۔؟

جواب: دیکھیے میں نے اپریل میں ایک ٹی وی چینل پر کہا کہ یہ سال وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے لیے بھاری رہے گا اور دھرنے کی صورت میں ان پر بھاری ثابت ہوا اور الحمدللہ یہ پیشنگوئی درست ثابت ہوئی یہاں تک کہ ہمارے آرمی چیف جنرل راحیل شریف کا تعلق ہے اللہ ان کو صحت وتندرستی دے انہیں اپنی ذمے داریاں بخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔) آمین (میرے حساب سے جنرل راحیل شریف قائداعظم کے بعد پاکستان کے لیے ایک نعمت کی صورت عطا ہوئے ہیں۔ اور وہ بہت دیر تک پاکستانی فوج کے سپہ سالار رہیں گے۔ جنرل راحیل شریف اگلے سال پاکستان کے لیے وہ کام کریں گے جو کوئی لیڈر یا سپہ سالار نہیں کر سکتا۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اپنی حکومت پورے پانچ سال کریں گے اور اس دور میں وہ کافی حد تک ملکی مسائل پر قابو پالیں گے۔ وزیراعظم نواز شریف اگلے الیکشن میں بھی اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہونگے انشااللہ۔

قلم کی روشنی: نیچروپیتھی اور کروموپیتھی کے بارے میں بھی ہمیں کچھ بتائیں؟

جواب: نیچروپیتھی یہ طریقہ علاج نیچر یعنی قدرت سے متعلق ہے اور جیسا کہ دودھ، لہسن، ادرک اور دیگر قدرتی غذائیں جیسے پانی یا پھل وغیرہ سے علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں تک کروموپیتھی کے بارے میں آپ کا سوال ہے: رنگ و روشنی کے علاج کو کروموپیتھی کہتے ہیں۔ **قلم کی روشنی: آپ روحانی طریقہ علاج سے بھی لوگوں کے گھمبیر مسائل حل کرتے ہیں روحانی طریقہ علاج پر بھی کچھ روشنی ڈالیں؟**

جواب: یہ طرقہ علاج صدیوں سے متحمل ہے۔ اور اس کا رواج ہر مذہب میں ہے۔ اس طریقہ علاج میں قرآن اور اس کی آیات سے مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج ایک مثبت اور روحانی طریقہ علاج ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں: ایک یہ ہے کہ قرآنی آیات کو براہ راست پڑھ کر دم کیا جاتا ہے یا لکھ کر پلا دیا جاتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآنی آیات کو اعداد میں تبدیل کر کے تعویذ کی صورت میں پہنا دیا جاتا ہے تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ روحانی علاج سے جادو، نظربد، گھریلو ناچاقی، کاروبار میں بندش، اولاد کا نہ ہونا یا نافرمان ہونا وغیرہ کا علاج بہت کامیاب طریقے سے کیا جاتا ہے۔

قلم کی روشنی: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ختم کروانے کے ماہر بھی ہیں حتی کہ وہ علیحدگی کا فیصلہ کر چکے جوڑے بھی آپ سے ملاقات کے بعد نارمل زندگی کی جانب لوٹ آتے ہیں اپنے اس کار خیر کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں ایک روایتی مائنڈ سیٹ ہے کہ کوئی بھی نیا کام کرنے سے پہلے استخارہ یا حساب وغیرہ کیا کہ آیا یہ کام مناسب ہے یا نہیں، لیکن زندگی کی دوڑ میں شادی شدہ جوڑے اپنا تعلق توڑنے سے پہلے ایسا کچھ نہیں کرتے اور جذباتی فیصلے کے تحت رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ لہذا میں نے اس دماغی فطور کو توڑنے کے لئے یہ خدمات پیش کی ہیں کہ کوئی بھی اس بندھن کو توڑنے سے پہلے ہم سے ملے۔ ہم سے مشورہ کرلے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، پھر فیصلہ کرے۔ ایک روایتی مائنڈ سیٹ کے معاشرے میں ہمیشہ یہ فرض کیا جاتا ہے دوسرا فریق غلط ہے لہذا یہ رشتہ توڑ دیا جائے جبکہ ظلم اور زیادتی اس میں کارفرما نہیں ہوتی، بلکہ بے جا توقعات، دوسرے کے ذہن کو قبول نہ کرنا اور انا کے خول میں بند رہنے سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں۔ ہم نے کوشش کی کہ طلاق جیسے ناسور سے ایک خوش باش گھرانے کو نہ اجاڑا جائے۔

قلم کی روشنی: شاعر حضرات کا دعوی ہے کہ

"کوئی زائچہ کھینچوں نہ دیکھوں ہاتھ تیرا . . . .

میں تیرے بارے میں سب کچھ بتا بھی سکتا ہوں

کیا یہ بھی ممکنات میں سے ہے؟

کتنا اور کیوں کر ممکن ہے؟

جواب: اللہ تعالی نے کائنات میں ایسی کوئی چیز تخلیق نہیں کی جو بے نام ہو۔ ہر چیز کا ایک نام ہے اور ہر نام کا ایک عدد ہے۔ ہر عدد اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا میں علم الاعداد کو صحیح طریقے سے نہ تو جانا گیا نہ ہی اسے اہمیت دی گئی ہے۔ علم الاعداد کو زائچے، کنڈلی اور حالات و واقعات کی معلومات کے لیے استعمال کیا گیا۔ جبکہ اس علم میں دنیا کے تمام علوم موجود ہیں یعنی: ریاضیات کا علم، موسمیات، جہاز رانی کا نظام، حتی کہ سیاروں، ستاروں کا نظام بھی اسی کی مرہون منت ہے۔ آج ہم نے اسکی تاریخ کو تبدیل کر کے لوگوں کے نام اور اعداد ان کے رنگ کو سامنے رکھ کر ان کے مرض کا علاج کیا ہے۔ علم الاعداد کے ذریعے حال، ماضی اور مستقبل میں جھانکنا کوئی بڑی اور اہم بات نہیں ہے، کیوں کہ جب الاعداد اپنی ترتیب بناتے ہیں تو ایک کھلی کتاب کی طرح سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہر انسان ماضی کی غلطیوں سے کچھ نہیں سیکھتا، حال میں وہ کچھ کوشش نہیں کرتا اور مختصر یہ کہ وہ صرف مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علم الاعداد سے بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں اور انسان کو اپنے یقین اور ہمت سے اپنے ہدف کو حاصل کرنا چاہیے۔

قلم کی روشنی: (آپ پیشنگوئی بھی کرتے ہیں اور کافی پیشنگوئیاں درست بھی ثابت ہوئی ہیں۔ آپ موجودہ حکومت اور چیف آف آرمی اسٹاف کے بارے میں کیا پیشنگوئی کرتے ہیں۔؟

جواب: دیکھیے میں نے اپریل میں ایک ٹی وی چینل پر کہا کہ یہ سال وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے لیے بھاری رہے گا اور دھرنے کی صورت میں ان پر بھاری ثابت ہوا اور الحمدللہ یہ پیشنگوئی درست ثابت ہوئی یہاں تک کہ ہمارے آرمی چیف جنرل راحیل شریف کا تعلق ہے اللہ ان کو صحت و تندرستی دے انہیں اپنی ذمے داریاں بخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔) آمین (میرے حساب سے جنرل راحیل شریف قائداعظم کے بعد پاکستان کے لیے ایک نعمت کی صورت عطا ہوئے ہیں۔ اور وہ بہت دیر تک پاکستانی فوج کے سپہ سالار رہیں گے۔ جنرل راحیل شریف اگلے سال پاکستان کے لیے وہ کام کریں گے جو کوئی لیڈر یا سپہ سالار نہیں کر سکتا۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اپنی حکومت پورے پانچ سال کریں گے اور اس دور میں وہ کافی حد تک ملکی مسائل پر قابو پالیں گے۔ وزیراعظم نواز شریف اگلے الیکشن میں بھی اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہونگے انشاءاللہ۔

قلم کی روشنی: نیچروپیتھی اور کروموپیتھی کے بارے میں بھی ہمیں کچھ بتائیں؟

جواب: نیچروپیتھی یہ طریقہ علاج نیچر یعنی قدرت سے متعلق ہے اور جیسا کہ دودھ، لہسن، ادرک اور دیگر قدرتی غذائیں جیسے پانی یا پھل وغیرہ سے علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں تک کروموپیتھی کے بارے میں آپ کا سوال ہے: رنگ و روشنی کے علاج کو کروموپیتھی کہتے ہیں۔ قلم کی روشنی: آپ روحانی طریقہ علاج سے بھی لوگوں کے گھمبیر مسائل حل کرتے ہیں روحانی طریقہ علاج پر بھی کچھ روشنی ڈالیں؟

جواب: یہ طرقہ علاج صدیوں سے متحمل ہے۔ اور اس کا رواج ہر مذہب میں ہے۔ اس طریقہ علاج میں قرآن اور اس کی آیات سے مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج ایک مثبت اور روحانی طریقہ علاج ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں: ایک یہ ہے کہ قرآنی آیات کو براہ راست پڑھ کر دم کیا جاتا ہے یا لکھ کر پلا دیا جاتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآنی آیات کو اعداد میں تبدیل کر کے تعویذ کی صورت میں پہنا دیا جاتا ہے تا کہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ روحانی علاج سے جادو، نظربد، گھریلو ناچاقی، کاروبار میں بندش، اولاد کا نہ ہونا یا نافرمان ہونا وغیرہ کا علاج بہت کامیاب طریقے سے کیا جاتا ہے۔

قلم کی روشنی: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ختم کروانے کے ماہر بھی ہیں حتی کہ وہ علیحدگی کا فیصلہ کر چکے جوڑے بھی آپ سے ملاقات کے بعد نارمل زندگی کی جانب لوٹ آتے ہیں اپنے اس کار خیر کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں ایک روایتی مائنڈ سیٹ ہے کہ کوئی بھی نیا کام کرنے سے پہلے استخارہ یا حساب وغیرہ کیا کہ آیا یہ کام مناسب ہے یا نہیں، لیکن زندگی کی دوڑ میں شادی شدہ جوڑے اپنا تعلق توڑنے سے پہلے ایسا کچھ نہیں کرتے اور جذباتی فیصلے کے تحت رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ لہذا میں نے اس دماغی فطور کو توڑنے کے لئے یہ خدمات پیش کی ہیں کہ کوئی بھی اس بندھن کو توڑنے سے پہلے ہم سے ملے۔ ہم سے مشورہ کرلے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، پھر فیصلہ کرے۔ ایک روایتی مائنڈ سیٹ کے معاشرے میں ہمیشہ یہ فرض کیا جاتا ہے دوسرا فریق غلط ہے لہذا یہ رشتہ توڑ دیا جائے جبکہ ظلم اور زیادتی اس میں کارفرما نہیں ہوتی، بلکہ بے جا توقعات، دوسرے کے ذہن کو قبول نہ کرنا اور انا کے خول میں بند رہنے سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں۔ ہم نے کوشش کی کہ طلاق جیسے ناسور سے ایک خوش باش گھرانے کو نہ اجاڑا جائے۔

قلم کی روشنی: شاعر حضرات کا دعوی ہے کہ

" کوئی زائچہ کھینچوں نہ دیکھوں ہاتھ تیرا . . . .

میں تیرے بارے میں سب کچھ بتا بھی سکتا ہوں

کیا یہ بھی ممکنات میں سے ہے؟

جواب: ہاہاہاہا !! شاعر حضرات تو ویسے بھی بہت دکھی ہوتے ہیں

مت کر اتنا یقین ہاتھ کی لکیروں پر
قسمت ان کی بھی ہوتی ہے جنکے ہاتھ نہیں ہوتے

قلم کی روشنی: ہر بڑے شہر کی دیواریں مسائل کے حل کے دعوؤں سے مزین اشتہاروں سے کالی ہو چکی ہیں ۔مثلاً: محبوب آپ کے قدموں میں، دشمن کو زیر کریں، ہر بندش کی کاٹ کا شرطیہ حل فلاں عامل بنگالی بابا.... لوگ تو مسائل کے حل کے لیے ان کے پاس بھی جاتے ہیں؟

جواب: یہ ایک المیہ ہے کہ معصوم لوگ جن کے مسائل حقیقت میں چھوٹے اور خود ساختہ ہوتے ہیں۔ وہ ان باباؤں اور عاملوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ ان خود ساختہ عاملوں کے یہاں مسائل کے حل نہیں ہوتے بلکہ ان کو نئے مسائل میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ آج کا دور مشینی اور جدید دور ہے۔ لوگ کافی حد تک سمجھ گئے ہیں کہ کون ان کے مسائل کا حل کر سکتا ہے کون نہیں، باقی اچھے برے لوگ ہر معاشرے میں ہوتے ہیں، لہذا اس نظام کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ الحمدللہ ایسے افراد بھی ہمارے پاس آئے جو جنات یا آسیب کا شکار ہو کر ان ڈبہ پیر کاملوں کے پاس مدتوں پیسہ اور وقت ضائع کرتے رہے ۔ جب وہ ہمارے پاس آئے اور ہم نے ان کا کامیاب علاج کیا تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ تو سرے سے ایسا مسلہ ہی نہ تھا تب وہ بہت حیران ہوئے ، اگر ان کے اعلان کے مطابق محبوب قدموں میں، دشمن کو تسخیر کرنا ہوتا تو ساری دنیا ان کے قدموں میں ہوتی ، لہذا ایسی کوئی بات نہیں۔

قلم کی روشنی: علم الاعداد کی روشنی میں کسی مسئلے کا حل پوچھنے کے بعد استخارہ میں اس کے متضاد فیصلہ سامنے آئے تو کس بات کو ترجیح دی جائے؟

جواب: دیکھئے، علم الاعداد سے کسی معاملے پر حساب کروایا جا سکتا ہے، جواب نفی میں ہو تو اس کام سے رک جانا چاہیے۔ اسی طرح استخارے میں اگر اشارہ نفی میں ہے تو یہ کام نہ کریں۔

قلم کی روشنی: رنگ و روشنی سے علاج مستند طریقہ علاج ہے تو لوگوں کی اکثریت کا رجحان اس جانب کیوں نہیں سب کی اولیت ایلو پیتھک ہے ایسا کیوں ہے؟

جواب: رنگ و روشنی سے علاج پاکستان میں تقریباً تیس سال سے رائج ہے۔ لوگوں میں اب اسکے بارے میں کافی حد تک معلومات بڑھ گئی ہیں ۔ جہاں تک ایلو پیتھک کا تعلق ہے تو لوگوں کو علاج کا فوری رزلٹ چاہیے ہوتا ہے اور اسکے علاوہ وہ اس سے جلدی مطمئن ہوتے ہیں ۔ لیکن ہم رنگ و روشنی میں ایسے تجربات کر رہے ہیں مریض کو فوری نتائج حاصل ہوں اور لوگ اسی طرف راغب ہوں۔

قلم کی روشنی: اکثر نام نہاد عامل جن نکالنے کے چکر میں معصوم لوگوں کی جان نکال لیتے ہیں کبھی ایسا کوئی سائل آپ کے پاس بھی آیا اور ایسے مریضوں سے آپ کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: ایسے بہت سے معصوم لوگ میرے پاس آئے ان کی باتیں سن کر تشدد کے نشانات دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ایسے درندہ صفت اور بھیڑیا نما لوگ بھی موجود ہیں۔ اور اپنی کم علمی کی وجہ سے معصوم لوگوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیتے ہیں، ایک واقعہ آپ کی نظر کرتا ہوں: ''فیصل آباد کے نزدیک ایک شہر جڑانوالہ سے کال آئی کہ ہمارے مریض کو جن پڑتا ہے میں نے انہیں بلالیا۔ جب وہ لوگ آئے تو بیس کے قریب لوگ مریضہ کے ہمراہ تھے۔ میں اس ہجوم کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ایک خوبصورت بیس سال کی بچی ان کے ہمراہ تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اسے اب چھوڑ دیں۔ میں نے بچی سے پوچھا کہ بیٹی تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کچھ نہ بولی، میں نے اس کا (Aura) نسمہ دیکھا تو اسے شہد اور نیلی شعاؤں سے تیار کردہ پانی دیا، منٹ بعد وہ لڑکی میرے علاج گاہ میں ہی سکون سے سو گئی۔ اسکے ہمراہ جو عزیز تھے، انہوں نے بتایا: کہ عرصہ پانچ سال سے یہ اس مرض کا شکار ہے اور ہم نے کوئی عامل، کامل نہیں چھوڑا جہاں علاج کے لیے نہ گئے ہوں۔ والدہ نے مجھے بچی کے بازوؤں اور ٹانگوں پر تشدد کے نشانات دکھائے جو جن اتارنے کے نام پر مختلف عاملوں نے لگائے تھے۔ بچی جب سات آٹھ گھنٹے بعد اٹھی تو بالکل فریش تھی۔ لہذا میں نے اسے ایک ماہ کا علاج تجویز کر کے بھیج دیا۔

قلم کی روشنی: کالا جادو معاشرتی ناسور بن چکا ہے آپ کالے جادو کا توڑ کر سکتے ہیں اور کالے جادو کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

جواب: اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ایمان کی کمزوری، اور چاپلوسی ہمیں کالے جادو کی طرف راغب کرتی ہے۔ اور یہ ایک ناسور بنتا جا رہا ہے۔ اور کالے جادو کے مختلف درجات میں اسی کے حساب سے اس کا وقت مرتب ہوتا ہے۔ اسمیں اثر ایک مخصوص مرتب وقت تک ہوتا اور وہ اسی دوران کام کرتا ہے۔ ہم کالے جادو کا توڑ دو طریقوں سے کرتے ہیں : ایک روحانی علاج اور دوسرا رنگ و روشنی سے ۔ کالے جادو کی پہچان ہے: جسم میں درد، بے راہ روی اور برے خیالات ، کام میں دل نہ لگنا ، بھاری پن اور جسم کا ٹوٹنا وغیرہ۔ ہم کالے جادو کا علاج اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔

قلم کی روشنی: بہت اچھا لگا آپ سے گفتگو کر کے بہت شکریہ گل صاحب! جزاک اللہ خیر۔ اللہ حافظ

☆☆☆

"قلم کی روشنی" آپ کی کالم نگاری

اسلام میں عورت کا مقام

رفاقت علی
دنیاپور

اسلام نے عورت کو ذلت اور غلامی کی زندگی سے آزاد کرایا اور ظلم واستحصال سے نجات دلائی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور اسے بے شمار حقوق عطا کیے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت اور مرد کو برابر رکھا ہے۔ انسان ہونے کے ناطے عورت کا وہی رتبہ ہے جو مرد کو حاصل ہے، ارشاد ربانی ہے:

یا یھا الناس اتقوا ربکم الذِی خلقکم مِن نفس واحِدۃ وخلق مِنھا زوجھا وبث مِنھما رِجالا کثِیرا ونِساء.

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہاری پیدائش) کی ابتدا (ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں بکثرت مردوں اور عورتوں کی تخلیق کو پھیلا دیا۔ نساء، پارہ نمبر 4

2۔ اللہ تعالیٰ کے اجر کے استحقاق میں دونوں برابر قرار پائے۔ مرد اور عورت دونوں میں سے جو کوئی بھی عمل کرے گا اسے پوری اور برابر جزا ملے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

فاستجا ب لھم ربھم انِی لا ضِیع عمل عامِل مِنکم مِن ذکرا و انثیٰ بعضکم مِن بعض.

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی) اور فرمایا (یقیناً میں تم میں سے کسی محنت والے کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔ آل عمران، 195 : 4

3۔ نوزائیدہ بچی کو زندہ زمین میں دفن ہونے سے نجات ملی۔ یہ رسم نہ تھی بلکہ انسانیت کا قتل تھا۔

4۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت والی عورت کی طرف سے ملے گی خواہ وہ شوہر ہوگا یا اس کا باپ۔

5۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

6۔ اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا ہے۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہیں بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلرِجالِ نصِیب مِما ترك الوالِدنِ والاقربون ولِلنِساءِ نصِیب مِما ترك الوالِدانِ والاقربون مِما قل مِنه او کثر نصِیبا مفروضاO

مردوں کے لئے اس) مال (میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے) بھی (ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ) اللہ کا (مقرر کردہ حصہ ہےO النسا، 7 : 4

7۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو بحیثیت ماں سب سے زیادہ حسنِ سلوک کا مستحق قرار دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری والدہ، عرض کی پھر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا تمہاری والدہ، عرض کی پھر کون ہے؟ فرمایا تمہارا والد۔

بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحب، 2227 : 5، رقم: 5626

8۔ وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت اور رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا۔ اسلام نے بیٹی کو نہ صرف احترام وعزت کا مقام عطا کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا۔ ارشاد ربانی ہے:

یوصِیکم اللہ فِی اولادِکم لِلذکرِ مِثل حظِ الانثیینِ فِان کن نِساءَ فوق اثنتینِ فلھنَ ثلثا ما ترك وإن كانت واحِدةً فلھا النِصف.

اللہ تمہیں تمہاری اولاد) کی وراثت (کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے، پھر اگر (میت کی وارث) صرف لڑکیاں ہی ہوں) دو یا (دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہوں تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے۔ النسا، 11 : 4

9۔ قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی اور سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وِان کان رجل یورث کلالۃا وِ امراۃ ولہ اخ او اخت فلکِلِ واحِد مِنھما السدس فِان کانوا اکثر مِن ذلِك فھم شرکاء فِی الثلثِ مِن بعدِ وصِیۃ یوصٰی بِھآا و دین غیر مضآر........

بقیہ صفحہ 46 پر ملاحظہ فرمائیں

موضوع

آج کے دور میں قلم کی اہمیت

انعام اول....... کوثر ناز

'موجودہ دور میں قلم کی اہمیت'

جو لکھوں تو نوکِ قلم پر، جو بولوں تو نوکِ زباں پر
میرے ساتھ نکھر گیا میرا ذوق بھی میرا شوق بھی

اس کائنات کا سب سے عظیم سبق کچھ یوں ہے؛
''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے علم سکھایا قلم کے ذریعے'' القرآن

صدیوں سے ہر زمانے میں ہر جگہ قلم اور قلم کاروں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے یہ قلم ہی ہے جس کی مدد سے واقعات کو قید کر کے آئندہ نسلوں کے لیئے تاریخ کی شکل میں سمیٹ کر رکھ لیا ہے آج ہم جو کچھ بھی جانتے ہیں سب قلم ہی کی مرہونِ منت ہے حق و باطل کے معرکوں سے شناسائی قلم ہی نے ہمیں بخشا ہے، ظلم و مظلوم کی صدائیں قلم ہی نے پہنچائی ہیں اور امن نامہ بھی قلم کے کردار کے بنا اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

فتوی ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر

تاریخ گواہ ہے کہ زندہ قومیں ہمیشہ قلم کو تلوار بنا کر آگے بڑھی ہیں اور خود ہم بھلا کہاں ناواقف ہیں قیامِ پاکستان کے دوران قلم کاروں کے بے تحاشہ مثبت کردار سے۔۔ جب جب تبدیلی کا نعرہ لگا ہے ہمارے قلمکار ہی ابھر کر سامنے آئے ہیں لوگوں کے شعور کو جگانے میں سب سے اہم کردار ہی قلم کے قدردانوں کا رہا ہے تاریخ انسانیت پر ایک نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہر دور میں اہلِ علم اور اہلِ ادب لوگوں نے نسلِ انسانی کے دلوں پر راج کیا ہے قلم کے ذریعے امن و آتشی کا پیغام پہنچایا ہے اور وقت کے جابر و سفاک حکمرانوں کے خلاف بازو قلم جہاد بلند کیا ہے کیونکہ کوئی بھی معاشرہ جہاد کی روح سے بیگانہ ہو کر بطور آزاد قوم اور خود مختیار قوم زندہ نہیں رہ سکتا اور اسی جہاد بالقلم کی ضرورت ہماری قوم کو بھی شدید ہے۔۔ جب تک ظلم ہمارے درمیان لہراتا اور ایمان پیچ و تاب کھاتا رہے گا۔۔ ہمیں جہاد کرنی پڑے گی چاہے نفس سے ہو یا پھر قلم سے۔۔ قلم ایک ادیب اور دانشور کا ہتھیار ہے قلم کی حکمرانی انسان کے دلوں سے شروع ہو کر اسکے شعور لاشعور، تخیل اور تخلیق جیسی صلاحیتوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔۔ دانا کہتے ہیں کہ زندگی میں قسم، قدم اور قلم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیئے کہ قلم کا صحیح ہاتھوں میں رہنا ملک و قوم اور معاشرے کے کامیاب اور روشن حال و مستقبل کے لیئے لازم و ملزوم ہیں میرا ماننا ہے کہ لفظ قلم اور کتابیں ہماری روحوں کی بہترین آبیاری کر سکتی ہیں کیونکہ اچھا قلمکار زمانے فتح کرتا ہے تو حرص و لالچ کا غلام صرف ہماری صدیاں بگاڑنے پر مصر ہوتا ہے۔۔

قوم کو اسکے قلمکاروں ہی کے کردار کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے کیونکہ وہی قلمکار معاشرے کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔۔ اگر قوم کا قلمکار قبیلہ لالچ، حرص، دباؤ یا کسی بھی غرض کی پرواہ نہ کرتے ہوں اور سچ کی آواز بے خود ہو کر بلند کر رہے ہوں تو اس قوم کو کوئی مرعوب نہیں کر سکتا نہ ہی وہ قوم زبوں حالی کا شکار ہوتی ہے۔

مگر بدقسمتی سے آج قلم کا استعمال زیادہ تر برائی کی جانب ہو رہا ہے جو ایک مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ قلم اگر غلط ہاتھوں میں چلا گیا تو وہاں کی ذلت و رسوائی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی موجودہ حالات میں جہاں پاکستان کی صورتِ حال بہت نازک اور حساس ہے، دشمن ہمارے درمیان نفاق پیدا کر کے ہمیں تقسیم اور کمزور کرنا چاہتا ہے۔۔ لسانی، علاقائی، صوبائی، اور مذہبی تعصبات پیدا کر کے ہم میں اتحاد اور یک جہتی کو ختم کرنا چاہتا ہے وہیں معاشرے کے ناسور لالچی و حرص کے پجاری کچھ قلمکاروں کا قبیلہ ملک کی جڑوں پر قلم چلانے کی کوششوں میں سرگرم ہے قلم کی حرمت کو داغدار کرنے کے ساتھ معاشرے میں بگاڑ کی اہم وجہ بھی ایسے ہی قلمکار ہیں جو اپنے ضمیروں کا سودا کرتے ہیں اور خود کو نفع دینے کے عوض ملک میں تعصبات کی آندھی کو پھیلانا حق سمجھتے ہیں اگر ہمارے قلمکار کسی بھی طبقے سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں مگر بے ضمیر ہوں اور قلم کو بیچنا چھوڑ دیں تو ملک اور قوم ہماری نسلوں کی تباہی سے بچ سکتی ہے۔۔

ایسے میں ہمیں ہمارے میڈیا و دیگر صحافی برادری کے کرداروں کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ قلم کی حرمت کے امین ہیں؟

کیا وہ قلم اٹھاتے اور بولتے وقت اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں؟ کیا وہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں؟

بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے اور میں ان سے ایک گذارش کروں گی کہ

قلم سے آگ بجھاؤ کہ جل رہا ہے چمن
خموش بیٹھے ہو کیسے ادیب لگتے ہو

ایسے بہت سے قلمکار ہیں جو اپنے پسندیدہ ہستیوں کی شان میں اسطرح رطب للسان ہوتے ہیں گویا خدا نے ابھی ابھی انہیں زمین پر اتارا ہے اور مخالف کو برا کہنے کے دوران وہ اپنی زباں و بیاں سے لفظوں کی بے حرمتی ہونے تک کا خیال نہیں رکھتے اور اسے ہی بہادری کہہ کر لوگوں سے داد وصول کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور میری نظر میں یہی زوال ہے ایسے قلمکاروں کا جو چند ذاتی مفادات کی بنا پر قلم کے تقدس کا خیال نہیں کرتے۔۔ قلم کی حرمت کو داغدار کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ قلم کے غلط استعمال پر خدا کے ہاں پکڑ ہوگی آپکے لفظوں کا وہاں بھی حساب ہوگا کہ قلم کے ذریعے جہاد کا حکم خدا نے قران پاک نے جو واضح طور پر دیا ہے۔۔ ایسے نام نہاد قلمکاروں کو یہ

سوچنا ہوگا کہ جس کی قسم خود خدا نے کھائی ہے اسکے تقاضے کیا ہیں؟ اسکی حرمت کیا ہے؟ بے حرمتی کرنے والے کو کیا سزا ہو سکتی ہے؟

تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ ہم ابھی بھی میدانِ جنگ میں ہیں اور جہاں ہمیں قلم کو تلوار بنا کر آگے بڑھنا ہوگا۔ اگر ہم اپنی صفحوں میں ایک دیرپا اتحاد اور حقیقی نظم وضبط کے خواہاں ہیں تو اسکا واحد طریقہ یہی ہے ہم ذاتی تنقید وتوصیف کو برطرف رکھتے ہوئے عوام تک حقیقت اور اصلاحی طرز کی تحریر پہنچائیں اور عوام میں شعور بیدار کریں اتنا ہی نہیں ہمیں اپنے دلوں میں ایمان کو تازہ کر کے ان ہی اصولوں کی روشنی میں قلم کا استعمال کرنا ہوگا جن کا خدا نے حکم دیا ہے اور شاعرِ مشرق نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ

لالے تیرا ہونا نہ ہونا کتنا بے معنی سا ہو
گر دل کی دل میں رہے قلم نہ چلے

آج کل قلم کو اس طرح سے استعمال میں نہیں لایا جاتا ہے جیسا کہ قلم کا حق ہے مگر پھر بھی قلمکار قبیلے سے جہاں معاشرے کے ناسور جڑے ہیں وہیں قلم کی شان وحرمت کا پاس رکھنے والے ادیب بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس قوم کے افق پر روشن ہیں جن کی قلم کی روشنیمیں ہم اور آپ جیسے سوچنے اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ قلم کی بے حرمتی پر کڑھتے ہیں دل جلاتے ہیں۔ اپنا حصہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جہاں قلم کی حرمت کو داغدار کیا جا رہا ہے وہیں قلم کے سفیر قلم کے پاسباں کچھ ایسے بھی ہیں جو قلم کی حرمت کے عین مطابق قلم کا استعمال کرتے ہوئے معاشرے میں امن امید اور استحکام کا پیغام اپنے خوبصورت اور تاثیر سے لبریز لفظوں کے ذریعے ہم تک پہنچا رہے ہیں بلاشبہ وہی ہمارا غرور ہیں فخر ہیں وہی ہیں جن کے لفظ موتی کہلاتے ہیں وہیں ہیں جن کو امن کا علمبردار بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا اور انہی کیساتھ میں قلم قبیلے کے تمام افراد سے ایک بار پھر مخاطب ہوں کہ

میں شاعروں سے
رموزِ فطرت کے مسافروں سے
مفکروں سے
قلم کے سارے شناوروں سے
یہی کہوں گی کہ وہ مسرت کے باب لکھیں
محبتوں کے اخوتوں کے مروتوں کے نصاب لکھیں
وطن کی مٹی کی خوشبو کے گلاب لکھیں
نئے زمانے کو خواب لکھیں
وہ شہروں کی اندھیر نگری میں
روشنی کو رواج لکھیں
جو کل لکھنا ہے آج لکھیں
میں شاعروں سے
رموزِ فطرت کے ساحروں سے
مفکروں سے
قلم کے سارے شناوروں سے
یہی کہوں گی کہ
امن کی داستان لکھیں
ملک وملت کی شان لکھیں
جو ہو سکے تو تمام عالم کو ایک ہی خاندان لکھیں

آخر میں یہی کہوں گی کہ قلم کے شہزادے شہزادیوں کو ان کے کردار اور اہم قومی امور میں سرگرم قلمی جہاد میں قدم رکھنے کے لیئے تیغ وفقا ئدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ کسی شاعر کے بقول

خواہش سے نہیں گرتے پھل جھولی میں
وقت کی شاخ کو میرے دوست ہلانا ہوگا
کچھ نہیں ہوگا اندھیروں کو برا کہنے سے
اپنے حصے کا دیا خود ہی جلانا ہو گا

قلمکاروں کو اپنے فرائض سے عہدہ برا ہونے کے لیئے کسی بھی مشکل تر حالات کے باوجود اپنی قومی ذمہ داریوں کی بجا آوری کرنے کا عزم رکھتے ہوئے صداقت اور امانت کے جذبوں کے سائے میں حق گوئی کا سفر جاری رکھنے کا عزم کرنے کی ضرورت ہے خصوصاً نوجوانوں کو اپنے قلم کا فن دکھانا ہوگا کہ جہاں آپ دوسرے شعبوں میں ترقی کے منازل ڈھونڈتے ہیں وہیں ایک کوشش ملک کو ترقی دینے کی بھی ڈھونڈ لیں اتنا ہی نہیں ہمیں عصری تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اس مشکل اور نازک وقت میں اپنے محبوب قائد کے افکار اور نظریات سے رہنمائی حاصل کریں کیونکہ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم ایک مضبوط اور متحد پاکستان کے لیئے واضح نصب العین کا درجہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ کی طرح ہمارا عہد ایک بار یہی ہونا چاہیئے ہے کہ

ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے
جو دلوں پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی.
ہاں اہلِ ستم مشق ستم کرتے رہیں گے

☆☆☆

اوّل۔۔۔ کہکشاں صابر

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کار گر

قلم کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ قلم اک ایسی طاقت ہے، جس کے استعمال سے نہ تو کسی کا خون بہتا ہے اور نہ اس سے کسی انسان کی موت ہوتی ہے لیکن پھر بھی اس قلم کی طاقت کے سامنے بڑے سے بڑا اور مغرور سے مغرور بادشاہ نے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اس کا وار سیدھا انسان کے ضمیر پر حملہ کرتا ہے پھر اس کی جڑوں کو کاٹ دیتا ہے

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے دور کے ایک نامور عالم دین حضرت عبدالرحیم بن علی عسقلانیؒ جو اپنے نام سے زیادہ " قاضی فاضل " کے نام سے مشہور تھے، حضرت سلطان نے ان کے بارے میں مشہور اور تاریخی جملہ ارشاد فرمایا

" تمہارا یہ گمان نہ ہو کہ میں نے تمہاری تلواروں

سے ملکوں کو فتح کیا ہے، نہیں، نہیں بلکہ یہ تو قاضی فاضل کے قلم سے ہوا ہے۔''

یہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا جملہ ہے جو جنگوں کے شیر ہیں، ملکوں کے فتح کرنے سے واقف ہیں اور قلم کے مقام کو بھی جانتے ہیں۔ واقعی اگر ہم تاریخ کے سنہری پنوں پر ایک دفعہ پھر نظر ثانی کریں تو بہت سی عظیم ہستیاں ہمارے سامنے آجائے گی جنھوں نے اپنے قلم کی طاقت سے ایسے ایسے وار کیے کہ ظالموں کے تخت وتاج الٹ گئے ہر طرف امن کی فضاء سچ کی فضاء چل پڑی۔ بے شک قلم کا یہ راستہ طویل تر تھا لیکن روشنی سے بھر پور تھا۔

عمر بھر لکھتے رہے پھر بھی ورق سادہ ہی رہا
جانے کیا لفظ تھے جو ہم سے تحریر نہ ہو پائے

موجودہ دور میں ہماری تحریریں ہمارے الفاظ بے مقصد بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کی روح ان کی جان کئی کھو سی گئی ہے ہماری تحریریں کیوں کسی کی اصلاح نہیں کر پا رہیں کبھی سوچا ہے جب ہماری خود کی اصلاح نہیں ہے تو ہم کس طرح دوسروں کی اصلاح کرنے کا بیڑا اٹھا سکتے ہیں۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اصلاح ہو لیکن دوسرے کی، ہر ایک چاہتا ہے کہ برائیاں ختم ہوں لیکن دوسروں کی زندگی سے، ہر ایک کی تمنا ہے کہ نیکی اور بھلائی کا چلن عام ہو لیکن یہ سب کچھ دوسرے کریں، ہر ایک سارے جہاں کا جائزہ لینے کے لئے نہایت چاق چوبند ہے لیکن اپنے جہاں سے بے خبر ہے اور اس بشر کی پستی کا یہی اصل سبب ہے

قلم کو ہاتھ میں تھام کر کورے پنوں پر سیاہی بکھیر کر خود کو جہادی تصور کرتے ہیں کہ

لوگو دیکھو۔۔۔! ہم نے قلم پکڑ لیا اب ہم بھی ان عظیم شخصیتوں کے ہمنوا بن گئے ہیں ہم بھی قلم کے ذریعے جہاد کرنے والے بن گئے ہیں

اگر ضمیر زندہ ہے تو ہمت کر کے خود سے ایک سوال کریں کہ کیا ہم نے قلم پکڑ کر اس کا حق ادا کیا ہے۔۔!

کچھ لوگ میرے قلم سے سیتے ہیں زخم کو
کچھ لوگوں کو چبھتا ہوں میں نوک کی طرح

قلم کا حق تو ان لوگوں نے ادا کیا کہیں دور کیا جانا ہمارے شاعر مشرق جو نہ تو آزادی کی جنگ کے لیے تلوار لے کر میدان جنگ میں اترے

اور نہ ہی کسی کا خون بہایا تھا صرف اپنے قلم سے قرطاس پر ایسے موتی بکھیرے اپنے اشعار اپنی تحریروں سے پڑھنے والوں پر، سننے والوں پر ایسا جادو کیا کہ ان کی خواب غفلت سے سوئے ہوئی روحوں کو مردہ ضمیروں کو گہری نیند سے بیدار کر دیا۔

آزادی کے لیے۔۔حق کے لیے۔۔

اپنے قلم سے انھوں نے لوگوں کی اصلاح کی، مفید مشورے دیئے جس سے لوگوں کی زندگی سنور گئی، یہ ہے اصل جہاد جنھوں نے قلم کے ذریعے جہاد کیا۔ ہر مسلمان ہر قلمکار کو اپنا فرض سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے قلم کو معاشرے کی اصلاح و بھلائی میں استعمال کرے، اسی کو تو جہاد بالقلم کہا جاتا ہے۔

لیکن آج کوئی اشعار پڑھ لو تحریر یا افسانہ محبت سے شروع ہو کر محبت پر ختم ہو رہے ہوتے ہیں ان میں حقیقت کہاں ہے زندگی کی حقیقت جس کو ہم اپنی تحریروں میں پھولوں سے بھرا راستہ دیکھتے ہیں کیا درحقیقت زندگی کا راستے اتنا ہی آسان ہے ہم کیوں نہیں ان بھوک اور پیاس سے دن بھر لڑتے ہوئے مزدور کی تحریر لکھتے ہم کیوں نہیں ایک یتیم بچے کی تحریر لکھتے کہ وہ بچہ کیسے بن ماں باپ کے اس دنیا میں زندہ رہتا ہے کس کس پریشانی سے گزارتا ہے۔ عالم کے قلم کی سیاہی کا قطرہ شہید کے خون سے افضل ہے'' اس روایت میں واضح طور پر جہاد بالسیف یعنی تلوار کے جہاد پر قلم کے جہاد کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، قلم کے ذریعہ کیا گیا جہاد سب سے زیادہ دیر پا ہوتا ہے، تقریریں ذہنوں سے محو ہو سکتی ہیں لیکن قلمی کاوشیں کتابوں اور لٹریچر کی شکل میں زیادہ عرصہ تک محفوظ رہتی ہیں، جس سے کئی کئی نسلیں استفادہ کر سکتی ہیں

کیا پتہ ہماری کوئی ایسی ہی تحریر اس مزدور اس بچے کی نظر سے گزرے جو اصلاح جو مشورہ اسے کہی اور سے نہیں مل پا رہا ہو لیکن اپ کی تحریر میں لکھی ہوئی اصلاح اس کے کام آجائیں آپ کی تحریر کی بدولت اس کی زندگی سنوار جائیں یہ ہے قلمی جہاد اب آپ نے قلم پکڑنے کا صحیح حق ادا کر دیا ایک مددگار کی مدد کر کے قلم کے ذریعے عدل وانصاف قائم کر کے۔ جیسا کہ حبیب جالب ارشاد فرماتے ہیں

میرے ہاتھ میں قلم ہے، میرے ذہن میں اجالا
مجھے کیا دبا سکے گا۔۔۔کوئی ظلمتوں کا پالا
مجھے فکر امن عالم۔۔ تجھے اپنی ذات کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں۔۔۔تو غروب ہو رہا ہے

☆☆☆

انعام دوم: ثناء واجد

موجودہ دور میں قلم کی اہمیت

کنگ لوئی ہشتم کے وزیراعظم رچیلیو کو یہ پتہ چلتا ہے کی اس کی جان لینے کے لیے سازش کی جارہی ہے لیکن چونکہ وہ ایک مذہبی پیشوا ہے اس لیے وہ تلوار نہیں اٹھا سکتا۔

اس کا نوکر فرانسوا کہتا ہے ''لیکن اب میرے آقا! آپ کے حکم کے طابع دوسرے ہتھیار ہیں''۔

رچیلیو متفق ہوتے ہوئے کہتا ہے ''قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔۔ لے جاؤ تلوار، حکومتوں کی اس کے بغیر بھی حفاظت ہو سکتی ہے۔''

یہ ایک ایسے ڈرامے کا خلاصہ ہے جس کا مرکزی خیال مشہور محاورہ ''قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے'' پر مبنی تھا اور یہ ڈرامہ مشہور ناول نگار اور ڈرامہ نگار ایڈورڈ بل ورلیٹون کے تاریخی ڈرامے '' کارڈینل رچیلیو'' کا ہے جو کہ ۱۸۳۹ء میں بنایا تھا اور اس ڈرامہ کا ترجمہ

انعام سوم: رضوانہ صدیقی

موجودہ دور میں قلم کی اہمیت

سلام اس پر اگر ایسا کوئی فنکار ہو جائے
سیاہی خون بن جائے قلم تلوار ہو جائے

قلم ایک باشعور معاشرے کی ہمیشہ طاقت رہا ہے قلم سے دلوں کو فتح کیا گیا قلم کے زور سے ملک فتح کئے گئے قلم کے زریعے اسلام پھیلایا گیا یہ قلم ہی ہے کہ جس سے لکھنے والا لکھتا ہے اور کتاب بن جاتی اور ہزاروں لاکھوں لوگ اس کو پڑھ کر لکھنے والے کے علم سے مستفید ہوتے ہیں

قلم سے ہمارا مقصد صرف ایک مخصوص قلم نہیں ہوتا بلکہ ہر وہ چیز جس سے لکھ کر ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکیں ابتدا میں لوگ پتھروں پر لکھا کرتے تھے، پتوں پر لکھتے تھے، پھر پرندوں کے پروں کے نوکدار حصے کو قلم بنا کر سیاہی میں ڈبو کر کاغذ پر، کپڑے پر لکھا جانے لگا لیکن ہمارا موضوع تو آج کے کے دور میں قلم کا استعمال ہے آج کے دور کا قلم کی بورڈ ہے زیادہ تر لوگ یہی استعمال کرتے ہیں۔ جدید دور میں اگر چہ کتابیں پڑھنے کا رحجان بہت کم ہو گیا ہے اور لوگ جدید ٹیکنالوجی سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں تو قلم کار کو بھی اپنی روش کچھ تبدیل کرنی پڑے گی وہ اسطرح کے وہ بھی اسی طرف آ جائے جہاں سب لوگ ہیں، کی بورڈ سنبھالے اور اپنے خوب صورت اور مفید خیالات دنیا تک پہنچا دے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا قلم ہر دور میں ایک طاقت رہا ہے اور آج کے دور میں بھی اسکی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو کام انسان زبان سے نہیں کر سکتا وہ لکھ کر بہ آسانی کر سکتا ہے۔ ہم قلم کے ذریعے اپنے اچھے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارے

جنھوں نے اپنے قلم کے ذریعے حق بات لوگوں تک پہنچانے کی پوری کوشش کی اور ان کے الفاظ کی گونج آج کی نوجوان نسل جس کانوں میں آج بھی گونجتی ہے ان میں سرفہرست علامہ اقبال اور سرسید ہیں جنھوں نے ذہنی غلام مسلمانوں کی اخلاقی نشوونما کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور اس ثمر کا نتیجہ آنے والی نسل کو آزادی کی صورت ملا۔ وقت کے ساتھ ساتھ جب دور بدلا تو قلم کی جگہ پرنٹ میڈیا نے لے لی اور قلم کا کام کمپیوٹر اور موبائل کی بورڈ کے ذریعے ہونے لگا اور آج بھی اسی طرح اہلِ قلم کے قلم کو توڑ کر حق بات روکنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اہلِ شمشیر یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اہلِ قلم کو تو مار سکتے ہیں لیکن قلم سے نکلے الفاظ کو کوئی نہیں مار سکتا یہ اپنا اثر چھوڑ کر جاتے ہیں جو مظلوموں کو ظالموں سے بغاوت پر اور اکساتے ہیں۔

ایک ویب سائیٹ کے مطابق پچھلے سال پیرس میں صحافیوں کو قتل کیا گیا تھا، ان سے اظہارِ عقیدت کے لئے قلم کا استعمال کرتے ہوئے بینرز کے اوپر کارٹون بنائے گئے تھے جو کہ قلم بمقابلہ تلوار کی عکاسی کرتا تھا۔ اس طرح کے ماضی میں ایسے ہزار واقعات موجود ہیں جن میں اہلِ قلم کی آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن ہمیشہ ناکام رہے۔ الفاظ کبھی مرتے نہیں ہیں یہ اپنے نقوش آنے والی نسل کے ذہنوں پر چھوڑ جاتے ہیں جس سے ظالموں کے خلاف اٹھائی جانے والی آوازوں میں اور زیادہ جوش امڈ آتا ہے لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ اہل شمشیر قلم کی طاقت کو مان جائیں اور زیادہ سے اپنے مسائل کے حل کی کوششیں گفت وشنید کے ذریعے کریں کیونکہ طاقت زور زبردستی اور غصہ میں نہیں بلکہ پیار، محبت، امن اور سکون اور اخوت میں ہے۔

☆☆☆

مختلف زبانوں میں بھی کیا گیا ہے۔

آج کے بائیسویں صدی کے دور میں بھی سمجھنے والے اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ "قلم" کی کاٹ "تلوار" کے وار سے زیادہ طاقتور ہے اور قلم کی طاقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اگر تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ قلم یا اہلِ علم نے ہمیشہ اپنے قلم اور علم کے ذریعے محبت وامن اور سچائی کا درس دیا اور اگلی آنے والی نسلوں میں بھی یہ پیغام پہنچایا۔ قلم علامت ہے محبت، اخوت، پیار اور سکون کی جس کا اثر دلوں پر ہمیشہ مثبت ہوتا ہے جبکہ تلوار علامت ہے لڑائی جھگڑا، دنگا فساد اور قتل وغارت کی جس کا اثر ہمیشہ منفی ہوتا ہے اور ذہنوں پر ہمیشہ منفی نقوش چھوڑتا ہے۔ تلوار کا وار صرف ایک دفعہ ہی چلتا ہے جبکہ قلم سے نکلے الفاظ تاحیات اپنا اثر دلوں پر باقی رکھتے ہیں۔

اسلام کی نظر سے قلم کی اہمیت کو دیکھا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے زیادہ زور قلم پر دیا نہ کہ تلوار پر دیا ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اسکے الفاظ تھے،

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جو بڑا علم والا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جب قرآن اتارا گیا تو ان تمام آیات کو قلم کے ذریعے ہی محفوظ کیا گیا تھا۔

یہ ہنر صرف اہل قلم کے پاس ہی ہے جو شعوری یا لاشعوری طور پر اپنے گہرے اثرات پڑھنے والے پر مرتب کرتے ہیں۔

کیونکہ بقول "تلواروں سے کاٹی فصل پر پھول نہیں نکلتے ہیں۔"

ہماری تاریخ، ہمارے ادوار، ہمارے اسلاف کے متعلق تمام معلومات قلم کے ذریعے ہی ہم تک پہنچی ہیں جن میں بڑے بڑے ادباء علماء گزرے ہیں اور

چوتھا انعام: سارہ خان

'موجودہ دور میں قلم کی اہمیت'

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ،آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا ، پڑھو تمھارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے
جس نے قلم سے لکھنا سکھایا ، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (سورت العلق)

آیت کے مفہوم سے ہی ہم اس بات سے آشنائی رکھتے ہیں کہ قلم کی اہمیت کو قرآن پاک میں بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ گذشتہ ادوار میں قرآن پاک کی آیتوں کو کھجور کی پتوں پہ لکھا جاتا تھا تا کہ انھیں محفوظ کیا جا سکے قلم کے ذریعے ہی دین اسلام کی ترویج کی گی قلم کے ذریعے ہی نسان کی ناقص سوچ کو پختگی کی راہ دکھائی ، قلم کے ذریعے ہی انسان کو شعور سے نوازا گیا۔ قلم کی اہمیت ہر زمانے میں مسلم رہی ہے اور لکھنے والوں کی اہمیت وعظمت کو ہر دور میں تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ صد افسوس ، ہم قلم کی قدر و قیمت جانتے ہی نہیں ہیں۔

قلم کیا ہے؟ موجودہ دور میں قلم کا استعمال جہاں مثبت رُخ پہ استعمال ہوا ہے وہاں منفی رجحانات بھی منظرِ عام پہ آئے ہیں۔

قلم سے لکھے لفظوں کی روانی
کبھی جھوٹ ، کبھی سچائی پہ مبنی کہانی

مگر موجودہ زمانے میں ذرائع ابلاغ کی کثرت اور ترسیل معلومات کے متعدد طریقوں نے اس کی اہمیت وافادیت کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا ہے کیونکہ ہر آدمی اس لیے لکھتا ہے کہ اس کی تحریر کو پڑھا جائے ، لہٰذا اس کی تحریر جتنی زیادہ پڑھی جائے گی اس کا یہ ہدف احسن طریقے سے پورا ہوگا۔ ظاہر ہے انٹرنیٹ کی لامحدود دنیا اور سوشل میڈیا کے متعدد ذرائع نے یہ چیز اتنی آسان اور تیز کر دی ہے کہ چند ساعتوں میں آدمی اپنی بات لاکھوں لوگوں تک پہنچا سکتا ہے۔

اللہ پاک نے انسانوں کو خوبیوں ، خامیوں سمیت پیدا کیا ہے قلم سے تعلق وابستہ ہونا انسان کی وہ خوبی ہے جو اُسے دوسروں کی نظروں میں ممتاز بناتی ہے بدقسمتی سے بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی تعمیری مقصد کو لے کر ، ذاتیت سے پرے ہو کر اور شہرت طلبی ، ریا کاری ، خود پسندی ، مجاملت وچاپلوسی ، بے جا مدح سرائی نیز تنقید برائے تنقید وتجریح کے مکروہ حصار سے نکل کر لوگوں کو معلومات فراہم کرنے یا اپنی عمدہ آراء کو دوسروں تک پہنچانے کی قابل ستائش کوشش کرتے ہیں۔ قلم سے ہماری تہذیب وثقافت سے آراستہ لوک کہانیاں وجود میں آئی ہیں ۔علما ، دانشوروں ، مفسرین نے اپنے قلم کے زریعے ہی دنیا میں اپنا نام روشن کیا ہے ہماری اخلاق و اقدار کو عمدہ لفظوں میں اُجاگر کر کے عالمِ دنیا میں سامنے لائے ہیں۔ یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ قلم کتنی بڑی امانت ہے اور اس کی یہ تحریر مع اس کی نیت کے اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی محفوظ ہوتی اور فرمانِ الٰہی: (وکل صغیر وکبیر مستطر) کے ضمن میں آتی ہے۔ اور جو وقت وہ اپنی خامہ فرسائی میں صرف کر رہا ہے وہ اس کے عمر کا بیش قیمت حصہ ہے جو لوٹ کر آنے والا نہیں!

موجودہ دور میں قلم کا استعمال منفی رُخ میں بڑھتا رُجحان باعثِ تشویش ہے ۔ ہمارے نوجوان قلم کی اہمیت سے ناواقف ہیں جھوٹ اور سچ کی تمیز کیے بنا بے لاگ تبصرے کرنا دنیا کے سامنے لے آنا باعثِ شرمندگی ہے ۔ بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس میں اخلاص کے کئی پہلو اور مختلف جوانب ہوتے ہیں اور ان میں ایک اہم بات یہ ہوتی ہے کہ کیا حقیقی معنوں میں قلمکار جو کچھ لکھ رہا ہے اس کے دل کی وہ آواز ہے جو وہ قارئین تک پہنچانا چاہتا ہے؟ لکھتے وقت ہمیشہ ایک لکھنے والے کے یہاں تعمیری پہلو غالب ہونا چاہیے اور اس کی نگاہ ہمیشہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ اس کی تحریر سے قوم وملت کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے ، لکھنے

(بقیہ۔۔۔ صفحہ 47 پر ملاحظہ فرمائیں)

معاشرے میں جو برائیاں پیدا ہو چکی ہیں انکی نشاندہی کر کے انکے اسباب اور پھر ان کا تدارک کس طرح ہو سکتا ہے یہ قلم کے ذریعے بتایا جا سکتا ہے۔

لوگوں کے اسلام کے بارے میں جو غلط عقائد ہیں ، انکو قلم کے ذریعے صحیح اور غلط کا فرق بتایا جا سکتا ایک قابل اور عالم انسان جو کچھ بھی علم رکھتا ہے اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنا علم دوسروں تک پہنچائے ورنہ قیامت کے دن وہ اپنے اللہ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ ایک کہانی کار جب کوئی کہانی تخلیق کرتا ہے اسوقت وہ نہ صرف اپنی روح اور دل کے سکون کا سامان کر رہا ہوتا ہے بلکہ پڑھنے والوں کی بھی نہ صرف تسکین کا باعث ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات تو اسکی کہانی پڑھنے والے کی زندگی ہی بدل دیتی ہے۔ ایک شاعر جب اپنے خیالات شعروں میں ڈھالتا ہے اگر اسکی سوچ مثبت ہے تو اسکے اشعار کی خوبصورتی پڑھنے والے کی اسی کیفیت کا باعث بنتی جو شاعر کی ہوتی ہے اور اشعار کے ذریعے تو شاعروں نے سوئی ہوئی قوموں کو جگایا ہے ، شاعروں نے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا قلم سے یہ کام آج بھی لیا جا سکتا۔

قلم سے جہاد ہمیشہ کیا جاتا رہا ہے اور آج کے دور کی تو اہم ضرورت ہے ہمارے معاشرے میں اتنی برائیاں اور اتنے مسائل پیدا ہو چکے ہیں کہ ان کے خاتمے کے لیئے قلم سے جہاد بہت ضروری ہو گیا ہے تو یہ ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہر کوئی اپنی جگہ رہتے ہوئے جو بھی لکھ سکتا ہے لکھے ہماری کوشش سے اگر کسی ایک کا بھی بھلا ہو جائے تو وہ ہمارے لئے انعام سے کم نہیں۔

اک عمر گذاری ہے سرنوک قلم ساز
اک شعر کسی دل میں چھو جائیں گے اک دن

☆☆☆

ہمارا پیارا وطن
پاکستان

گمنام عید

اشفاق احمد
جدہ سے لکھتے ہیں

عید۔خوشیوں کی نوید۔پیام سعید۔کتنے ہی رنگ کی عید ہوتی ہے۔معصوم بچوں کے لیے خوشیوں کا جہاں ہوتی ہے۔جوانوں کے لیے امنگوں کے رنگوں سے سجی تصویر ہوتی ہے۔بوڑھوں کے لیے بیتی ساعتوں کا عکس ہوتی ہے۔امیروں کے لیے پیسوں سے سجی کوئی دکان جیسے اور غریبوں کے لیے کچھ ادھوری خواہشوں کی تعبیر ہوتی ہے۔بہنوں کے لیے بھائیوں سے فرمائش کرنے کا اک بہانہ اور ماں کے لیے بچوں کو ذائقوں سے روشناس کروانے کی اک تفسیر ہوتی ہے۔

یہ تو عید کے وہ رنگ ہیں جو ہم اپنے آس پاس بکھرے دیکھتے ہیں۔اس کے علاوہ کچھ خاص عیدیں بھی ہوتی ہیں۔کچھ خاص کچھ انمول عیدیں جو پاک وطن کے بیٹے مناتے ہیں جب وہ دفاع کے لیے گھروں سے دور ہوتے ہیں۔کچھ جیالے میدان جنگ میں عید کے لمحات گزارتے ہیں اور کچھ جانباز سرحدوں پہ پہرہ دیتے ہوئے عید کی خوشیوں کا تصور کرتے ہیں۔اور وہ شیر دل، وفا پرست بیٹے جو پاک مٹی پہ قربان ہو چکے ہیں، وہ اپنی عید جنت میں مناتے ہیں۔کیا بس عید کے اتنے ہی روپ ہوتے ہیں۔؟؟

۔۔نہیں۔۔آج میں آپ کو ایک نئی عید کے بارے میں بتاتا ہوں۔جسے کچھ لوگ جانتے ہیں، کچھ لوگ انجان اور بہت سے تو شعور بھی نہیں رکھتے اس عید کا۔اور وہ عید ہے۔۔۔'گمنام عید'۔۔وہ کون ہیں جو گمنام عید گزارتے ہیں؟ وہ وطن کے بیٹے ہیں۔وہ بیٹے جن کا نام کوئی نہیں جانتا۔وہ مناتے ہیں گمنام عید۔۔ان گنت گمنام عیدیں۔کتنے کرب میں ڈوبی ہوتی ہے۔ان کی گمنام عید، ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، چاہ کر بھی نہیں۔وہ اپنے لبوں پہ لفظ عید بھی نہیں لا سکتے۔کیونکہ وہ اپنی شناخت اپنے اندر دفن کر چکے ہوتے ہیں۔آپ سوچ سکتے ہیں کس لیے؟ دفاع وطن کے لیے۔اس پاک دھرتی کو قائم رکھنے کے لیے اپنی آنکھوں سے پہچان کے سب رنگ مٹا چکے ہوتے ہیں۔یہ گمنام سپاہی، یہ گمنام بیٹے اپنے نصیب میں خود گمنام عیدیں لکھتے ہیں، اپنا نام اپنی ذات خود فنا کرتے ہیں، وطن کی بقا کے لیے۔اپنے پیاروں کو اپنے دل کے نہاخانوں میں اپنے ہاتھوں دفن کرتے ہیں۔کس لیے آخر یہ سب کرتے ہیں وہ؟ شہرت کے لیے؟ کسی تمغے کی خواہش میں؟ یا پیسوں کی خاطر؟ شہرت کبھی پا نہیں سکتے وہ زندگی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد جب نام ہی نہیں آتا ان کا تو انعام کیسے مل سکتا ہے۔اور پیسوں کا سوچ بھی نہیں سکتے۔بھلا لہو بھی کبھی بکتا ہے۔

یہ سرفروش مجاہد دھرتی ماں کی آبرو پہ قربان کرتے ہیں خود کو۔پاک مٹی سے کیا عہد نبھاتے ہیں۔حق ادا کرتے ہیں اس گلشن کا جس نے ان کو سینچا ہے۔جو مٹی پروان چڑھائے گی اس پہ ڈھال تو بنیں گے نا، اسے جلتی دھوپ سے بچائیں گے نا۔یہ تو وہ فرض ہے جو اس دھرتی کے بیٹے ادا کرتے ہیں۔گمنامیوں کے جنگل میں خود کو گم کر کے یہ قرض چکاتے ہیں۔وطن سے دور کسی انجان سی جگہ یہ کسی اجنبی سے روپ میں یہ گمنام سپاہی ایک گمنام عید گزارتے ہیں۔ایک ایسی گمنام عید جو بچوں کی کھلکھلاہٹوں سے محروم ہوتی ہے۔جس میں جوانی کے بے فکرے قہقہے نہیں ہوتے۔جس میں کسی مہ وش کی کھنکتی ہنسی نہیں ہوتی۔جس میں ممتا بھرے ذائقے لیے کوئی پکوان نہیں ہوتے۔جس میں بہن کی شوخ چنچل فرمائشیں نہیں ہوتیں۔جس میں جوان کڑیل بھائیوں کا ساتھ نہیں ہوتا۔جس میں شفقت بھرا لمس یاد رنہیں ہوتا۔جو دوستوں کے انمول خزانوں سے محروم ہوتی ہے۔کیا آپ نے کبھی منائی ہے ایسی عید؟

سلام ہے وطن کے شیر جیالوں کو، سلام ہے پاکستان کے متوالوں کو۔سلام ہے فخر پاک کے حوالوں کو، سلام ہے راہ حق پہ چلنے والوں کو۔

سلام منزل فنا چھونے والی ہستیوں کو، سلام ہمت وشجاعت کی داستانوں کو۔سلام دھرتی کے گمنام سپاہیوں کو، سلام آئی ایس آئی کے جانبازوں کو۔رب ذوالجلال میرے وطن کے بیٹوں کا حوصلہ ہمیشہ جوان رکھے۔آپ سدا ہماری دعاؤں کا جھومر بنے رہیں۔ہر محاذ پہ کامیابی آپ کے قدم چومے۔ہر قدم آپ کو فتح مبین عطا ہو۔میری دھرتی کے سرفروش مسافر جہاں بھی رہیں۔ہمیشہ اللہ کی امان میں رہیں۔اللہ پاک کی رحمت ہمیشہ آپ پہ سایہ کیے رہے۔امین ثم امین۔آئی ایس آئی زندہ باد پاکستان پائندہ باد۔

☆☆☆☆

اس سلسلہ میں آپ بھی پیارے وطن کی خوبصورتی بیان کر سکتے ہیں پاکستان کے جاں نثاروں کو خراج تحسین پیش کر سکتے ہیں پاکستان کے ابھرتے ہوئے ہونہار وں سےمتعارف کروا سکتے ہیں۔ہمیں ای میل کریں یا پی او بکس پہ خط ارسال کریں جزاک اللہ

افسانے

انچارج وجیہہ سحر

رسمِ جہیز

تحریر۔۔۔مسکان احزم

یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ بھابھی؟؟ آپ کو تو ہمارے گھر کے حالات کا پتا ہے ناں۔ ہم اتنا جہیز اپنی بیٹی کو نہیں "دے سکتے۔" جہیز کی اتنی بڑی مانگ سن کر سکینہ کو زمین گھومتی ہوئی نظر آئی۔ ''تو ٹھیک ہے رکھیں اپنی بیٹی اپنے پاس۔ میرے بیٹے کو لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ بیاہ دیں اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ جو اسے چار جوڑوں میں لے جانے کے لیے راضی ہو جائے۔'' جہاں آرا تو جیسے پہلے ہی فیصلہ کر کے بیٹھی تھی۔ کچھ سوچے سمجھے بنا ہی اس نے اتنا بڑا فیصلہ سکینہ کو سنا دیا۔ بھابھی آپ پانچ سال سے جڑے اس رشتے کو کیسے ختم کرسکتی ہیں وہ بھی صرف جہیز کی خاطر۔" جہاں آرا کے الفاظ بم بن کر سکینہ پر گرے تھے۔ "میں تو کب کی اس رشتے کو ختم کر دیتی۔ بس تم لوگوں پر مجھے ترس آ گیا تھا۔ پانچ سال کوئی کم عرصہ نہیں ہے۔ اتنا وقت تم لوگوں کو دیا تھا تاکہ تم لوگ جہیز بنا سکو۔ اپنی بیٹی کو اچھی طرح رخصت کرسکو مگر اب بالکل نہیں وقت دوں گی۔ اگر آپ لوگ اپنی بیٹی کو یہ سب کچھ دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہماری طرف سے انکار ہی سمجھیئے جہاں آرا اپنی بات کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔'' بھابھی۔۔ بھابھی بات تو سنیئے''۔ سکینہ پکارتی ہی رہ گئی اور جہاں آرا سنی ان سنی کرتی ہوئی چلی گئی۔

سکینہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایک لمحے میں یہ سب کیا ہو گیا۔ اس پر تو جیسے یکے بعد دیگرے ساتوں آسمان ٹوٹ چکے ہوں۔ کچھ بھی تو نہیں بچا تھا باقی۔ سب کچھ ایک لمحے میں ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ اب وہاں صرف آنکھوں کے آگے دھواں دھواں ہی تھا۔ وہ صوفے پہ بے جان وجود کی طرح ڈھ گئی۔ دن بدن بڑھتی ہوئی پریشانیوں میں یہ سب بھاری اضافہ تھا۔ سب پریشانیاں ایک طرف اور بیٹی کو جہیز دینے کی فکر دوسری طرف۔ سکینہ کے شوہر بشیر کو تو جیسے چپ ہی لگ گئی ہو۔ نمل اپنے ماں باپ کو اس حالت میں دیکھ کر ہر وقت خود کو ہی کوستی رہتی تھی۔ وہ اس پریشانی کا ذمے دار خود کو ہی سمجھتی تھی۔ نمل کے ابا کھانا کھا لیں۔" کافی دیر سے کھانا چارپائی پر ان کے آگے پڑا تھا۔ مگر وہ جانے کن سوچوں میں گم بیٹھے تھے۔" مجھے بھوک نہیں ہے۔" کھانا پرے ہٹاتے ہوئے وہ چارپائی سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور سکینہ آنسو بہانے میں مصروف ہو گئی۔ یہ وہ خاندان تھا جسے دو وقت کی روٹی بھی بمشکل ملتی تھی۔ بشیر ایک نجی اسکول میں کلرک کی نوکری کرتے تھے۔ اور سکینہ دن رات سلائی کر کے زندگی کی گاڑی کو دھکیلنے میں بشیر کا ساتھ دے رہی تھی۔ مگر بڑھتی ہوئی مہنگائی کا پلڑا ان کی دن رات کی محنت سے بھاری تھا۔ اتنی معمولی سی آمدنی میں بیٹی کے لیے لاکھوں کا سامان بنانا صرف الہ دین کے چراغ سے ہی ممکن تھا۔ لیکن بیٹی کے سسرال والے یہ بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے تھے۔ انہیں غرض تھی تو بس خاندان میں اپنی ناک اونچی کرنے کی۔ بے شک لڑکی والے قرض لے لے کر اپنی ناک ہی کیوں نہ کٹوا ڈالیں۔۔۔۔۔۔

"نمل کی ماں! کیا بات ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟" سکینہ چارپائی پہ بیٹھی اپنے آنسوؤں سے لڑ رہی تھی جب بشیر نے آ کر اس کے یوں چھپ کر رونے کی وجہ دریافت کی۔" نمل کے ابا! وہی ہو گیا جس کا ڈر تھا۔" جہاں آرا بھابھی نے رشتہ ختم کر دیا ہے۔ زمانے والے اب جینا دوبھر کر دیں گے۔ بیٹی پر طرح طرح کے لوگ انگلیاں اٹھائیں گے۔ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ رشتہ جہیز کی مانگ کی وجہ سے ختم ہوا ہے بلکہ جتنے منہ ہوں گے اتنی ہی باتیں پھیلیں گی محلے میں۔" روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں ان کی۔ دروازے میں کھڑی نمل بھی یہ منظر برداشت نہ کرسکی اور دوپٹہ منہ پہ رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹتے کمرے میں چلی گئی۔ بشیر تو پہلے ہی دل کے مریض تھے۔ دل اتنا درد برداشت نہ کر سکا اور وہیں دل پکڑ کر ایک طرف کو ڈھ گئے۔ محلے والوں کی مدد سے سکینہ بشیر کو اسپتال لے گئیں۔ دل کا دورہ پڑا تھا لیکن اللہ نے جان بچا لی۔ اسپتال سے چھٹی مل گئی۔ سکینہ بشیر کو ٹیکسی پہ گھر لے آئیں۔ گھر کا دروازہ ویسے ہی کھلا تھا۔ نمل کو تو دروازہ لگانے کا بھی ہوش نہ رہا۔ ایک یہ لڑکی بھی نہ۔ باپ کی پریشانی میں دروازہ بھی نہیں لگایا۔ نمل کے ابا آپ یہاں بیٹھیے انہیں چارپائی پر بٹھا کر جیسے ہی وہ نمل کے کمرے کی حدود میں داخل ہوئی تو قدم وہیں زمین پر جکڑ گئے۔ سامنے کا منظر ایک ماں کی روح قبض کرنے کے لیے کافی تھا کہ نمل نے کمرے کی چھت سے لگے پنکھے کے ساتھ اپنی اور اپنے والدین کی پریشانیوں کا جھلا دیا تھا۔ اب نہ نمل دنیا میں رہی تھی اور نہ ہی کسی طرح کا غم اور پریشانی۔ لیکن یہ صرف نمل کا خیال تھا کہ وہ خود تو موت کی بھینٹ چڑھ کر دنیاوی مشکلات سے آزاد ہو گئی تھی مگر اپنے ناتواں والدین کو پریشانیوں اور دکھوں کی دلدل میں مزید دھنسا گئی تھی۔ نمل مری نہیں تھی اسے مارا گیا تھا۔ ہاں اسے ظالم معاشرے

نے موت کی بھینٹ چڑھایا تھا۔اس کا قتل کیا بھی تو کس نے جو کہلانے کو صرف ایک رسم ہے۔آج اس کی ماں نے اس رسم کو قاتل رسم قرار دے دیا تھا۔اس نے ایک نمل کو نہیں مارا تھا بلکہ ہر تیسرے گھر کی نمل اس کی بھینٹ چڑھتی ہے۔کہیں نمل کو پنکھے سے لٹکا دیا تو کہیں نمل کے سسرال والوں نے نمل کو زندہ جلا دیا۔کہیں نمل کو گھر سے نکال دیا تو کہیں نمل پر طلاق کا داغ لگا کر معاشرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔لیکن کہلانے کو صرف یہ ایک رسم ہے۔

ماں باپ کے سر سے تختی اتر کیوں نہیں جاتی

یہ رسم جہیز آخر مر کیوں نہیں جاتی

☆☆☆

محبت درد کی صورت

تحریر۔۔۔مالا راجپوت صفدر آباد

وہ آج ایک بار پھر ماضی کی یادوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ ذیشان نے آکر اس کا کاندھا ہلایا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آئی۔زینب اٹھو میں کب سے دیکھ رہا ہوں تم اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی ہو۔کوئی پریشانی ہے تو سنا لو تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا -ذیشان کے بے انتہا نرم لہجے پہ وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی کہ کیا یہ وہ ہی ذیشان سکندر ہے؟ جسے عائمہ عباس کے سامنے کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔اور پھر میں نے کب اپنے جذبوں کی نمائش کی تھی)۔وہ ایسا سوچتے ہوئے یہ بھول گئی تھی کہ اوپر بھی ایک ذات ہے جو کہتا ہے تم کہو تو میں سنتا ہوں اور تم سوچو تو میں جانتا ہوں

نصرت بیگم اور سلطان صاحب کے تین بچے تھے۔دو بیٹے اور ایک بیٹی زینب سلطان -بچپن سے ہی پڑھنے لکھنے کی شوقین -یوں تو ان کے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ پڑھنے کی اجازت نہ تھی مگر زینب کے شوق کو دیکھتے ہوئے سلطان صاحب نے اپنے لاڈلی بیٹی کو پڑھنے کی اجازت دے دی تھی۔اور زینب اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ خاندان کے وقار اور والدین کے مان کو کس طرح سے برقرار رکھنا ہے۔

زینب کہاں ہو بیٹا؟ میں کب سے آوازیں دے رہی ہوں کبھی ان کتابوں سے سر اٹھا کر بھی دیکھ لیا کرو ان کتابوں سے باہر بھی ایک دنیا ہے -نصرت بیگم زینب کو آوازیں دیتے ہوئے کمرے میں ہی آ گئیں۔یہ لو آج میں نے گاجر کی کھیر بنائی ہے پڑوس میں جو لوگ آئے ہیں بہت اچھے ہیں ان کے گھر دے آؤ۔

"خاموش محبت اس بہتے ہوئے دریا کی مانند ہے جس کی موجوں میں کوئی طلاطم نہیں ہوتا" سر آپ کو ہمارے گھر نہیں آنا چاہیے تھا۔زینب نے چائے لاتے ہوئے ذیشان کو دیکھ کر کہا -کیوں بھئی میں کیوں نہیں آ سکتا؟ میری گڑیا کی طبیعت خراب ہے اور میں دیکھنے نہ آؤں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ذیشان نے زینب سے نظریں چراتے ہوئے لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے کہا"۔اب میں گڑیا نہیں ہوں چودھویں کی طالبہ گڑیا نہیں ہوتی "زینب نے کچھ سوچا۔

کیا سوچ رہی ہے میری ننھی پری؟" ذیشان کی یہ بات ایک بار پھر اسے تپا گئی تھی " کچھ نہیں سر آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں بے خبر ہوں کہ آپ کے اور عائمہ کے بیچ کیا ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے۔زینب اصل بات گول کر گئی تھی کہ ذیشان کا اسے چھوٹی بچی کی طرح سمجھنا اسے بالکل پسند نہیں تھا۔ مگر یہ بات اسے پہلے اتنی بری نہیں لگتی تھی بلکہ اسے اچھا لگتا تھا کہ سر اس سے اس طرح بات کرتے ہیں مگر اب اسے کیوں برا لگتا تھا یہ بات وہ سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

ارے اس بات پہ زینی صاحبہ کو پریشان ہونے کی ضرورت ننھی سی جان پہ ظلم نہ کریں ایسی چھوٹی موٹی باتیں ہمارے بیچ ہوتی رہتی ہیں تمہیں پتا تو ہے میں اسے منا لوں گا تم عائمہ کی فکر نہ کرو -ذیشان نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے عرصے کے لیے ناراض ہوئے تھے۔

یہ تو مجھے پتا ہے سر کہ آپ انہیں منا لیں گے اور وہ مان بھی جائیں گی۔بہت چاہتی ہیں عائمہ آپ کو -زینب نے جیسے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ہاں یہ تو ہے وہ مجھے بہت چاہتی ہے اور میں بھی۔ذیشان کے تصور میں جیسے عائمہ کا بے پناہ حسین سراپا لہرا گیا۔ذیشان کا چہرہ عائمہ کی بات کرتے ہوئے ایسے ہی چمکنے لگتا تھا اور ایک دم ہی خوشگوار ہو جاتا تھا۔زینب جانتی تھی تبھی عائمہ کی بات شروع کی تھی۔

سر آپ سے ایک بات بولوں؟ زینب نے ذیشان سکندر کی طرف براہ راست دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں جی بولو !ذیشان نے مسکراتے ہوئے کہا۔اسے زینب بہت عزیز ہوگئی تھی اور وہ اسے آج بھی دسویں جماعت کی طالبہ کی طرح ہی گپ شپ کرتے تھے۔

سر عائمہ بہت لکی ہیں کہ انہیں آپ جیسے شخص کی محبت ملی انہیں آپ کی قدر کرنی چاہیے -زینب نے ذیشان کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا کہ اسے شک ہو کہا گر وہ اس کہ طرف دیکھتی رہی تو اس کا وہ راز جو اس نے خود سے بھی کہنے کی جرات نہیں کی اس کی آنکھیں نہ بول دیں۔

نہیں زینی وہ بہت اچھی ہے اور لکی وہ نہیں میں ہوں۔ذیشان سکندر جذب سے بول رہے تھے۔

زینب کا دل ایک دم ہی اچاٹ ہو گیا تھا -ابھی کچھ دیر پہلے اس کا دل کر رہا تھا کہ ذیشان بیٹھے رہیں اور وہ ان سے اسی طرح باتیں کرتی رہے اور پھر اس نے خود کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ سر مجھے لگتا ہے مجھے تھوڑی دیر آرام کرنا چاہیے کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہی۔چلو ٹھیک ہے میں چلتا ہوں -جلدی سے ٹھیک ہو جا پھر ملتے ہیں -اپنا خیال رکھا کرو۔جوب میں

زینب صرف سر ہلا سکی -وہ کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھی -گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا تھا- ساجدہ بیگم اور سکندر صاحب کے تین بیٹے تھے - سب سے بڑا سفیان سکندر پھر ذیشان سکندر اور سب سے چھوٹا ارمغان سکندر- ذیشان کی منگنی اس کی تایازاد عائمہ سے ہو چکی تھی -دونوں میں بہت بنتی تھی - ذیشان لیکچرار تھا اور زینب کر پڑوس میں رہتا تھا- دونوں خاندانوں کے بہت اچھے تعلقات تھے اور سلطان صاحب کو ذیشان کا سلجھا ہوا انداز بہت پسند تھا اس لیے زینب کو ذیشان سے پڑھنے کی اجازت دے دی تھی"- یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ وقت کو گزرنا ہے اور وہ گذر جاتا ہوتا ہے- وقت اور لمحات کو قیام میسر نہیں مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو گزر جانے کے باوجود ہمارے اندر سانس لے رہی ہوتی ہیں -"

زینب نے کالج جانا شروع کر دیا تھا مگر اس کا وہی معمول تھا سارے دن کی باتیں ذیشان سے بیان کرنا- وہ ذیشان کے ساتھ بہت جڑ گئی تھی -اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اسکول سے لے کر کالج تک اس کی کوئی دوست نہیں تھی -بلا وجہ کی دوستیاں پالنا اسے پسند نہیں تھا- اسے ہر بات ذیشان سے کرنے کی عادت سی ہو گئی تھی -اب اگر دو دن بھی ان سے بات کیے بغیر گزر جاتے تو اسے ایسے لگتا کہ جیسے صدیاں گزر گئی ہوں ان سے بات کیئے ہوئے- کبھی کبھی جب وہ یہ سوچتی اور خود سے سوال کرتی -یہ کیا ہے زینب؟ تو وہ گھبرا جاتی اور اپنے سوال کا خود ہی جواب دیتی کچھ بھی تو نہیں ہے یہ -بس وہ میرے بہت اچھے اور پسندیدہ استاد ہونے کے ساتھ ساتھ میرے بہترین دوست بھی تو ہیں -اسی لیے ان سے بات کیے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا اور تو کچھ بھی نہیں ہے -اور دل اس بات کی مکمل طور پر نفی کر دیتا- نہیں زینب یہ نہ کچھ اور ہے اور سوچ اگر یہ تیرے گھر والوں یا استاد کو پتا چل گیا تو ان کے اعتماد کو کتنا بڑا دھچکا لگے گا- نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم مجھے بہکا رہے ہو- میں تمہاری باتوں میں آنے والہ نہیں ہوں-اور جب وہ ان سوالوں سے تنگ آ جاتی تو قرآن پاک پڑھنے لگتی کہ "بے شک دلوں کا چین تو اللہ کے ذکر میں ہی ہے"

وہ اک دعا جو میری نامراد لوٹ آئی زباں سے

روٹھ گیا پھر سوال کا موسم

وہ امی کو بتا کے ڈوپٹہ اچھی طرح اوڑھ کر باہر آ گئی تھی اور ذیشان کے گھر کی گھنٹی بجا دی -اس کا صبح امتحان تھا تو اس نے سوچا استاد کے پاس تیاری کر لیتی ہوں -وہ آئی تو برآمدے میں ذیشان اور عائمہ ساتھ ساتھ بیٹھے کسی بات پہ ہنس رہے تھے -دونوں ساتھ میں بہت اچھے لگ رہے تھے مگر زینب کے اندر کچھ ٹوٹا ہوا تھا مگر کیا؟ وہ سمجھ نہ پائی- ذیشان اسے دیکھ چکا تھا اس لئے فورا "بولا ارے زینی آ ؤ باہر کیوں کھڑی ہو-

وہ اندر آ گئی -سلام کہہ کر خاموشی سے بیٹھ گئی- اسے ذیشان کا اسے زینی کہنا بہت پسند تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو ان کے زینی کہنے پہ چہکتی مگر آج وہ کچھ بول ہی نہ پائی تھی-

ذیشان اسے بیٹھنے کا کہ کر خود پھر سے عائمہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا معا "اسے زینب کا خیال آیا -اتنی خاموشی وہ بھی زینب سلطان کی طرف سے؟ وہ تو آتے ہی دن بھر کے قصے سنانا شروع ہو جاتی تھی-

کیا ہوا زینی؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟ جی استاد مکرم سب ٹھیک ہے -اصل میں میرا امتحان ہے کل تو کچھ اہم چیزیں سمجھنا تھیں اگر آپ کے پاس وقت ہے تو نوازش ہوگی-

ارے میری ننھی پری...... تمہارے لیے وقت نہیں ہو گا تو پھر کس کے لیے ہو گا- یہ استاد مجھے ہر وقت معصوم پری اور گڑیا کیوں کہتے رہتے ہیں -اب اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں میں -زینب صرف سوچ کر رہ گئی (اس نے کتاب ذیشان کو دی اور اس کے برابر میں بیٹھ گئی -جن اہم مقامات کو اس نے نشان زد کیا ہوا تھا وہ اسے سمجھانے لگے تھے-

دوست بھی تو ہیں -اسی لیے ان سے بات کیے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا اور تو کچھ بھی نہیں ہے -اور دل اس بات کی مکمل طور پر نفی کر دیتا- نہیں زینب یہ نہ کچھ اور ہے اور سوچ اگر یہ تیرے گھر والوں یا استاد کو پتا چل گیا تو ان کے اعتماد کو کتنا بڑا دھچکا لگے گا- نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم مجھے بہکا رہے ہو- میں تمہاری باتوں میں آنے والہ نہیں ہوں-اور جب وہ ان سوالوں سے تنگ آ جاتی تو قرآن پاک پڑھنے لگتی کہ "بے شک دلوں کا چین تو اللہ کے ذکر میں ہی ہے"وہ اک دعا جو میری نامراد لوٹ آئی زباں سے روٹھ گیا پھر سوال کا موسم"

وہ امی کو بتا کے ڈوپٹہ اچھی طرح اوڑھ کر باہر آ گئی تھی اور ذیشان کے گھر کی گھنٹی بجا دی -اس کا صبح امتحان تھا تو اس نے سوچا استاد کے پاس تیاری کر لیتی ہوں -وہ آئی تو برآمدے میں ذیشان اور عائمہ ساتھ ساتھ بیٹھے کسی بات پہ ہنس رہے تھے -دونوں ساتھ میں بہت اچھے لگ رہے تھے مگر زینب کے اندر کچھ ٹوٹا ہوا تھا مگر کیا؟ وہ سمجھ نہ پائی- ذیشان اسے دیکھ چکا تھا اس لئے فورا "بولا ارے زینی آ ؤ باہر کیوں کھڑی ہو-

وہ اندر آ گئی -سلام کہہ کر خاموشی سے بیٹھ گئی- اسے ذیشان کا اسے زینی کہنا بہت پسند تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو ان کے زینی کہنے پہ چہکتی مگر آج وہ کچھ بول ہی نہ پائی تھی-

ذیشان اسے بیٹھنے کا کہ کر خود پھر سے عائمہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا معا "اسے زینب کا خیال آیا -اتنی خاموشی وہ بھی زینب سلطان کی طرف سے؟ وہ تو آتے ہی دن بھر کے قصے سنانا شروع ہو جاتی تھی-

کیا ہوا زینی؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟ جی استاد مکرم سب ٹھیک ہے -اصل میں میرا امتحان ہے کل تو کچھ

اہم چیزیں سمجھنا تھیں اگر آپ کے پاس وقت ہے تو نوازش ہوگی۔

ارے میری ننھی پری...... تمہارے لیے وقت نہیں ہوگا تو پھر کس کے لیے ہوگا۔ یہ استاد مجھے ہر وقت معصوم پری اور گڑیا کیوں کہتے رہتے ہیں -اب اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں میں -زینب صرف سوچ کر رہ گئی (اس نے کتاب ذیشان کو دی اور اس کے برابر میں بیٹھ گئی -جن اہم مقامات کو اس نے نشان زد کیا ہوا تھا وہ اسے سمجھانے لگے تھے۔

ادھر عائمہ کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزرا تھا -اسے ذیشان کا یوں اسے نظر انداز کر کے زینب کی طرف متوجہ ہونا بالکل اچھا نہیں لگا تھا- ٹھیک ہے ذیشان میں چلتی ہوں -عائمہ نے کھڑے ہوتے کہا

ذیشان بھی فورا "کھڑے ہو گئے تھے -چلو میں تمہیں دروازے تک چھوڑ دوں گا انہیں عائمہ کا مزاج بگڑتا محسوس ہوا تھا تبھی اسے دروازے تک چھوڑنے آ گئے۔ تم اتنی جلدی جا رہی ہو- تمہیں مجھ سے کوئی ضروری بات کرنا تھی نا؟ ذیشان نے کہا

جب اپنی چہیتی سے فرصت مل جائے تو بتا دینا کر لوں گی بات -اصل میں میری بات بے فائدہ ہے اور وہ تمہارے لیے زیادہ اہم ہے -عائمہ نے تنک کر جواب دیا

کیسی باتیں کر رہی ہو عائمہ؟ وہ بچی ہے اور بہت گھلی ملی ہوئی ہے میرے ساتھ -وہ چار سال سے میرے پاس پڑھ رہی ہے -اسے عادت ہے میرے ساتھ ہر بات بیان کرنے کی -سچ پوچھیے تو تمہارا اور اس کا کیا مقابلہ۔۔۔۔۔۔۔

اتنی بھی بچی نہیں ہے ذیشان -وہ اب بڑی ہو گئی ہے -اور اگر وہ تم سے اتنی گھل مل گئی ہے تو تمہیں یہ سب کچھ ختم کرنا ہوگا -مجھے اچھا نہیں لگتا اس کا یوں ہر وقت تمہارے ارد گرد رہنا۔ ٹھیک ہے میں بات کروں گا زینب سے -اب خوش؟ یار تم ایسے ناراض نہ ہوا کرو -تم جانتی بھی ہو تمہاری ناراضگی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔

ہاں میں جانتی ہوں عائمہ نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے اب میں چلتی ہوں پھر شام کو بات ہوگی۔ وہ چلی گئی تھی اور ذیشان پریشان ہو گئے تھے۔ کیونکہ یہ پہلی بار ہوا تھا کہ ان کا زینب کی وجہ سے جھگڑا ہوا تھا- دوسری طرف زینب عائمہ کا رویہ دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ وہ ذیشان سے ملنا کم کر دے گی کیونکہ ان سے نہ ملنا تو شاید اب اس کے بس میں نہیں تھا مگر اسے یہ بھی کہاں گوارہ تھا کہ کوئی اس کے کردار پہ شک کرے

وہ خود کو سنگ کہتا ہے چلو ہم ایسا کرتے ہیں۔

یہ دنیا چھوڑ کر اس کو ذرا دلگیر کرتے ہیں۔

کتنا گریز کیا تھا اس نے ذیشان کی سے محبت کرنے سے۔ کتنا کتراتی تھی خوابوں کا ہاتھ تھامنے سے وہ -کتنا چھپتی تھی خوابوں کے آئینوں سے مگر اتنے گریز، اتنے بچاؤ کے باوجود بھی وہ محبت کی اس دلدل میں پھنس گئی تھی اور اب کتنا مشکل تھا اپنے پاؤں اس سے نکالنا- کیا تھا اگر وہ خواب نہ دیکھتی، خوابوں کے ریت محل نہ جوڑتی، جانتی تو تھی وہ کہ ریت محل پل میں ٹوٹ جاتے ہیں -خود ہی سمجھاتی تھی وہ اپنے دل کو کہ وہ جو اتنی حقیقت پسند لڑکی ہوا کرتی تھی کس طرح اپنا آپ خواب جزیروں میں کھو بیٹھی کیا اس کی عمر کا قصور تھا یا دل کا جو اس کا ہوتے ہوئے بھی اسے دھوکا دے گیا تھا- جس بات کو وہ ہمیشہ جھٹلاتی آئی تھی -خود اپنے سامنے بھی اقرار کرنے سے ڈرتی تھی -جس دل کو ہمیشہ سمجھاتی آئی تھی آج اسی دل کی ضد کے سامنے ہار گئی تھی -آج وہ اپنی محبت کا اقرار کر رہی تھی۔

اور اس محبت کا انجام سوچ کر ہی وہ کانپ گئی تھی۔ کیا سوچیں گے سب اس کے بارے میں؟ عائمہ کا شک یقین میں بدل جائے گا -اور ذیشان۔۔۔۔۔۔

وہ تو شاید کبھی اس سے بات بھی نہ کریں جو کہ اسے کسی قیمت پر منظور نہیں تھا -وہ بنیادی طور پر بزدل لڑکی تھی نہیں میں کبھی ذیشان کو یہ سب پتا نہیں چلنے دوں گی -میں ان سے ملنا کم کر دوں گی ہاں یہ ٹھیک رہے گا میں ان سے ملنا کم کر دوں گی۔

وہ خود سے ہی عہد و پیمان باندھ رہی تھی اور تقدیر ہنس رہی تھی کہ "انسان اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہے پوری تدابیر اختیار کرتا ہے مگر دو چیزیں ان سب کے درمیان کھڑی ہو جاتی ہیں ایک موت اور دوسری تقدیر" محبت روح میں اترا ہوا ستم ہے سو جان جاں تعلق ختم ہونے سے محبت کم نہیں ہوتی

" کچھ لوگ نگاہ کی طرح ہوتے ہیں وہ چاہے کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں دل ان کی روح میں سمٹ جانے کو بے چین رہتا ہے"

آج عائمہ کو ناراض ہوئے پورے پندرہ دن ہو گئے تھے اور ذیشان نے اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی -مگر اس کی وہی ضد تھی کہ انہیں زینب کو چھوڑنا ہوگا۔

اتنے دن سے ذیشان اسے یہی سمجھا رہے تھے کہ اس چھوٹی سی بچی نے اس کا کیا بگاڑا ہے -اس نے تو ہمیشہ بہت پیار اور احترام سے اس کی بات کی تھی- اور وہ جواب میں یہی کہتی تھی کہ وہ ابھی چھوٹی ہے اسی لیے تو کہہ رہی ہوں اس سے ملنا چھوڑ دو -اسے تمہاری اتنی عادت ہو گئی ہے کہ ایک دن تم سے ملے بغیر، تم سے بات کیے بغیر اس کو گزارہ نہیں ہے یہ آگے جا کے اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔

ذیشان اسے زندگی میں آگے بڑھنا ہے -اگر مجھے پتا ہوتا کہ اسے آپ کی اتنی عادت ہو جائے گی تو میں بہت پہلے چھڑوا دیتی مگر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا مہربانی کر کے میری بات مان لو -میں نہ تم پہ شک کر رہی ہوں نہ اس پہ -بس یہ جو بھی ہو رہا ہے یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔

اور اتنے دن سے وہ اس بات پہ غور کر رہے تھے مگر

زینب کی وجہ سے چپ تھے۔ مگر آج انہیں عائمہ کی باتیں ٹھیک لگ رہی تھیں۔ یہ عائمہ سے دوری کی وجہ سے تھا یا واقعی انہیں اس کی باتیں ٹھیک لگی تھیں یہ وہ نہیں جانتے تھے مگر ایک فیصلے پہ پہنچ کر وہ پرسکون ہو گئے تھے۔

آج صبح سے ہی موسم خوشگوار تھا۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش کے امکان بہت زیادہ تھے۔

آج پورے پانچ دن ہو گئے تھے اسے سر سے ملے ہوئے اور اسے یہ پانچ دن پانچ صدیوں کے برابر لگ رہے تھے۔ پانچ دن سے وہ دل کو یہی سمجھا رہی تھی کہ اسے ذیشان سے ملنے کی عادت کم کرنی ہے۔ مگر آج تو دل نے رٹ ہی لگا لی تھی اور پھر دل کی تاویلوں سے تنگ آ کر اس نے سوچا کبھی کبھی ملنے سے کیا ہوتا ہے اور پھر پرانی عادتیں اتنی جلدی تھوڑی چھوٹتی ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ استاد اسے کتنا ڈانٹیں گے کہ اتنے دن سے کہاں تھی۔ آئی کیوں نہیں۔ وہ یہی سب سوچتے ہوئے صحن میں پہنچی تو ذیشان بن سنور کر اپنے کمرے سے نکلا تھا۔

زینب نے سلام کیا اور ساتھ ہی پوچھا۔ آپ کہیں جا رہے ہیں کیا؟

ہاں! تمہیں پتا تو ہے آج عائمہ کا یوم ولادت ہے اور وہ اپنا یہ دن میرے بغیر نہیں منایا کرتی۔

جی بس ذہن سے نکل گیا تھا۔ آپ اب جا رہے ہیں کیا؟

زینب کو لگا تھا سر رک جائیں گے۔ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس بیٹھیں گے کہ وہ اتنے دن کے بعد آئی ہے مگر وہ بولے تو صرف اتنا کہ ہاں جا رہا ہوں تم بھی چلوگی؟

نہیں جی آپ جائیں۔ میری طرف سے بھی مبارک باد دے دیجیئے گا۔

زینب جانتی تھی وہ مذاق سے اسے ساتھ چلنے کا کہہ رہے ہیں۔

ہاں بھئی میں تو جاؤں گا ہی۔ کیونکہ مجھے اپنی جان پیاری ہے اور نا جا کر میں عائمہ کے ہاتھوں ضائع نہیں ہونا چاہتا۔ وہ ہنستے ہوئے چلے گئے تھے۔ اور زینب وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

"محبت یکطرفہ ہو یا دوطرفہ اس کا درد، جلن اور مسافت یکساں ہوتے ہیں۔ اب یہ کرنے والے پر منحصر ہے کہ اس کی محبت کس شدت کی تھی اور اس کا کرب جھیلتے ہوئے وہ کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ کتنا چھوٹا سا لفظ ہے "محبت" اور کتنی شدید بے بسی عطا کر دیتا ہے"

اس دن وہ بہت روئی تھی۔ گڑگڑا کر اپنے اللہ سے اس راز کو راز رکھنے کی اور اپنے لیے صبر کی دعا کی تھی اور "بے شک وہ سب سے بہتر راز دار ہے"

"محبت کے ان گنت رنگ اور بے شمار کیفیتیں ہیں۔ ایک طرف تو یہ اپنے مقابل کو اتنا کمزور کر دیتی ہے کہ بات بے بات پلکیں بھیگنے لگتی ہیں۔ لیکن یہ وہ طاقت بھی عطا کرتی ہے کہ آپ خالی ہاتھ تہی دامن ساری دنیا سے لڑنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ذرا ذرا سے کھٹکے پہ چونک جانے والوں کو اتنا بہادر بنا دیتی ہے کہ ایک محبوب سے جدائی کے سوا باقی ہر خوف اپنا وجود کھونے لگتا ہے"

آج ذیشان سکندر اور عائمہ عباس کی منگنی تھی اور زینب چھت پہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے، جائے یا نا جائے مگر جانا تو تھا ہی ورنہ وہ سب کو کیا جواب دیتی۔ مگر جانے کا سوچتی تو خود کو بے بس پاتی۔ اور جب اسے کوئی راہ دکھائی نہ دیتی تھی تو وہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی تھی اس سے صبر کی دعا کی مانگتی تھی اور یہ اس کا یقین ہی تھا کہ اس کے رب نے اسے کبھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

اس نے وضو کیا اور جائے نماز پہ بیٹھ کر گڑگڑا کر دعا مانگنے لگی۔ اے میرے مالک تو مجھے حوصلہ دے مجھے صبر دے۔ اس راز کا امین صرف تو ہے اور میری تجھ سے التجا ہے کہ اسے اپنے تک ہی رکھنا میں اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کو اپنی وجہ سے دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس شخص کو بے حساب چاہا ہے مگر میں اپنے والدین کو بھی اپنی ذات سے کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تو مجھے صبر دے میرے مولا۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ جی بھر کر کے رو کے دعا کرنے کے بعد اسے ہمیشہ ہی سکون مل جاتا تھا جیسے کوئی انجانی طاقت اسے یقین دلاتی ہو کہ ایسا ہی ہوگا جیسا وہ چاہتی ہے۔ وہ تازہ دم ہو کر ذیشان کے گھر آ گئی تھی۔ تقریب صحن میں ہی تھی۔ خالہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں۔ لو بھئی میری بیٹی آ گئی ہے اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ آ جا بھئی پیچھے کیوں کھڑی ہو۔ ذیشان تمہیں چھوٹی بہنوں کی طرح عزیز رکھتا ہے آ ادھر یہ گجرے پہنو۔ اور وہ کسی بے جان مورتی کی طرح ان کے سامنے ہاتھ کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔ مسکرا بھی نہ سکی۔

اتنے میں سب مہمان آ گئے تھے۔ عائمہ اور ذیشان کو اسٹیج پر لایا گیا۔ زرد رنگ کے سجے سنورے لباس میں ہونٹوں پر انمول مسکراہٹ کھلائے عائمہ تھی۔ خوبصورت شیروانی میں ذیشان اعتماد کی چال چلتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ذیشان نے عائمہ کا ہاتھ تھاما اور سونے کی دمکتی خوبصورت سی انگوٹھی اس کی تیسری انگلی کے سپرد کر دی۔

زینب جانتی تھی کہ وہ جو کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے یہ اس کی تھوڑی دیر پہلے مانگی جانے والی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور پھر وہ اسٹیج پر گئی تھی عائمہ اور ذیشان کو مبارک باد دی تھی۔ اس سے یہ سب کون سی طاقت کروا رہی ہے وہ جانتی تھی۔ اور اپنے رب پہ اس کا یقین اور بھی پختہ ہو گیا تھا۔

میرا تعجب عجب نہیں ہے
وہ شخص پہلے سا اب نہیں ہے
وفا کا کیا گلہ کروں میں اس سے
وہ میرا کب تھا جو اب نہیں ہے

آج پھر دل نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی -انہیں دیکھنے کی ان سے باتیں کرنے کی - لیکن اب اس نے دل کا کہا ماننا چھوڑ دیا تھا-

"آج کل وہ اس مقولے پر پورا عمل کر رہی تھی- مگر دل جیسی ڈھیٹ شئے اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی-دل کی بات پہ کان نہ دھرتے ہوئے کالج سے آتے ہی وہ ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی تھی -اور جب رات کو سونے کے لیے بستر پہ لیٹی تو اسے انجانی سی خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ آج پہلی بار اس نے اپنے دل کو مات دے دی تھی

یہ دل بھلاتا نہیں ہے محبتیں اس کی پڑی ہوئی تھی مجھے کتنی عادتیں اس کی آج اس نے کالج سے چھٹی کی تھی سب لوگ ماموں کی طرف جا رہے تھے مگر اس کا کہیں جانے کا دل نہیں کر رہا تھا اور اب وہ پچھتا رہی تھی کہ اس نے چھٹی کیوں کی - عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی وہ کمرے میں آ کر لیٹ گئی تھی -امی تیار ہو کر آئیں تو اسے ایسے ہی سر جھاڑ منہ پہاڑ لیٹے دیکھ کر حیران رہ گئیں -زینب چلنا نہیں ہے کیا بیٹا؟ سب تیار ہو گئے ہیں اور اپنے ابو کا تمہیں پتا ہے نا ذرا سی تاخیر برداشت نہیں کرتے وہ - چلو اٹھو جلدی سے تیار ہو جا میرا بچہ -نصرت بیگم نے لاڈ سے کہا امی میں نہیں جا رہی میری طبیعت نہیں ٹھیک -سر میں بہت درد ہے- چلو ٹھیک ہے تم آرام کرو اور دروازہ اچھے سے بند کر لو- زینب نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور دوبارہ اسی حالت میں لیٹ گئی" - کیسی طاقت ہوتی ہے محبت میں جو مضبوط حوصلہ دل کو عطا کرتی ہے کہ دل بدگمان ہو پاتا ہے محبوب سے نا بچھڑنے کے گر سکتا ہے -جدائی مقدر بن جائے پھر بھی خوش فہمی کے اوج پر رہتا ہے، ہجر کے راستے پر قدم رکھ کر بھی بار ہا پلٹ کر دیکھتا ہے کہ کچھ بدلا تو نہیں، کوئی آہٹ کوئی آواز مجھے بلا تو نہیں رہی "ذیشان صاحب کتنے مصروف ہو گئے ہیں ان کے پاس میرے لیے وقت ہی نہیں ہوتا حالانکہ انہیں پتا بھی ہے کہ میں ایک دن بھی ان سے بات نہ کروں تو میرے پاس کتنی باتیں جمع ہو جاتی ہیں -پتا نہیں وہ ایسے کیوں ہو گئے ہیں پہلے بھی تو ان کی یہی ترتیب تھی پھر بھی وہ میرے لیے وقت نکالتے تھے میرے ساتھ ڈھیروں باتیں کرتے تھے میری باتیں سن کر کتنا ہنستے تھے اور اب وہ سب باتیں جیسے خواب ہی ہو گئی ہیں -یہی سب سوچتے ہوئے وہ نہ جانے کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی تھ اور پھر اس کی آنکھ ڈور بیل کی آواز پہ کھلی تھی

بہت سوچنے کے بعد ذیشان اس نتیجے پہ پہنچے تھے کہ وہ زینب سے سختی سے بات کریں گے اور اس کے سامنے کمزور نہیں پڑیں گے - کیونکہ یہ اس کے مستقبل کا سوال تھا وہ چاہتے تھے کہ وہ زندگی میں آگے بڑھے کامیاب زندگی گزارے -وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک عادت کی وجہ سے وہ زندگی میں کچھ نہ کر سکے اور پھر شادی کے بعد انہیں دوسرے شہر جانا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس سے پہلے ہی زینب کو سمجھا دیں گے کہ اسے ان کے بغیر ہی رہنا ہے اسے اپنی عادت ختم کرنا ہوگی" -وہ تو اسے ایک عادت ہی سمجھ رہے تھے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ پاگل تو محبت کی دلدل میں پھنس چکی ہے جس سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا "وہ میری ہر بات مانتی ہے آج تک میری کوئی ایسی بات نہیں ہے جو زینی نے نہ مانی ہو وہ ضرور سمجھ جائے گی -اور پھر وہ خود ہی تو کہتی ہے کہ استاد جی بس آپ کا سبق ہے جو مجھے سمجھ آتا ہے) -انہیں یہ نہیں پتا تھا کہ وہ تو ان سے گھنٹوں باتیں کرنے کے لیے ایسا کہتی تھی کہ وہ بولتے رہیں اور وہ سنتی رہے (لیکن آج کچھ بھی ہو میں اس کے سامنے کمزور نہیں پڑوں گا اگر وہ ایسے قائل نہ ہوئی تو میں اسے سختی سے سمجھاؤں گا -وقتی طور پر اسے میری باتیں بری لگیں گی مگر بعد میں وہ ضرور سمجھ جائے گی کہ میں نے یہ سب اس کی بھلائی کے لیے کیا تھا -عادت ہی تو ہے عادت تو بدلی جا سکتی ہے) - مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جو محبتیں رگوں میں خون کی مانند دوڑتی ہوں ان کے بغیر رہنا آسان نہیں ہوتا(وہ سوچ رہے تھے کہ آج کالج سے واپسی پر وہ زینب سے بات کریں گے-

اک ہنر تھا ،کمال تھا ، کیا تھا
مجھ میں تیرا جمال تھا، کیا تھا
جس پہ دل سارے عہد بھول گیا
بھولنے کا سوال تھا،کیا تھا
تتلیاں تھے ہم اور قضا کے پاس
سرخ پھولوں کا جال تھا، کیا تھا

"انسان اپنی زندگی میں بیک وقت کئی کیفیات سے گزرتا ہے ابھی وہ خود کو یقین کی سرحدوں پہ کھڑا پاتا ہے کہ یکا یک انجانے ڈر وخوف وہ وہم وگمان اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں انسان کچھ سمجھ نہیں پاتا کہ جو وہ دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے یا پھر جو وہ سوچ رہا ہے وہ صحیح ہے"

زینب نے دروازہ کھولا اور آنے والے کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی یوں آنکھیں کھولے انہیں دیکھ رہی تھی کہ جیسے انہونی ہو گئی ہو-

استاد محترم آپ- - - - -؟ حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتے ہوئے بولی تو صرف اتنا-

ہاں جی میں- - - !اب اندر تو آنے دو کیا ہو گیا ہے زینی میں کوئی پہلی بار تھوڑی آیا ہوں جو تم یوں حیران ہو رہی ہو-

اور وہ ان کو کیا بتاتی کہ وہ ان کے آنے پہ حیران نہیں ہے وہ تو دل کی بے چینی پہ حیران تھی کہ کس طرح اس کے دل نے اسے ماموں کے گھر جانے سے روکا تھا اور کیوں روکا تھا یہ اسے اب سمجھ آیا تھا-

اس نے خاموشی سے ایک طرف ہو کر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تھا-

گھر پہ کوئی نہیں ہے کیا؟

نہیں سب ماموں کی طرف گئے ہیں -آپ بیٹھیں
تم نہیں گئیں؟
نہیں اصل میں میری طبیعت نہیں ٹھیک تو اس لیے نہیں گئی-
بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی ہے-
زینب کو تشویش ہوئی کیونکہ ذیشان صاحب اس کے ساتھ کبھی اتنے سنجیدہ انداز میں بات نہیں کرتے تھے-
وہ ان کے سامنے والے صوفے پہ ٹک گئی تھی -ان کے اچانک آنے کی خوشی میں جو دل دھڑک دھڑک کر بے حال ہو رہا تھا اب دبک کر بیٹھ گیا تھا-
زینب بچے جو بات میں تم سے کرنے جا رہا ہوں اسے غور سے سننا اور اس پر عمل بھی کرنا ہے-
جی جناب بولیے آپ کی پہلے کبھی کسی بات سے انکار کیا ہے؟ آپ ایسے نہ کہا کریں آپ مجھے حکم دیا کریں بہت مان کے ساتھ اور اس یقین کے ساتھ کہ آپ جو بھی کہیں گے میں مانوں گی-
مجھے اپنی گڑیا سے یہی امید تھی -ذیشان نے خوش ہوتے ہوئے کہا
تمہیں میرے اور عائمہ کے جھگڑے کے متعلق پتا ہے نا؟ ذیشان نے بات شروع کی-
زینب جواب میں صرف سر ہلا سکی-
اور اس کی وجہ کا بھی پتا ہے -ذیشان نے بات آگے بڑھائی-
جی حضور پتا ہے اور آپ نے کہا تھا کہ آپ انہیں سمجھائیں گے-
ہاں میں نے کہا تھا کہ میں اسے سمجھاں گا مگر زینی وہ ٹھیک کہہ رہی ہے-
تمہیں یہ عادت بدلنا ہوگی -بچے میں ہمیشہ تو تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا نا، ہمیشہ تو تمہیں اتنا وقت نہیں دے سکتا نا -تم ہر بات مجھ سے نہ پوچھا کرو کچھ مشورے انسان کو خود بھی لینے چاہییں-
زندگی میں کسی پہ اتنا اعتماد نہیں کرنا چاہیے کہ انسان اس کی سوچ کا محتاج ہو جائے اور میں نہیں چاہتا کہ تم زندگی میں پیچھے رہ جاتم میری سب سے اچھی شاگرد ہو اور میں تمہیں بہت آگے جاتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں-
مگر سر آپ سے بات کیے بغیر آپ سے پوچھے بغیر مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا -زینب کا لہجہ اور چہرے کے تاثرات نارمل ہی تھے -اس کے چہرے سے کبھی یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ اس کے اندر کیا چل رہا ہے-
یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ تم مجھ پہ اتنا اعتماد نہ کیا کرو اور اب ہم ایک دوسرے سے دور رہیں یہی ہم دونوں کے لیے بہتر ہے -تم خود سے نہ تو مجھ سے ملنے آؤ گی اور نہ فون پر بات کرو گی جب ضرورت ہوگی میں خود بات کر لیا کروں گا-
جب انہوں نے دیکھا کہ زینب ایسے نہیں مان رہی تو انہیں مجبورا "اپنے لہجے کو سخت کرنا پڑا-
یہ وہ ہی جانتے تھے کہ زینب سے اس طرح بات کرتے ہوئے انہیں کتنا دکھ ہو رہا تھا-
اور زینب کے اندر تو جیسے جنگ چھڑ گئی تھی - مگر بظاہر وہ پرسکون تھی اور بولی تو صرف اتنا.........
جی ٹھیک ہے ہم کبھی نہیں ملیں گے - کبھی بات نہیں کریں گے اور آپ جو بھی کر رہے ہیں میری بھلائی کے لیے ہی کر رہے ہیں-
مجھے پتا تھا تم میری بات سمجھ جاؤ گی -وہ ایک دم ہی خوش ہو گئے تھے-
وہ خاموش تھی جیسے کہنے کو کچھ باقی نہ رہا ہو -وہ کہتی بھی کیا جب وہ فیصلہ کر کے آئے تھے-
دل تو چاہ رہا تھا آج انہیں سب کچھ بتا دے ہر بات مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی -وہ خواہشوں کے پیچھے بھاگنے والی لڑکی نہ تھی-
اور ویسے بھی محبت بھیک تو نہیں ہوتی کہ وہ ان کے سامنے اپنا دامن پھیلا کر کہتی کہ وہ اس میں اپنی محبت ڈال دیں-
محبت میں زبردستی تا نہیں ہوتی کہ وہ ان کا گریبان پکڑ کر کہتی کہ مجھ سے محبت کریں-
وہ ایک بار ان سے کہہ چکی تھی کہ وہ اسے نہ چھوڑیں وہ ان کے بغیر نہیں رہ سکتی اب بار بار کہنے کی اس میں ہمت نہیں تھی-
اسے نہیں پتا اس کے بعد انہوں نے اس سے کیا کہا وہ چلے گئے تھے اور وہ وضو کر کے جائے نماز پر آ گئی تھی-
اے میرے مولا، میرے رازدار اگر اس شخص کی اتنی محبت، اتنا سا ساتھ بھی میری قسمت میں نہیں تھا تو تو نے اس کے لیے اتنی شدید محبت میرے دل میں کیوں ڈال دی-؟ میں نے کبھی تجھ سے انہیں اپنے لیے نہیں مانگا- میں نے ہمیشہ ان کی اور عائمہ کی خوشیوں کے لیے دعا کی ہے پھر وہ کیوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے--
وہ مجھے چھوڑ گئے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ میری ایک عادت ہے اور میں اسے بدل لوں گی مگر تو سب جانتا ہے-
تو جانتا ہے کہ میں اپنے تمام رشتوں کو ایمانداری سے نبھانے کہ قائل ہوں تو محبت کے رشتے میں خیانت کیسے کر سکتی ہوں-اور یہ بھی سچ ہے کہ

(بقیہ-صفحہ 51 پر ملاحظہ فرمائیں)

ایک بیٹی کی ڈائری سے

نمرہ فرقان

زندگی کبھی کبھی انسان کو عجیب کشمکش میں مبتلا کر دیتی ہے۔ "وہ لال جوڑے میں ملبوس بنی سنوری کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ ہر چیز سے بیگانہ وہ قلم اٹھائے لکھتی چلی جا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس کے لفظوں کو کسی نے زبان دے دی ہو۔ "میں آج ایک عجیب مشکل میں ہوں۔ کیا یہ خوشی کا دن ہے؟ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ "اس کی آنکھیں اسکے دل میں اٹھتے طوفانوں کا پتہ دے رہی تھیں۔ "سنا ہے یہ دن ہر لڑکی کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہوتا ہے تو پھر میں خوش کیوں نہیں۔ "غم کا ایک قطرہ اس کی آنکھ سے اڈ کر اس کے چہرے پہ رقص کرنے لگا۔ اس کے سرخ گال مزید سرخ ہو گئے تھے "بابا نے تو ہمیشہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا مگر مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ ان کی جان نے ان کی جان ہی نکال دی۔ "اس نے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں کو اپنی لرزتی انگلیوں سے صاف کیا۔ "مجھے آج بھی یاد ہے وہ دن جب عاقل کے والدین میرے لیے رشتہ لائے تھے۔ امی بابا کتنے خوش تھے نا۔ بابا تو تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے دنیا کی ساری خوبیاں اسی میں ہوں۔ وہ ہر لحاظ سے بہت اچھا تھا۔ اپنے نام کی طرح عقلمند سمجھدار اور سب سے بڑھ کر سب کا احترام اور خیال کرنے والا۔ ہم درمیانے طبقے سے تعلق رکھتے تھے تو اس نے اور اس کے والدین نے بھی ہم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ کبھی کبھی تو میں اپنی قسمت پر رشک کرنے لگتی تھی۔ وہ سب اتنے اچھے تھے کہ بابا نے زیادہ چھان بین کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کاش ! کر لیتے۔ "وہ تھرتھرا گئی آنسو رواں ہو گئے۔ اس نے ہاتھ میں قلم تھاما اور پھر قلم کی تیز رفتار اسکے آنسوؤں کے ساتھ ساتھ بڑھنے لگی جسے اس نے نہ روکا اور لکھتی چلی گئی۔ "پھر ایک دن زندگی بالکل پلٹ گئی۔ شادی میں تین دن باقی تھے۔ گھر میں تقریبات کا آغاز ہو

چکا تھا۔ میں مایوں کے پیلے جوڑے میں ملبوس سیڑھیاں اتر کر نیچے والے کمرے میں جا رہی تھی جب امی اور بابا کی دکھ بھری آواز سن کر ٹھٹھک گئی۔ "اب تو میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ میں انکی شرط پوری کر دوں۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے یہ شادی ٹوٹ گئی تو بہت بدنامی ہو گی۔ اب اور کوئی چارہ نہیں "بابا کے یہ الفاظ سن کر تو جیسے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر کمرے میں خود کو بند کر لیا۔ بابا کے چہرے کا رنگ اور امی کی آنکھوں کے آنسوؤں نے سارے سوالوں کے جواب دے دیے تھے۔ آنے والے تین دنوں میں اس نے بابا کو یا تو گھر میں موجود ہی نہ پایا وہ کسی دوست سے ادھار مانگنے صبح ہوتے گھر سے نکل جایا کرتے تھے یا کسی لمحے گھر میں نظر آ بھی جاتے تو انگلیوں پر پیسوں کا حساب کر رہے ہوتے اس لمحے اس کا دل ہل کر رہ جاتا اور اسے اس بات کا یقین ہونے لگتا بیٹیاں واقعی والدین پر بوجھ ہوتی ہیں۔ آج خدا خدا کر کے وہ دن بھی آ گیا , جس دن کے خواب میں نے ہر لمحہ دیکھے تھے اور کیوں نہ دیکھتی ان خوابوں پر تو ہر لڑکی کا حق ہوتا ہے، ان کی تعبیر کی پرواہ تو بیٹی کے بابا کو ہوتی ہے چند دن پہلے تک تو میں نے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں ان خوابوں سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ گھر چھوڑنے کا دکھ تو ہے ہی مگر اپنے گھر والوں کو اس قدر تکلیف دے کر چھوڑنے کا دکھ میری جان نکال رہا ہے۔ "وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ وہ لکھ رہی تھی کہ چند لڑکیوں نے بارات کے آ جانے کی خبر دی اور اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔ جاتے جاتے وہ اپنی ڈائری کھلی چھوڑ گئی تھی۔ اس نے لکھا تھا "میں سوچتی ہوں کہ نا چاہتے ہوئے بھی میرے والدین میری ہی وجہ سے دکھ اور تکلیف کا شکار ہو گئے۔ میرے والدین نے ایک بوجھ تو کندھوں سے اتار دیا مگر ادھار کا بوجھ انکے بوڑھے کندھے کب تک چکا پائیں گے کہیں وہ ادھار کے ملبے میں دب تو نہ رہ جائیں گے؟ جو پنوں کا محل میں بنا کرتی تھی آج خود کو قبر میں دھنستی ہوئی محسوس کر رہی تھی اب ان دکھوں کی قبر پر میں اپنی خوشیوں کا محل کیسے تعمیر کر سکتی ہوں...؟۔

☆☆

غزل

۔۔۔فرحت شکور

بڑی تنہا بڑی بے کل وہ بے آرام سی لڑکی
نہ جانے چاہتی ہے کیا وہ اک گمنام سی لڑکی

کبھی وہ دل کی ملکہ ہے کبھی سپنوں کی رانی ہے
بڑی ہی خاص ہے خود میں نہ سمجھو عام سی لڑکی

رواجوں کی اسیری ہی لکھی ہے اُس کی قسمت میں
سمجھتی ہے کہ ہوں آزاد وہ غلام سی لڑکی

نہ جانے اُس نے دل میں کونسا غم پال رکھا ہے
پریشاں حال رہتی ہے کسی الزام سی لڑکی

خدا جانے وہ کیوں خاموش رہتی ہے سرِ محفل
کوئی آنکھیں پڑھے اُس کی تو ہے پیغام سی لڑکی

اسے اندر سے جانے کون سا غم کھائے جاتا ہے
کہ مرجھائی ہوئی رہتی ہے وہ گلفام سی لڑکی

وہ جن سپنوں میں جیتی ہے وہ سپنے جان لے لیں گے
بہت پچھتائے گی اک دن وہ بدانجام سی لڑکی

ہیں اُس کی خواہشوں سے بھی بڑی مجبوریاں اُس کی
بہت مایوس رہتی ہے وہ خوش اندام سی لڑکی

غمِ دُنیا سے دل اُس کا بھرا ہے اس قدر لوگو
کہ ہنستے میں بھی روتی ہے چھلکتے جام سی لڑکی

نجانے اِس دہر میں کیوں مانگتی ہے اپنی قیمت وہ
نہیں معلوم یہ اُس کو وہ ہے بے دام سی لڑکی

غریبِ شہر کے حالات کی کس کو خبر صاحب؟
کہ اپنے خواب تک بیچے ہے وہ نیلام سی لڑکی

ہزاروں اس کے دیوانے مگر وہ تیری دیوانی
تجھ ہی کو ڈھونڈنے میں ہوگئی ناکام سی لڑکی

☆☆☆

قسط وار ناولٹ
پہلی قسط

کون ہو تم ......؟

تحریر
رفعت خان

اُٹھو نیناں بیٹا! دیکھو سورج سر پہ چڑھ آیا ہے تم ہو کہ ابھی تک سو رہی ہو،

امی جان۔۔۔۔۔۔آج چھٹی کے دن تو سونے دیں،(نیند کے خمار میں نیناں نے کروٹ بدلتے ہوئے جواب دیا)

بیٹا ہمارے گھر ایک لڑکی مہمان آئی ہے،

نیناں آنکھیں ملتے ہوئے خوشی سے اُٹھ بیٹھی کیا مہمان؟

ہاں مہمانوں کی شیدائی ، اٹھو اور ناشتہ کر کے اس مہمان لڑکی سے بات چیت کرنے کی کوشش کرو، نیناں کی بات کا جواب دیتے ہوئے شگفتہ صاحبہ باورچی خانہ کی طرف بڑھ گئیں نیناں جلدی سے اُٹھی اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد اپنی امی کے پاس باورچی خانہ میں آ کر ناشتہ کرنے لگی۔

امی وہ لڑکی ہے کون؟ چائے بناتے ہوئے نیناں نے سوال کیا،

معلوم نہیں بیٹا وہ کون ہے؟ آپ کے بابا کو کام کے دوران لاوارث ملی تو اپنے ساتھ تھانہ لے گئے ایس ایچ او صاحب نے ہر ممکن کوششیں کیں کہ اس سے کچھ جانچ پڑتال ہو سکے مگر اس کے ساتھ کوئی بہت بڑا حادثہ پیش آیا ہے۔جس کی وجہ سے شاید بولنے کی سکت تک کھو بیٹھی ہے تھانہ پولیس چوکی میں بہت گھبرا رہی تھی ایس ایچ او صاحب نے اس لڑکی کو پریشان دیکھا اور چونکہ تمہارے بابا اُن کے بھروسے مند آفسر اور بال بچوں والے بھی ہیں اس لیے اس لڑکی ذات کو ہمارے پاس گھر بھیج دیا تاکہ اس بچی کی گھبراہٹ کم ہو اور یہ بولنے کے قابل ہو جائے ، نیناں اپنی امی کی باتوں میں اس قدر کھو گئی کہ کب چائے ابل کر چولہے پہ گرنے لگی نیناں کو ہوش ہی نہ رہا،،، شگفتہ بیگم نے جلدی سے چولہا بند کیا اور بات کو جاری رکھتے ہوئے بتایا

بیٹا تمھاری ہم عمر ہے شاید تم سے مانوس ہو کر اپنے بارے میں کچھ بتا دے اس کے پاس جاؤ، بیٹا وہ بہت گھبرائی ہوئی چھت پر دھوپ میں بیٹھی ہے،

نیناں جو کہ غور سے اپنی امی کی باتیں سن رہی تھی جلدی سے اُٹھی چائے کے دو کپ لے کر لڑکی کے پاس چھت پر آ گئی، وہ لڑکی چھت پر رکھی چارپائی پہ بیٹھی انگلش اخبار پہ نظریں جمائے ہوئی تھی ۔ نیناں لڑکی کی جانب چائے بڑھائی اور السلام علیکم کہا

لڑکی پھٹی پھٹی نظروں سے نیناں کی طرف دیکھنے لگی نہ تو اس نے سلام کا جواب دیا اور نہ ہی چائے کا کپ پکڑا، نیناں نے جب اس کی گھبراہٹ دیکھی تو مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی پیاری بہن !ڈرو مت میرا نام نیناں ہے ایک بار پھر چائے کا کپ اس کی جانب بڑھایا !لڑکی نے نیناں کی مسکراہٹ کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور حسرت بھری نگاہوں سے نیناں کو دیکھتے ہوئے چائے کا کپ تھام لیا۔لڑکی کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ایک ہمدرد مسیحا کی ضرورت ہے جسے نیناں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا نیناں نے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے لڑکی سے سوال کیا، آپ کا نام کیا ہے؟

کوئی جواب نہ ملنے پر نیناں اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے گویا ہوئی، میں آٹھویں جماعت کی طالبہ ہوں والدین کی اکلوتی لاڈلی بیٹی ہوں کیا تم میری بہن بنو گی؟ اس بار بھی کوئی جواب نہیں ملا، لڑکی نیناں کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو لڑکی نے دوبارہ اسی انگلش اخبار پر نظریں گاڑھ دیں نیناں چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے سوچنے لگی آخر یہ بولتی کیوں نہیں ؟ نینا ں ابھی محوِ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کے لڑکی کے چیخنے کی آواز نے اُسے چونکا دیا، سن، سن، سن لڑکی کے ہاتھ میں انگلش اخبار اور اس کے چیخنے کے ردِ عمل کو دیکھتے ہوئے نیناں نے حیران ہو کر دو سوال اور کیے،، سن سے کیا مراد ہے؟ اور تم اس طرح کیوں چلائی ؟ مگر لڑکی پھر چپ سادھ چکی تھی تبھی نیناں کے دل میں ایک خیال آیا کہ شاید یہ انگلش بولنا جانتی ہو، نیناں نے پھر اپنے تئیں کوشش کی واٹ از یور نیم؟ اور لڑکی کی جانب بغور دیکھتے ہوئے اپنے جواب کا انتظار کرنے لگی جو اس وقت پوری کوشش کے باوجود بول نہیں پا رہی تھی اس کی حرکتیں کسی بھی بہتر انسان کے سامنے اسے پاگل قرار دینے کے لئے کافی تھیں

شگفتہ بیگم بھی چھت پر آ گئیں لڑکی کو بری طرح اپنا سر کھجاتے ہوئے دیکھ کر نیناں سے مخاطب ہوئیں، جو کہ چائے کے آخری دو گھونٹ پیتے ہوئے ٹکٹکی باندھے کرسی سے ٹیک لگائے لڑکی کا بغور جائزہ لے رہی تھی۔

نینا ں بیٹی ، فی الحال اسے اپنے کپڑے دے دو نہا کر پہن لے گی! نہ جانے کتنے دن سے اسی طرح میلے کپڑوں میں گھر سے بے گھر پھر رہی ہے جب آئی تو پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا ، کچھ دیر تک میں بازار جاؤں گی تو اس کے لئے کچھ نئے کپڑے اور ضروری سامان وغیرہ خرید لاؤں گی شگفتہ بیگم نے نیناں کو ساری بات سمجھاتے ہوئے کہا۔

نیناں نے ساری بات سن کر اثبات میں سر ہلایا اور حیرانی و پریشانی کے عالم میں لڑکی کا ہاتھ تھام کر سڑھیاں پھلانگتی ہوئی اسے اپنے ساتھ لے گئی، لڑکی بھی چپ چاپ نیناں کے ساتھ اُس کے کمرے میں آ گئی تھی، نیناں نے اپنے کپڑے لڑکی کو دیتے ہوئے اسے غسل خانہ کا راستہ سمجھاتے ہوئے نہانے کا کہا تو لڑکی فوراً نہانے چلی گئی ۔۔۔۔۔(جاری ہے) ☆☆☆

تاریخی افسانوں سے اقتباس

کرشن چندر کا افسانہ

''مامتا''

انتخاب: سارہ خان

کیا دل ہے ماں کا اور کتنی عجیب ہستی ہے اس کی؟ میں آنکھیں بند کیے سوچنے لگا۔ ماں کا دل، ماں کی محبت، مامتا، کس قدر عجیب جذبہ ہے، عالمِ جذبات میں اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ نہیں یہ تو اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک سپنے کے دھند لکے میں اپنے بیمار بیٹے کو دیکھتی ہے اور چونک پڑتی ہے۔ لرز جاتی ہے۔ مامتا۔۔۔ کیا اس جذبے کا اساس محض جسمانی ہے، محض اس لیے کہ بیٹا ماں کے گوشت و پوست کا ایک ٹکڑا ہے؟ اور کیا ہم سچ مچ فلابیر کے تخیل کے مطابق اس کائنات میں اکیلے ہیں، تنہا، بے یارومددگار، ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے بھی ناآشنا۔

☆☆☆

آپ بھی قدیم افسانوں کے اقتباس قلم کی روشنی کے لیے ای میل یا پی او بکس پہ ارسال کر سکتے ہیں

دورِ حاضر: بانو قدسیہ کی کتاب

''راہِ رواں''

انتخاب فاطمہ حسینی

اشفاق احمد نے بڑے کرب کی زندگی گزاری، اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ کسی کی دل آزاری کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ ان پر یہ حقیقت نہ کھلی کہ دل شکنی زندگی کا ایک وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی انسان کو دوسرے انسان پر آفت بنا کر نازل کر دیتا ہے، اور کبھی رحمت بنا دیتا ہے یہ سب اس کے کھیل ہیں۔ اس حقیقت کو طائف کے واقعہ یا رحمت دو عالم پر کوڑا پھینکنی والی مائی کے حوالے سے سمجھنا چاہیے کہ ہمارے نبی نے کبھی ان لوگوں کو موردِ الزام نہ سمجھا بلکہ یہی جانا کہ بیچارے لوگ مشیت کے ہاتھ میں اس آشوب کا ہتھیار بنے ہوئے ہیں۔ اس کو کیا کیا جائے کہ قدم قدم پر، ہر لحہ ہر موسم اور ہر مقام پر دل ٹوٹتے ہیں۔ کبھی کسی غلط فہمی کے تحت کبھی خوش فہمی کے باعث دل شکنی ہو ہی جاتی ہے کبھی حسد حق تلفی کا باعث بنتا ہے اور کبھی طیش۔

میری ڈائری سے۔ انچارج: علینہ ملک

معزز قارئین السلام علیکم آپ کی ڈائری سے،، سلسلہ پیش خدمت ہے آپ بھی اس سلسلے میں کسی بھی پسندیدہ مصنف کی تحریر سے کوئی اقتباس، پیاری بات، یا انتخاب قلم کی روشنی میگزین کی زینت بنانا چاہیں تو ہمیں ای میل یا پی او بکس پہ ارسال کر سکتے ہیں۔

اریبہ بلوچ ملتان کی ڈائری سے۔

سنا تھا خدا نے ہر فرعون کے لیے موسیٰ اور ہر موسیٰ کے لیے فرعون رکھا ہے۔ بچپن میں فرعون کے لیے موسیٰ تو میری سمجھ میں آجاتا تھا لیکن موسیٰ کے لیے فرعون؟ الجھا سا دیتا تھا۔ مگر جب شعور کی منازل طے کیں تو سمجھ میں آیا کہ حکومت اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے جتنی کہ اس کی اپوزیشن۔ شہید کوئی تب ہی ہوتا ہے جب اسے شہید کرنے والا ہو۔ بت پاش تبھی پیدا ہوتا ہے جب کوئی بت بنانے والا ہو۔ سکندر کوئی تب ہی بنتا ہے جب اسے کوئی ہرانے والا ہو، بلا مقابلہ تو کبھی بھی کوئی سکندر نہیں بن سکتا۔ ہر سحر کے لیے رات اور ہر خزاں کے لیے بہار لازم ہے۔ منصور کوئی تب ہی بنتا ہے جب کوئی اس کو دار پر لٹکانے والا ہو، سولی پہ نہیں لٹکے گا تو منصور الحق نہیں بنے گا، کفر کے فتوے کے ساتھ جیے گا، پھندہ گلے میں جھولے گا تو منصور الحق بن جائے گا۔ آج شہر بھر میں بہت ہنگامہ تھا معلوم ہوا اک بار پھر عشق کو سپرد دار کر دیا گیا ہے، مگر اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ عشق نام ہی فنا کا ہے، عشق سر مانگتا ہے۔ عشق کی فنا میں ہی بقا پوشیدہ ہے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ثوبیہ اجمل ساہیوال کی ڈائری سے۔

محبتیں۔

کچھ محبتیں پھولوں کی طرح ہوتی ہیں، خاموش لیکن ان کی مہک ان کے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ کچھ محبتیں لپکتے شعلوں کی طرح ہوتی ہیں، کہ ان میں جلنے والے خود بھی جلتے ہیں اور ان کے قریب رہنے والے بھی یہ تپش محسوس کرتے ہیں، تب اظہار کی ضرورت کب رہتی ہے۔ کچھ محبتوں میں ندی کی سی روانی ہوتی ہے اور کچھ میں دریاؤں کی سی طغیانی، کچھ ٹوٹنے والے تاروں کی طرح ہوتی ہیں۔ آناً فاناً چمک کر فنا ہو جانے والی محبتیں۔ کچھ محبتیں قطبی ستاروں کی طرح پائیدار اور مستقل راہ دکھانے والی ہوتی ہیں، کچھ اندھیروں میں روشنی بن کر جگمانے والی محبتیں، کچھ آبشاروں کی طرح ہوتی ہیں کہ جب نچھاور ہوتی ہیں تو شور مچاتی ہیں اور گنگناتی ہیں۔ اور کچھ دور پربتوں کے دامن سے پھوٹنے والے جھرنوں کی طرح ٹھنڈی ٹھنڈی، دھیمی دھیمی شفاف محبتیں جو جینے کا عزم عطا کرتی ہیں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

سمیرا ابابر کراچی کی ڈائری سے۔

رشتے۔

رشتے اس آکسیجن کی طرح ہوتے ہیں جن کے بغیر ہمیں سانس بھی نہیں آتی۔ انسان چاہے کتنا ہی دور چلا جائے، بھلے رشتوں سے بھاگتا پھرے لیکن ایک دن نڈھال ہو کر اپنے اصل کی طرف لوٹتا ضرور ہے۔ رشتے اس ٹانک کی طرح ہوتے ہیں جو ہمیشہ ہمیں

طاقت اور ہمت بخشتے ہیں، رشتے وہ یگانگت ہیں جس سے پوری دنیا سے لڑا جاسکتا ہے، اور پوری دنیا کو فتح بھی کیا جاسکتا ہے۔ رشتوں کی خوبصورتی برداشت کرنے میں ہے۔ رشتے اپنے ہونے کا احساس ہمیشہ دلاتے رہتے ہیں انسان چاہے بھی تو ان سے کبھی منہ نہیں موڑ سکتا، رشتے ہی انسان کی اصل شناخت ہوتے ہیں۔ رشتے وہی پائیدار ہوتے ہیں جو خلوص پر مبنی ہوں۔

انعم خان آسٹریلیا کی ڈائری سے۔

دنیا۔

دنیا فانی ہے، موت برحق ہے۔ ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے اور موت کا ذائقہ بھی چکھنا ہے۔ روز محشر اللہ سے ملنا ہے۔ پھر لازم ہے کہ حق اور باطل کا شعور ذہن میں رکھا جائے۔ نیکی اور بدی کا اختیار اللہ نے انسان کو دیا ہے۔ نفس کی غلامی سے بہتر پرہیزگاری ہے۔ جس کا ایمان پختہ ہوگا جنت اسی کی ہوگی۔ اور دونوں جہانوں میں بھی جیت اسی کی ہوگی۔

کوثر جہاں کراچی کی ڈائری سے۔

باغبانی کرتے ہوئے حنا مسکراتے ہوئے ایک گلاب کے پھول کی طرف متوجہ ہوئی اسے چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ایک کانٹے سے ہاتھ زخمی ہوگیا۔ اس نے کراہتے ہوئے ہاتھ جھٹکا اور حقارت سے گلاب کے پھول کی طرف دیکھنے لگی۔ پاس ہی بینچ پر بیٹھی نیلم آپا یہ سارا منظر دیکھ رہیں تھیں وہ حنا کی طرف بڑھیں۔ کیا ہو حنا مسکراتے مسکراتے چہرے پہ یہ تلخی کیوں؟

دیکھیں نا آپا اس پھول نے میرا ہاتھ زخمی کردیا ہے۔ نیلم آپی مسکرائیں اور کہا۔ گلاب نے نہیں حنا اس کا کانٹا تمہارے زخم کی وجہ بنا ہے۔

حنا بولی، ایک ہی بات ہے آپا۔ نہیں حنا ایک بات نہیں ہے۔ اچھا چلو مان لو کہ یہ نرم اور رنگین پھول تمہارے وہ الفاظ ہیں جو تم اپنی گفتگو میں استعمال کرتی ہو، اور یہ کانٹے اس تلخ لہجے کی طرح ہیں جو تمہارے لفظوں کی اہمیت کو گھٹاتے ہوئے دوسروں کے دلوں میں چبھتے ہیں۔ تمہارے لفظ کتنے ہی خوبصورت ہوں مگر تمہارے تلخ لہجے کی وجہ سے لوگ تمہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے جس طرح تم اس پھول کو دیکھ رہی تھیں۔ گفتگو میں اعتدال تو لازم ہے ہی مگر لہجہ خوبصورت نہ ہو تو اسی طرح دلوں کو زخمی کردیتا ہے جس طرح تمہارا ہاتھ اس کانٹے سے زخمی ہوا۔ اس لیے کم بولو، اچھا بولو اور میٹھا بولو۔

عاصمہ عزیز راولپنڈی کی ڈائری سے۔

علم اور تعلیم۔

تعلیم اور علم میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ انسان کا علم یافتہ ہونا ضروری نہیں۔ موجودہ دور میں انسان تعلیم یافتہ تو ہوتا جارہا ہے، لیکن اس میں علم کا فقدان ہے۔ آج ڈگریوں کے پلندے اکٹھے کر کے انگریزی کے الفاظ بول کر اعلیٰ عہدے پر فائز ہو جانا تعلیم یافتہ کہلاتا ہے۔ تعلیم کی اس قسم سے انسان مادی اور دنیاوی اعتبار سے تو ترقی کی منازل طے کررہا ہے لیکن انسان کے باہمی رویوں اور اخلاقی سدھار کے لیے یہ تعلیم انسان کا کچھ بھی نہیں بگاڑسکی۔ آج کے دور میں ہمارا معاشرہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اخلاقی زوال کا شکار ہوتا جارہا ہے، اس کی وجہ معاشرے میں علم کا فقدان ہے، ہم اپنے بچوں کو انگریزی کی کتابیں پڑھا کر یہی زبان سکھا کر، ماڈرنائزڈ، قوم تو بناتے جا رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی اخلاقی اور معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ علم کسی بھی قوم کو محض ترقی کی طرف نہیں لے کر جاتا، بلکہ انسان کو شخصی اعتبار سے سنوارنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ یہ اپنے معاشرتی اور اخلاقی اصولوں کو چھوڑ کر کسی قوم یا ملک کی اندھا دھند تقلید کا نام نہیں بلکہ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مذہبی اور معاشرتی اصولوں پر کاربند رہنا ہی علم والا ہونا کہلاتا ہے۔

انیلا مرتضیٰ ڈسکہ کی ڈائری سے۔

مثبت اور منفی سوچ۔

مجھے آج دو علما بہت شدت سے یاد آرہے ہیں جن میں بحث چھڑ گئی، ایک کو مثبت کو الف جمع کروانے تھے اور دوسرے کو منفی۔ اس ریاضت کے درمیان دونوں کے چہرے کے خدوخال کیا ہوں گے، مجھے واضع نظر آرہا ہے۔ مثبت محقق کا چہرہ پیش رفت پر کھل اٹھا، جبکہ دوسرے محقق کے نقوش ضرور ایسے ہوں گے جس سے بچہ بھی چالاکی و مکاری سونگھ کر خوفزدہ ہو جائے۔ ہمارے ہاں بھی ایسا ہی ہے کہ ہر کوئی دوسرے پر کیچڑ اچھالنے میں لگا رہتا ہے۔ ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ گھن کس سے آئے گی پھول چننے والے سے یا کیچڑ اچھالنے والے سے۔ یاد رکھیئے ہر مثبت پہلو نورانیت کا گہوارہ ہوتا ہے۔ اپنی سوچ کو شفاف رکھیں اور کھلے دل و دماغ سے ہر چیز کو قبول کریں۔

از: حافظ محمد ذیشان زاہد

یہود و انصاری کا ہر تہوار ہماری تہذیب اور ثقافت کے خلاف تیز تلوار ہے مردہ ضمیری ہے کہ ہم ان تلواروں سے اپنی صاف شفاف تہذیب اور اسلام کا چہرہ داغدار کررہے ہیں ہمیں اپنے ضمیر کو جگانا ہوگا تا کہ ہم اپنی تہذیب اور اسلام کو داغدار ہونے سے بچا سکیں۔ دنیا کی تمام بیدار قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی قوم نے اپنی تہذیب کو بیگانہ تہذیبوں کی یلغار کا نشانہ بننے اور تباہ و برباد ہونے دیا تو نیست و نابودی اس قوم کا مقدر بن جائے گی۔ غلبہ اسی قوم کو حاصل ہوا ہے جس کی تہذیب غالب رہی ہے تہذیب و ثقافت کا غلبہ بہت ممکن ہے کہ سیاسی، اقتصادی، اور فوجی غلبے کی مانند ہمہ گیر برتری کا پیش خیمہ۔ تہذیب و ثقافت قوموں کے تشخص کا اصلی سرچشمہ ہے۔ قوم کی تہذیب اسے ترقی یافتہ، باوقار، قوی و توانا، عالم و دانشور، فنکار، ہنرمند اور

عالمی سطح پر محترم بنا دیتی ہے۔اگر کسی ملک کی تہذیب زوال وانحطاط کا شکار ہو جائے یا کوئی ملک اپنا تہذیبی تشخص گنوا بیٹھے تو باہر سے ملنے والی ترقیاں اسے اس کا حقیقی مقام نہیں دلا سکیں گی اور وہ قوم اپنے قومی مفادات کی حفاظت نہیں کر سکے گی۔

علینہ ملک کراچی کی ڈائری سے۔

یادیں۔

انسان بھی کتنا عجیب ہے کہ وہ اپنے حال میں خوش رہنے کے بجائے اپنے ماضی میں جینا اور رہنا چاہتا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہر وقت گزری یادوں کو کریدتا رہتا ہے۔۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زندگی کی سنگلاخ شاہراہ پر چلتے چلتے کتاب زندگی کے کچھ بوسیدہ اوراق اچانک پلٹ جائیں تو سیلن زدہ یادیں کریدنے سے ایک عجیب سا درد محسوس ہوتا ہے، کیونکہ کسی کو بھول جانا اتنا آسان نہیں ہوتا، لیکن اگر ہم کسی کی یاد کو ہر لمحہ سینے سے لگائے بیٹھے رہیں تو حال اور مستقبل کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں بھی کھو دینے کا اندیشہ رہتا ہے۔وہ زخم جو کسی نے انجانے میں ہمیں دیئے ہوں اگر کبھی رسنے اور تکلیف دینے لگیں تو تکلیف دینے والا شدت سے یاد آتا ہے۔اب یہ ہمارا ظرف ہے کہ زخم دینے والے کو بد دعائیں دیں یا دعا سے نوازدیں۔

کہکشاں صابر فیصل آباد کی ڈائری سے۔

صحبت۔

ایک انسان کی شخصیت اور اس کے کردار کی پہچان اس کی صحبت سے ہوتی ہے۔اگر ایک شخص کا دوست کوئلے کی بھٹی میں کام کرتا ہو اور دوسرے کا پھولوں کی دکان میں، اور دونوں اپنے اپنے دوست سے ملنے روزانہ جاتے ہوں، تو جو
شخص کوئلے کی بھٹی میں روزانہ اپنے دوست سے ملنے جاتا ہے اس کے کپڑوں سے آہستہ آہستہ کوئلے کی بو آنے لگے گی اور اس کے کپڑے کوئلے کی سیاہی سے سیاہ ہونے لگیں گے۔جبکہ دوسرا شخص جو پھولوں کی دکان میں روزانہ اپنے دوست سے ملنے جاتا ہے اس کے کپڑوں سے پھولوں کی مہک آنے لگے گی۔غرض دوستی انسان کی شخصیت پر بہت گہرے نقوش چھوڑتی ہے اور انسان کے اندر اچھی اور بری عادتوں کی مضبوطی بھی، اچھی اور بری دوستی کا نتیجہ ہوتا ہے۔لہذا زندگی میں اپنے دوستوں کا چناؤ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔

شگفتہ اکرام کراچی کی ڈائری سے۔

سہارے۔

دنیا میں کبھی بھی دوسرے انسان کے سہارے پر نہیں رہنا چاہیے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے سہارے پہاڑ کی چوٹی پر تو چڑھ جائیں اور آدھے راستے پر اگر آپ کا سہارا آپ کو چھوڑ جائے تو آپ بے سہارا ہو جائیں گے اور کیونکہ آپ دوسرے کے سہارے چلنے کے عادی تھے اس لیے آپ کے پاس آگے جانے کا کوئی راستہ یا کوئی منزل نہیں ہوگی اور آپ پریشانی میں بھٹکتے پھریں گے۔اس لئے اپنی منزل کو پانے کے لیے اپنی صلاحیتوں پر یقین رکھیں اور اپنے رب کی ذات پر کامل بھروسہ رکھیں کیونکہ آپ کی حقیقی کامیابی اسی میں پوشیدہ ہے۔

آمنہ نسیم لاہور کی ڈائری سے۔

محبت اور موت۔

موت وہی تو نہیں ہوتی جس میں دفنایا جائے ،موت تو زندہ لوگوں کی بھی ہوتی ہے۔کبھی کوئی بھوک کی وجہ سے مرتا ہے تو کبھی کسی کو اپنوں سے بچھڑنے کی اذیت ماردیتی ہے۔اور کبھی کوئی محبت کی غربت کی وجہ سے مر جاتا ہے۔محبت کے سراب کنوؤں کے پیچھے بھاگنے کے بعد بھی پیاسا لوٹتا ہے نا تو اس وقت بھی انسان مرتا ہے اور بار بار مر کے جینا پڑتا ہے۔ایک آس ،ایک امید ہوتی ہے کہ شاید اب کے کوئی صدا آئے اور ہمیں محبت سے لبریز کنوؤں سے نوازا جائے ۔۔۔پر ایسا نہیں ہوتا ہے، جو ہمارا ہوتا ہے، وہی ہمارا نہیں ہوتا۔ہمیں بعض اوقات سسکتے ہوئے زندگی کے گرد وغباری طرح بھٹکتے رہنا پڑتا ہے شاید۔۔۔

کوثر ناز حیدر آباد کی ڈائری سے۔

اداسی۔

کبھی کبھی عجیب اداسی اور یاسیت سی من میں اترتی آتی ہے، کسی شام کے ساتھ یا کبھی صبح کے اجالے کی مانند۔پچھلے ہفتے سے کچھ لکھنے کی کوشش میں ناکام ہو کر ہم ایک یاسیت بھری سی نظم لکھ کر قدرے سکون پانا چاہتے تھے مگر بے سود رہا، نظم لکھ کر تشنگی مزید بڑھ گئی۔۔پھر قلم تھام کر بیٹھے تو لائٹ کے دومنٹ کے بریک نے بھی عجیب سی اتھل پتھل من میں شروع کر دی۔ہر کام بے دلی سے کرنے کے بعد ہم اپنے بستر تک آئے تو فیس بک کھول کر کچھ تانکا جھانکی کرنے لگے تبھی جس کے منتظر تھے اسی ایک آواز کی دیر تھی کہ اپنی سستی کو بستر پر چھوڑے فوراً سے پیشتر نیچے آئی بھائی کو کھانا سرو کر کے انکے ساتھ ہی بیٹھ گئے باتوں باتوں میں نہ جانے کب ساری یاسیت، ساری اداسی رفو ہوگئی اور واپس اپنے کمرے کی سمت جاتے ہوئے چہرے پر جو مسکان تھی وہ ہمیشہ کی طرح بے طرح مان بخش رہی تھی۔سکون دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گیا تھا ہمیشہ سے بھائی کی خوش گپیاں ہمارے اندر باہر زمانے کی رویوں میں الجھی سوچوں کو یوں ہی محو کر کے مسکرانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔بھائی کا مان ہمیں ہلکا پھلکا کر کے جو خوشی دیتا ہے ہمیں کبھی اس کا نعم البدل نہیں مل سکتا، ہم یہی سوچتے، گہری سانس خارج کرتے، واپس ہو لئے ،چہرے پر مسکراہٹ کا احاطہ تھا اور پھر میٹھی نیند کی آغوش میں

☆☆☆☆

شاعری ماضی کے جھروکے میں مرزا غالب

انچارج صبا جرال۔ بحرین

مرزا اسد اللہ خان غالب اردو زبان کے سب سے بڑے شاعر سمجھے اور مانے جاتے ہیں۔ غالب کی عظمت کا راز صرف غالب کی شاعری کے حسن اور بیان کی خوبی ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ غالب کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ زندگی کے حقائق اور انسانی نفسیات کو گہرائی میں جاکر سمجھتے تھے اور بڑی سادگی سے عام لوگوں کے لیے بیان کردیتے تھے۔ غالب جس پرآشوب دور میں پیدا ہوئے اس میں انہوں نے مسلمانوں کی ایک عظیم سلطنت کو برباد ہوتے ہوئے اور باہر سے آئی ہوئی انگریز قوم کو ملک کے اقتدار پر چھاتے ہوئے دیکھا۔ غالباً یہی وہ پس منظر ہے جس نے ان کی نظر میں گہرائی اور فکر میں وسعت پیدا کی مرزا غالب کا نام اسد اللہ بیگ خاں تھا۔ باپ کا نام عبداللہ بیگ تھا۔ آپ دسمبر ۱۷۹۷ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ غالب بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے ان کی پرورش ان کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ نے کی لیکن آٹھ سال کی عمر میں ان کے چچا بھی فوت ہوگئے۔ نواب احمد بخش خاں نے مرزا کے خاندان کا انگریزوں سے وظیفہ مقرر کرا دیا۔ تیرہ سال کی عمر میں ان کی شادی نواب احمد بخش کے چھوٹے بھائی مرزا الٰہی بخش خاں معروف کی بیٹی امراء بیگم سے ہوگئی شادی کے بعد انہوں نے اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

شادی کے بعد مرزا کے اخراجات بڑھ گئے اور مقروض ہوگئے۔ اس دوران میں انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قرض کا بوجھ مزید بڑھنے لگا۔ آخر مالی پریشانیوں سے مجبور ہوکر غالب نے قلعہ کی ملازمت اختیار کر ۱۸۵۰ء میں بہادر شاہ ظفر نے مرزا غالب کو نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کا خطاب عطا فرمایا اور خاندان تیموری کی تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا اور ۵۰ روپے ماہور مرزا کا وظیفہ مقرر ہوا۔

غدر کے بعد مرزا کی سرکاری پنشن بھی بند ہوگئی۔ چنانچہ انقلاب ۱۸۵۷ کے بعد مرزا نے نواب یوسف علی خاں والی رام پور کو امداد کے لیے لکھا انہوں نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جو مرزا کو تادم حیات ملتا رہا۔ کثرت شراب نوشی کی بدولت ان کی صحت بالکل تباہ ہوگئی مرنے سے پہلے بے ہوشی طاری رہی اور اسی حالت میں ۱۵ فروری کو انتقال فرمایا۔ غالب کے بارے میں عبادت بریلوی لکھتے ہیں غالب زبان اور لہجے کے چابک دست فنکار ہیں۔ اردو روزمرہ اور محاورے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی سادگی دل میں اتر جاتی ہے۔‘‘عبدالرحمن بجنوری لکھتے ہیں کہ، ’’ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں’’وید مقدس‘‘ اور ’’دیوان غالب‘‘۔‘‘اردو شاعری میں مرزا کی حیثیت ایک درخشاں ستارے کی سی ہے۔ انہوں نے اردو شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اسے نئے نئے موضوعات بخشے اور اس میں ایک انقلابی لہر دوڑا دی۔ ان کی شاعری میں فلسفیانہ خیالات جا بجا ملتے ہیں۔ غالب ایک فلسفی ذہن کے مالک تھے۔ انہوں نے زندگی کو اپنے طور پر سمجھنے کی بھرپور کوشش کی اور ان کے تخیل کی بلندی اور شوخی فکر کا راز اس میں ہے کہ وہ انسانی زندگی کے نشیب و فراز کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ غالب انسانی زندگی کے مختلف



پہلوؤں کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ اس کے بنیادی معاملات و مسائل پر غور و فکر کرتے ہیں۔ اس کی ان گنت گتھیوں کو سلجھا دیتے ہیں۔ انسان کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہیں اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھاتے ہیں۔ اور نظام کائنات میں اس کو نئے آسمانوں پر اڑاتے ہیں۔ غالب کی شاعری اس اعتبار سے بہت بلند ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ان کی شاعری کے انہی عناصر نے اُن کو عظمت سے ہمکنار کیا ہے۔ لیکن جس طرح ان کی شاعری میں ان سب کا اظہار و ابلاغ ہوا ہے۔ وہ بھی اس کو عظیم بنانے میں برابر کے شریک ہیں۔ غالب کی شاعری کا اثر حواس پر شدت سے ہوتا ہے وہ ان میں غیر شعوری طور پر ایک ارتعاش کی سی کیفیت پیدا کرتی ہے اور اسی ارتعاش کی وجہ سے اس کے پڑھنے اور سننے والے کے ذہن پر اس قسم کی تصویریں ابھرتی ہیں۔ ان کے موضوع میں جو وسعتیں اور گہرائیاں ہیں اس کا عکس ان کے اظہار و ابلاغ میں بھی نظر آتا ہے۔ ان گنت عناصر کے امتزاج سے اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ غالب کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا منطقی اور استدلالی انداز بیان ہے بقول پروفیسر اسلوب احمد انصاری: ’’یعنی غالب صرف جذبات کا تجزیہ ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں باہمی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ محبت ان کے لیے کوئی ایسا جذبہ نہیں جو فطری طریقے سے دلکش محاکات میں ڈھل جائے۔ بلکہ یہ ایک گرم تیز رو ہے جو پوری شخصیت کے اندر انقلاب پیدا کردیتی ہے۔ غالب صرف اشاروں سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے نرم و لطیف، احساسات و کیفیات کا تجزیہ کرتے اور ان پر استدلال کرتے ہیں۔‘‘ (جاری ہے) باقی آئندہ شمارے میں ☆☆☆

منتخب اشعار

موجِ ہوا کے ہاتھ میں اسکا سراغ ہے
خوشبو بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہے
-----نعیم رضا صدیقی۔۔رحیم یار خان

خدا نے عشق میں کیا امتزاج رکھا ہے
وہی جو مرض ہے اسکو علاج رکھا ہے
-----شمائلہ کراچی

وہ تو جاں لے کے بھی ویسا ہی سب کے نام رہا
عشق کے باب میں سب جرم ہمارے نکلے
ساجدہ فہیم۔۔۔۔لاہور

سنا ہے عشق نام کے گزرے ہیں اک بزرگ
ہم بھی مرید اسی سلسلے کے ہیں
-----کرن کراچی

عشق کو بھی عشق ہو پھر میں دیکھوں عشق کو
کیسے روئے کیسے تڑپے عشق اپنے عشق میں
-----روبا علی اسلام آباد

اے عشق یہ سب دنیا والے بے کار کی باتیں کرتے ہیں
پائل کے غموں کا علم نہیں جھنکار کی باتیں کرتے ہیں
-----زارا خان راولپنڈی

یہ عِشق و محبت ... سمجھ سے بالا تر ہے،
عِلم ہوتو عالم ہوتے فن ہوتا تو ماہر ہوتے
----عثمان شاہ لاہور

فرحت جمال۔۔۔۔حیدر آباد

کتابِ زیست میں ہوگی رقم کہانی نئی
لکھوں گی عشق ، محبت ، وفا ، وصیت
ہما۔۔۔۔سرگودھا

اپنی تخلیق

نظم

رفعت خان

وہ قلم کے آسرے پر زندگی کرتی رہی،
درد و غم سہتی رہی اور شاعری کرتی رہی
جذبِ قلب و شدّتِ احساس کی ماری ہوئی،
نارسا ہے غربت و افلاس کی ماری ہوئی
لاچار ہے مجبور ہے تو کیا ہوا!،
وہ قلم کی پاسباں معذور ہے تو کیا ہوا!
اس کو اقلیمِ سخن کی تاجوَر ایسا کیا،
اس کو فطرت نے ودیعت اِک ہنر ایسا کیا
اُس کی خاطر گنبدِ افلاک روشن ہوگئے،
افلاک کیا ! آفاق کے آفاق روشن ہوگئے
وہ سحر کی تازگی بھی اور اندھیری رات بھی،
اُس کے لہجے میں کھنکتا ہے شعور ذات بھی
وہ شکستہ پا ہے لیکن اس کا عزم سر بلند،
اہل دل کی آبرو ہے غم زدوں کی درد مند
اپنے ٹوٹے دل کی جیسے ترجمانی بن گئی،
وہ ! کہانی لکھتے لکھتے خود کہانی بن گئی۔
وحشتوں کی بھیڑ میں وہ کھو نہ جائے دوستو!،
دیکھنا پامال ہی وہ ہو نہ جائے دوستو!

☆☆☆

غزل

(شہناز شازی ممبئی انڈیا)

زندگی کے سب مسائل، تانے بانے برقرار
پھر بھی تیری یاد کے منظر سہانے برقرار
گو مصافحہ مسکرا کر لوگ کرتے ہیں مگر
دل میں ان کے رنجشوں کے شاخسانے برقرار
یو چلا ہے ان کی ترجیحات کا مجھ کو یقیں
آج بھی مجھ سے نہ ملنے کے بہانے برقرار
گرچہ تجدید ملن کا کوئی امکان تک نہیں
پھر بھی مبہم آس کے سب شامیانے برقرار
وہ انا کے زعم کی شدت پسندی پر مصر
دل کی بستی میں مگر اس کے ٹھکانے برقرار
گاہے گاہے دل تو شازی کرتا ہے من مانیاں
جبکہ اس پہ ہیں خرد کے تازیانے برقرار

☆☆☆

غزل

اریبہ بلوچ، ملتان

نصیب کے آتش داں میں جل رہے ہیں،
وہ خواب جو آنکھوں میں پل رہے ہیں ۔
دیکھ رہے ہو جو آج یہ مسکراتی آنکھیں ،
ان میں اجڑے خوابوں کے جنگل رہے ہیں ۔
پڑے ہیں من مندر میں کئی مسخ لاشے،
پھر بھی فہرست زندگان میں ہم اول رہے ہیں
مقدر سے ہار جانے والے ولی کے مزار پر،
حیراں ہوں، لوگوں کے مقدر کیسے بدل رہے ہیں
ہاں پھر سے وہی دریا وہی دنیا وہی کچا گھڑا ہوگا،
عاشقوں کے لیے یہ دستور اٹل رہے ہیں
میرے غریب چراغ کی جلتی لو دیکھ کرم ،
ہواں کے تیور و انداز کتنے بدل رہے ہیں
غم دوراں کی عنایت ہے یہ شکستہ حالی،
اور درویش کہتے ہیں تم پہ سیاہ عمل رہے ہیں
نہیں معلوم ہمیں جینا کسے کہتے ہیں ،
ہم تو ازل سے مرید خانقاہ اجل رہے ہیں

☆☆☆

نظم۔۔۔مجھے اب معاف تم کردو

فرحی خان۔

سنو!
مجھے ایسا تو نہ سمجھو،
کہ میں ہوں آئینے جیسی۔
جو بھی سامنے آئے،
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں،
سنو!
کچھ حالات تھے ایسے
بہت مجبور تھی میں تب،
نہ سوچا تھا کبھی ایسا
کہ تجھ کو چھوڑ جاؤں گی۔
سنو!

مجھے ایسا تو نہ سمجھو
کہ میں ہوں آئینے جیسی،
جو بھی سامنے آئے
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔
سنو!
میں مانتی ہوں کہ
کیا ہے جرم جو میں نے،
نہیں معافی کے قابل وہ مگر
تم سے گزارش ہے،
مجھے اب معاف تم کردو،
خدارا قسم ہے مجھ کو
کہ پھر ایسا نہیں ہوگا۔
سنو! نہیں میں مانگتی کچھ بھی
نہیں میں چاہتی کچھ بھی،
مگر اتنی سی گزارش ہے۔
مجھے اب معاف تم کردو
سنو!
مجھے ایسا تو نہ سمجھو
کہ میں ہوں آئینے جیسی،
جو بھی سامنے آئے
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔
چلو!
میں مان لیتی ہوں
کہ میں ہوں آئینے جیسی،
جو بھی سامنے آئے
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔
مگر یہ یاد رکھنا تم کہ جب آئینہ ٹوٹ جاتا ہے،
لاکھ کوشش کرو پھر بھی
جڑتا نہیں ہے یہ
سنو!
اِک کام اب کردو،
اُٹھا کر اپنے ہاتھوں سے
اسے تم اب گرا کر
یہ آئینہ توڑ ہی ڈالو،
مجھے معاف کردو اور
یہ کہانی ختم ہی کردو۔

☆☆☆

مانا نہیں محبت تھی،

عروج فاطمہ سیدہ

مانا نہیں محبت تھی،
بیچ میں ہم دونوں کے،
مگر میرے ہمدم،
ایسا کیوں پھر ہوتا ہے۔
تمہارا نام سنتے ہی،
دھڑکن تیز ہوتی ہے،
محبت یوں ہی نہیں ہوتی،
بہت نایاب ہوتی ہے۔
سب ہی کچھ پالیا تم نے،
مگر اک بات بتا جاناں،
تم خوش ہو یا پھر؟،
فرضی ہنسی سے کام لیتے ہو۔
میری طرح تم بھی،
غموں سے چور رہتے ہو؟،
میری آنکھوں میں،
دیکھ کر جاناں تم
یہ کیوں نہیں کہتے۔
میں خوش ہوں،
بہت خوش ہوں،
نہیں آتی ہے،
یاد مجھ کو تمہاری،
کچھ بھی یاد نہیں ہے مجھ کو۔ بتاؤ نہ میرے ہمدم،
یہ سب کچھ تم کیوں نہیں کہتے؟؟؟

☆☆☆

نظم ۔۔۔ میں ہوں ایک ایسی قیدی،

انمول شیخ۔ حیدرآباد

میں ہوں ایک ایسی قیدی،
اب چاہ نہیں جس کو آزادی کی
امید کی دہلیز پر،
دم توڑتی ہوئی،
آخری خواہش ہوں شاید۔
چلتی تو ہیں سانسیں اب بھی،
دم آس نے توڑ دیا ہے۔۔۔
جب ساتھ سب نے چھوڑ دیا ہے،
معاشرے کی حقیقت کو کھوجتے ہوئے
میں نے اپنا آپ کہیں کھو دیا ہے

☆☆☆

نظم ۔۔۔ یادیں پیچھا کرتی ہیں

وجیہہ سحر

یادیں پیچھا کرتی ہیں
زندگی کے سفر میں
یادیں پیچھا کرتی ہیں،
گزرے وقت سے
اٹوٹ رشتہ بناتی ہیں۔
کبھی لمحوں میں
صدیوں کا حساب مانگتی ہیں،
اشک بن کر
انکھیوں میں ٹھہر جاتی ہیں۔
خلوت میں چپکے سے
سرگوشیاں کرتی ہیں،
کبھی ہنساتی ہیں
کبھی رلاتی ہیں۔
بچھڑے ہوئے
لوگوں سے آن ملاتی ہیں،
برباد لوگوں کا
کیسے مذاق اڑاتی ہیں۔

مجھے ایسا تو نہ سمجھو
کہ میں ہوں آئینے جیسی،
جو بھی سامنے آئے
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔
سنو!
میں مانتی ہوں کہ
کیا ہے جرم جو میں نے،
نہیں معافی کے قابل وہ مگر
تم سے گزارش ہے،
مجھے اب معاف تم کردو،
خدارا قسم ہے مجھ کو
کہ پھر ایسا نہیں ہوگا۔
سنو! نہیں میں مانگتی کچھ بھی
نہیں میں چاہتی کچھ بھی،
مگر اتنی سی گزارش ہے۔
مجھے اب معاف تم کردو
سنو!
مجھے ایسا تو نہ سمجھو
کہ میں ہوں آئینے جیسی،
جو بھی سامنے آئے
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔
چلو!
میں مان لیتی ہوں
کہ میں ہوں آئینے جیسی،
جو بھی سامنے آئے
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔
مگر یہ یاد رکھنا تم کہ جب آئینہ ٹوٹ جاتا ہے،
لاکھ کوشش کرو پھر بھی
جڑتا نہیں ہے یہ
سنو!
اِک کام اب کردو،
اُٹھا کر اپنے ہاتھوں سے
اسے تم اب گرا کر
یہ آئینہ توڑ ہی ڈالو،
مجھے معاف کردو اور
یہ کہانی ختم ہی کردو۔

☆☆☆

مانا نہیں محبت تھی،

عروج فاطمہ سیدہ

مانا نہیں محبت تھی،
بیچ میں ہم دونوں کے،
مگر میرے ہمدم،
ایسا کیوں پھر ہوتا ہے۔
تمہارا نام سنتے ہی،
دھڑکن تیز ہوتی ہے،
محبت یوں ہی نہیں ہوتی،
بہت نایاب ہوتی ہے۔
سب ہی کچھ پالیا تم نے،
مگر اک بات بتا جاناں،
تم خوش ہو یا پھر؟،
فرضی ہنسی سے کام لیتے ہو۔
میری طرح تم بھی،
غموں سے چور رہتے ہو؟،
میری آنکھوں میں،
دیکھ کر جاناں تم
یہ کیوں نہیں کہتے۔
میں خوش ہوں،
بہت خوش ہوں،
نہیں آتی ہے،
یاد مجھ کو تمہاری،
کچھ بھی یاد نہیں ہے مجھ کو۔ بتاؤ نہ میرے ہمدم،
یہ سب کچھ تم کیوں نہیں کہتے ؟؟؟

☆☆☆

نظم ---- میں ہوں ایک ایسی قیدی،

انمول شیخ ۔ حیدرآباد

میں ہوں ایک ایسی قیدی،
اب چاہ نہیں جس کو آزادی کی
امید کی دہلیز پر،
دم توڑتی ہوئی،
آخری خواہش ہوں شاید۔
چلتی تو ہیں سانسیں اب بھی،
دم آس نے توڑ دیا ہے۔۔۔
جب ساتھ سب نے چھوڑ دیا ہے،
معاشرے کی حقیقت کو کھوجتے ہوئے
میں نے اپنا آپ کہیں کھو دیا ہے

☆☆☆

نظم ---- یادیں پیچھا کرتی ہیں

وجیہہ سحر

یادیں پیچھا کرتی ہیں
زندگی کے سفر میں
یادیں پیچھا کرتی ہیں،
گزرے وقت سے
اٹوٹ رشتہ بناتی ہیں۔
کبھی لمحوں میں
صدیوں کا حساب مانگتی ہیں،
اشک بن کر
آنکھوں میں ٹھہر جاتی ہیں۔
خلوت میں چپکے سے
سرگوشیاں کرتی ہیں،
کبھی ہنساتی ہیں
کبھی رلاتی ہیں۔
بچھڑے ہوئے
لوگوں سے آن ملاتی ہیں،
برباد لوگوں کا
کیسے مذاق اڑاتی ہیں۔

آپ کا باورچی خانہ

انچارج
عظمیٰ فردوس
جدہ سعودی عرب

السلام علیکم قارئین !۔۔۔کھانا بنانا ایک فن ہے اور یہ عورت کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس فن میں بھی مہارت رکھتی ہو، کیونکہ عورت ایک ماں ہو، بہن ہو، بیٹی ہو یا بیوی ہو، کھانا بنانا اسی کے ذمے ہوتا ہے اور اگر کھانا اچھا اور ذائقے دار نہ ہو تو سب گھر والوں کا مزاج تو خراب ہوتا ہی ہے ساتھ آپ کی محنت بھی ضائع ہو جاتی ہے اور بہت سا کھانا بھی بچ جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بہت ضروری ہے کہ کھانا بناتے وقت کھانے کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا جائے اور ہر فرد کی پسند اور ناپسند کا بھی بہت خیال رکھا جائے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر روز ایک طرح کے کھانے کھا کھا کر دل بھر جاتا ہے اور دستر خوان پر بیٹھ کر بھوک چمکنے کے بجائے اڑسی جاتی ہے......دل بس یہی چاہتا ہے کہ کچھ ہٹ کے ہو جسے کھا کے مزہ آجائے۔ چنانچہ کچھ نئے کھانے حاضر خدمت ہیں آپ بھی ضرور آزمائیں، اور اپنے دستر خوان کا لطف دوبالا کریں۔۔۔۔اس بار کھانے کی ترکیب علینہ ملک صاحبہ، کراچی سے پیش کر رہی ہیں۔



گولڈن ویجی ٹیبل چکن

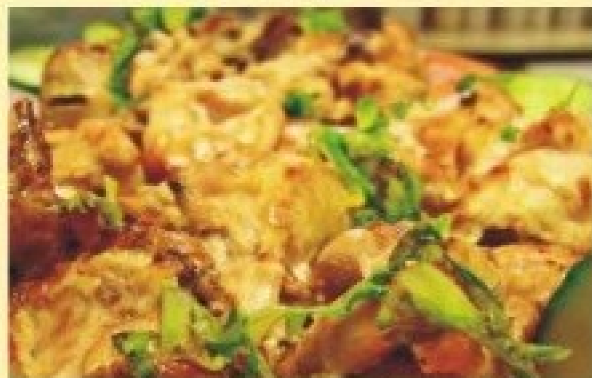
ضروری اشیاء۔مرغی: ایک کلو۔۔۔لال شملہ مرچ: ایک عدد۔۔ ہری شملہ مرچ: اک عدد (بیج نکال کر ایک کاٹ لیں)۔۔ترئی: ایک عدد (چھیل کر ٹکڑے کاٹ لیں)۔۔ انناس کیوب: آدھا کپ۔۔ ہری پیاز: اعدد۔۔گاجر: کیوب میں کاٹ لیں اعدد۔۔نمک: حسب ذائقہ۔۔سفید مرچ: حسب ضرورت۔۔لہسن پسے ہوئے: اچائے کا چمچہ۔۔سویا ساس: اچائے کا چمچہ۔۔چائینا نمک: چوتھائی چائے کا چمچہ۔۔لال مرچ کٹی ہوئی: آدھا چائے کا چمچہ۔۔تیل۔۔حسب ضرورت

ترکیب:

مرغی کو دھو کر خشک کر لیں اور پھر اس پر نمک، سفید مرچ، لہسن پسا ہوا، سویا ساس اور چائینا نمک شامل کر کے ۳۰ ۔۲۵ منٹ تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ پھر نان اسٹک پین میں میرینیٹ کیے ہوئے مرغی کے ٹکڑے ڈال کر ہلکی آنچ پر ڈھکن ڈھک کر گوشت کے گل جانے تک پکائیں۔ (پانی مت ڈالیں) ایک دوسرے نان اسٹک پین میں تیل گرم کریں اس میں ترئی ڈال کر دو منٹ تک فرائی کر کے اس کے بعد ڈھکن ڈھک کر ہلکی آنچ پر دس منٹ تک پکائیں۔ترئی کے گل جانے کے بعد اس میں شملہ مرچ، گاجر، انناس اور نمک شامل کر دیں اور ڈھک کر ہلکی آنچ پر پانچ منٹ تک پکائیں۔اس کے بعد اس میں مرغی بھی شامل کر دیں، کٹی ہوئی لال مرچ چھڑک کر مزید ۴۔۳ منٹ تک دھیمی آنچ پر پکائیں۔مزیدار گولڈن ویجی ٹیبل چکن کڑاہی تیار ہے۔ڈش میں نکالیں اور ہری پیاز سے سجا کر پیش کریں۔

کھانے میں کیا ہے؟

چکن بوٹی



مرغی کا گوشت: اکلو بغیر ہڈی کے چھوٹی بوٹیاں
کٹی ہوئی لال مرچ: ایک کھانے کا چمچہ
ٹماٹر کا پیسٹ: چار کھانے کے چمچے
پیاز: تل کر چورا کی ہوئی دو کھانے کے چمچے
سفید مرچ: ایک کھانے کا چمچہ
سفید زیرہ پاؤڈر: ایک کھانے کا چمچہ
نمک حسب ذائقہ۔دہی: آدھی پیالی
تیل حسب ضرورت۔

ترکیب۔: سب سے پہلے تیل میں مرغی کو اچھی طرح فرائی کر لیں اور اس میں پانی بالکل نہ ڈالیں، پھر سارے مصالحے اور دہی ڈال کر دھیمی آنچ پر گل جانے تک پکائیں، روغن اوپر آجائے تو دھنیا چھڑک کر اتار لیں۔مزیدار چکن بوٹی چپاتیوں کے ساتھ تناول فرمائیں، لطف دوبالا ہو جائے گا۔فی امان اللہ

میٹھے میں کیا ہے؟

کرنچی ملکی (Milky) قتلی



اجزا

ملک پاؤڈر ۳ کپ۔۔

بقیہ صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں

''دستکاریاں''

انچارج
عظمیٰ فردوس سعودی عرب جدہ

دستکاری سے مراد وہ اشیاء جو ہاتھ سے تیار کی جاتی ہیں۔دستکاریوں کی تیاری میں مواد کے ساتھ ساتھ سب سے اہم چیز ہنر اور صلاحیت ہے۔فیکٹریوں اور گھریلو دونوں سطح پہ تیار کی جانے والی دستکاریاں آمدنی کا ذریعہ ہیں۔مشینوں سے تیار کی جانے والی مصنوعات کی بہ نسبت ہاتھ سے بنی چیزوں کی مانگ عوام میں زیادہ ہے۔ان دستکاریوں میں شیشہ سازی اور کندہ کاری کا نفیس کام،ظروف سازی ،جانوروں کی کھالوں سے تیار کی جانے والی مصنوعات،چنیوٹی لکڑی پہ کندہ کاری والی مصنوعات اور ہاتھ سے تیار شدہ جوتے اور بیشمار پاکستانی خوبصورت دستکاریوں کی مانگ پوری دنیا میں پائی جاتی ہے۔ایسے لاجواب ہنر ہر انسان کا خاصہ نہیں ہوتے بلکہ یہ خداداد صلاحیتیں ہوتی ہیں جو خاص لوگوں کو عطا ہوتی ہیں اور ہر ہنر مند اپنے ہاتھوں سے ہنر کے ایسے بے مثال شاہکار تخلیق کرتا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اب آتے ہیں کام کی بات کی طرف چونکہ ہم آپ کو یہ ہنر تو نہیں سکھا سکتے لیکن ہم آپ کے لیے ایک مختلف لیکن بڑا دلچسپ اور انوکھا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جس میں آپ کو ان چیزوں کے بارے میں بتائیں اور سکھائیں گے کہ جنھیں ہم ناکارہ اور فضول سمجھ کر کوڑے دان کی نظر کر دیتے ہیں کہ انہیں دوبارہ استعمال میں لا کر کیسے مختلف آرائشی چیزیں بنا سکتے ہیں جو خوبصورت تو ہونگی ہی لیکن دلچسپی کی بات یہ کہ بہت کم قیمت میں آپ کے اپنے ہاتھوں کی تخلیق ہوگی اور میرے خیال میں اس سلسلے کی یہی سب سے پیاری اور خوبصورت بات ہوگی کہ آپ جب جب اپنی ہاتھ کی بنی چیزوں کو دیکھیں گے تب تب خوشی اور سکون محسوس کریں گے اور اس رسالہ کے تئیں ہمارا سکھانے کا بنیادی مقصد بھی آپ کی خوشی ہے۔شروع کرنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لی جائیں۔

•۔بچوں سے خاص گذارش ہے کہ جو ہم سکھائیں براہ مہربانی اپنے والدین یا بڑوں کی زیرِ نگرانی احتیاط کے ساتھ بنائیں۔

•۔آپ کو کئی بار ''گرم گوند'' کی ضرورت پڑے گی تو والدین سے خاص التماس ہے کہ بچے کو گرم گوند خود لگا کر دیں اور اگر قینچی کے استعمال کی ضرورت پڑے تو خود کاٹیں تاکہ بچہ نقصان سے محفوظ رہے۔آیئے ہم اپنی پہلی کاریگری بچوں سے شروع کریں۔آج ہم بنائیں گے

ا۔''قلم دبوچ'' یعنی پنسل ہولڈر۔پرانے بٹن اور گتے کی مدد سے:

رنگین پرانے بٹن (مختلف ناپ کے)،سفید گوند ،گول شکل کا گتے کا رول،رول کے پیندے کے دائرہ کے ناپ کا کٹا گول گتہ،سفید رنگ ،رنگ کرنے کے لیے برش۔

طریقہ: سب سے پہلے ہولڈر کی جتنی لمبائی چاہیے اتنی رکھ کر زائد کاٹ دیں پھر پیندے پہ گوند لگا کر گتے کے گول ٹکڑے کو چپکا دیں پھر پورے رول کو سفید رنگ کر لیں جب سوکھ جائے تو سفید گوند کی مدد سے رنگ برنگے بٹن نیچے سے اوپر تک چھوٹے بڑے ملا کر



چپکا دیں۔آپ کا رنگ برنگا قلم دبوچ تیار ہے۔

۲۔پرانا مرتبان اور دھاگے کی مدد سے:

درکار چیزیں: پرانا پلاسٹک یا شیشے یا ایلومینیم کا چھوٹا مرتبان،سوتی یا اون کے موٹے دھاگے (مختلف رنگوں کے)،گرم گلو

طریقہ: مرتبان لیں اس پر گرم گلو گن کی مدد سے من پسند رنگوں کے دھاگوں کو باری باری نیچے سے اوپر تک

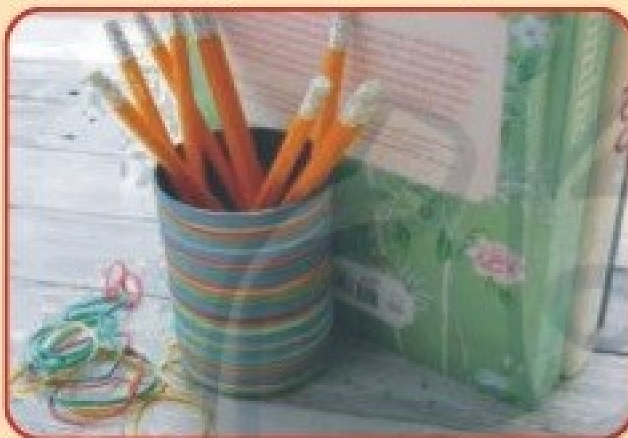


کس کر لپیٹتے ہوئے مکمل کریں۔

۳۔ٹین کا کین اور ربڑ بینڈ کی مدد سے:

درکار چیزیں: پرانا ٹین کا من پسند ناپ کا کین،مختلف رنگوں کے ربڑ بینڈز

طریقہ: ٹین کا کین لیں اور اس پہ رنگین بینڈز نیچے



سے اوپر تک ایسے چڑھائیں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے۔

۴۔پرانی چوڑیوں کی مدد سے:چوڑیاں،گتے کا رول، سفید گوند،پیندے کو ڈھانپنے کے لیے گولائی میں کٹا گتہ:

طریقہ: سب سے پہلے رول کو گولائی میں کٹے گتے کے ٹکڑے کو سفید گوند کی مدد سے جوڑیں۔سوکھنے پہ سارے رول پہ سفید گوند لگا کر رول کو چوڑیوں سے بھر دیں۔ارے کتنی آسانی سے کھنکھناتا قلم دبوچ تیار ہے۔



۵۔ ناکارہ گتے کے رول اور درخت کی باریک ٹہنیوں کی مدد سے:

درکار چیزیں: گتے کے رول تین مختلف ناپ کے کٹے ہوئے، باریک ٹہنیاں، گرم گلو گن

طریقہ: تینوں رولز کو آپس میں گرم گوند سے جوڑ لیں پھر رولز کے پیندے گولائی میں کٹے گتے کے گول ٹکڑوں سے جوڑ دیں۔اس کے بعد ٹہنیوں کو تینوں رولز کے ناپ کا کاٹ کر باری باری نیچے سے اوپر تک گرم گوند سے چپکا دیں۔اب چاہیں تو ایسے ہی رکھ لیں یا پھر برش سے من پسند اکریلیک رنگ کر لیں۔



۶۔ پرانا ڈبہ اور پرانی یا نئی رنگین پنسلوں کی مدد سے:

درکار چیزیں: ٹین کا گول یا مربع شکل کا پرانا ڈبہ، نئی یا پرانی سادہ یا رنگین پنسلیں، گرم گوند۔

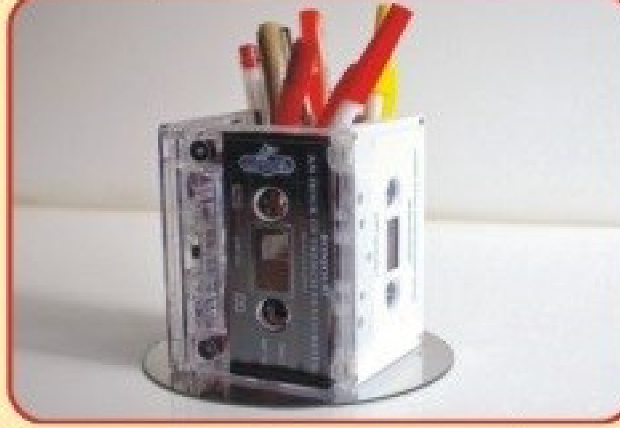
طریقہ کار: ٹین کا ڈبہ لے کر گرم گوند کی مدد سے پنسلیں ایک ایک کر کے احتیاط سے چپکا دیں۔



۷۔ پرانی آڈیو کیسٹ اور سی ڈی کی مدد سے:

درکار چیزیں: آڈیو کیسٹ، سی ڈی، گرم گلو

طریقہ: سی ڈی کو میز پر رکھیں اور چار عدد کیسٹس کو باری باری نیچے اور دائیں بائیں گرم گوند لگا کر احتیاط سے جوڑ لیں، لیجئے انوکھا قلم دبوچ تیار ہے۔



۸۔ پرانا ٹین کا ڈبہ اور مختلف رنگ برنگے فیتوں کی مدد سے:

درکار چیزیں: پرانا کسی بھی شکل کا ٹین کا ڈبہ، رنگ برنگے فیتے، سفید گوند

طریقہ: ٹین کا ڈبہ لیں اور سفید گوند لگا کر اپنی پسند کے فیتوں کو ایک کے بعد ایک بغیر جگہ چھوڑے نیچے سے اوپر چپکا لیں۔بے حد پیارا قلم دبوچ تیار ہے۔



۹۔ پرانے رسالوں اور ٹین کے ڈبوں کی مدد سے

درکار چیزیں: پرانے رسالے (خیال رکھیں کہ رسالے میں اللہ تعالیٰ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا کوئی قرآنی آیت یا حدیث نہ ہو) ٹین کے دو ڈبے، سفید گوند، گرم گوند، کسی رسالے کے کاغذ کے برابر گتے کا ٹکڑا۔

طریقہ کار: سب سے پہلے کسی پرانے رسالوں کے تمام صفحات الگ الگ کر لیں۔پھر ایک صفحے کے وسط میں دونوں ٹین کے درمیان تین انچ کا فاصلہ رکھ کر گولائی میں نشان لگائیں اور اسی طرح باقی کے اتنے صفحوں پہ اسی طرح نشان لگا کر کاٹ لیں کے ٹین کے ڈبے ان صفحات میں مکمل چھپ جائیں، اب گتے کے ٹکڑے پہ رسالے کا ایک صفحہ گوند سے وسط میں چپکائیں پھر ٹین کے دونوں ڈبوں کو گرم گوند سے چپکائیں اور ہر صفحہ ڈالنے سے پہلے نیچے کے صفحہ پہ صرف ٹین کے اردگرد سفید گوند لگا کر یکے بعد دیگرے صفحات کی اتنی تہیں لگائیں کے ٹین کے ڈبے صفحات میں پوری طرح چھپ جائیں۔آپ کا انوکھا اور انتہائی خوبصورت قلم دبوچ تیار ہے۔



ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ آپ کو پسند آیا ہو گا۔آپ سب اپنی قیمتی آراء سے ہمیں آگاہ کریں کہ آپ کو یہ سلسلہ کیسا لگا، اگر آپ کی کوئی فرمائش ہو تو ہمیں ضرور مطلع کریں ہم اس سلسلے میں آپ کی فرمائش کو شامل کریں گے۔ہمیں آپ سب کے خیالات جاننے کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔اگلی قسط تک مجھے اجازت۔ان شاءاللہ جلد حاضر ہونگے تب تک اپنا اور سب کا بہت خیال رکھیں۔فی امان اللہ()

☆☆☆

بچوں کا ادب

انچارج
قاری عبداللہ

مقابلہ ہزار لفظی کہانی،، ہزار لفظی کہانی مقابلہ جیتنے والے نئے لکھاری ممبران کی تین بہترین کہانیاں

انعام اول:
سفارش۔۔۔ حبیبہ واجد

خرم اپنے ماں باپ کی بگڑی ہوئی اولاد تھا، اکلوتا ہونے کی وجہ سے ماں باپ نے اسکے خوب نخرے اٹھائے تھے۔ اسکے منہ سے بات نکلنے سے پہلے ہی اس کی ہر فرمائش پوری ہو جاتی تھی۔ اسی وجہ سے خرم ضدی اور خودسر ہو گیا ہوا تھا اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

اسی وجہ سے خرم کی پڑھائی پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں تھی لیکن امتحان میں ہمیشہ پاس ہی ہوتا تھا اور پاس ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب بھی امتحان قریب آتے خرم بہانے بہانے سے کبھی بیمار ہو جاتا یا اپنے اسکول اور کلاس کے متعلق رو رو کر ایسی من گھڑت کہانیاں سناتا اور جھوٹے رونے روتا کہ ماں ممتا کے آگے مجبور ہو کر خرم کے والد کو اس بات کے لئے راضی کرتی کہ خرم کا اسکول پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے آخر کل کو اسنے آپکا ہی کاروبار سنبھالنا ہے اور کاروبار سنبھالنے کے لئے پڑھائی کی نہیں تجربے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آپ سے سیکھ لے گا جب بڑا ہوگا، ابھی چھوٹا ہے اسکے اسکول میں میڈم سے بات کر کے خرم کو کلاس میں پاس کروادیں۔

خرم کے والد بھی اس بات سے متفق تھے کہ خرم کا پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے لیکن چونکہ خرم کے والدین کا تعلق ایک لبرل اور فیشن ایبل سوسائٹی سے تھا اس لئے خرم کا اسکول جانا ضروری تھا، رہی بات پاس ہونے کی تو وہ کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ وہ ایک جانی پہچانی شخصیت کے مالک تھے اور وہ آسانی سے اسکول کی میڈم کو اپنے بیٹے کی سفارش کر سکتے تھے۔

میڈم کو خرم کے والد کی سفارش ماننا پڑتی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس طرح خرم کا مستقبل روشن نہیں ہو سکتا اگر وہ نہ مانے تو اسکول کو ایک بڑی رقم سے ہاتھ دھونا پڑے گا جو خرم کے والد ہر سال اسکول کو عطیہ



کرتے ہیں اور خرم کی کلاس کی ٹیچر کو خرم کو پاس کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہ اپنے گھر کی واحد کفیل تھی اگر انکار کرتیں تو اپنی نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھتیں۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا خرم ہر کلاس اسی طرح پاس کرتا گیا۔ حتی کہ وہ اب انٹر میں بھی اپنے والد کی سفارش سے ہی آیا تھا اسکے ساتھ ساتھ خرم کی بدتمیزیاں اور خودسری بھی ساتھ ساتھ بڑھتی گئی حتی کہ خرم نے اپنے والدین کا لحاظ بھی کرنا چھوڑ دیا۔

اور آہستہ آہستہ بری صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا۔

خرم کے والد کو اس کی آوارہ گردیاں دیکھ کر لگا کہ اسے اپنے کاروبار میں شامل کرے لیکن بہت دیر ہو گئی تھی اسے اپنے والد کے کاروبار میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور ویسے بھی ہر کام مختصر اور آسان طریقے سے کرنے کی عادت ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا زیادہ وقت باہر دوستوں میں گزارنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ خرم کو بری عادتیں پڑ گئیں وہ چوری ڈاکے ڈالنا شروع ہو گیا۔ ایک دن کسی چوری کے الزام میں خرم کو پولیس گرفتار کر کے لے گئی۔ اسکے والد کو ان سب کا یقین نہیں تھا لیکن جب ثبوت دکھائے گئے تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انہیں اپنے بیٹے کی پرورش میں کوتاہی کا شدت سے اندازہ ہوا۔

خرم کی والدہ کو اپنی پرورش پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔ اس مشکل وقت میں اپنے سارے ساتھ چھوڑ گئے۔ اب کوئی بھی نہیں تھا جو خرم کی سفارش کر کے اس کو باہر نکلواتا۔

خرم کی والدہ کو اب صرف ایک ہی ہستی نظر آرہی تھی جس سے ان کو یقین تھا کہ اگر وہ اس کے حضور سر بسجدہ ہو جائیں اور دل سے سفارش کریں تو وہ ضرور ان کی بگڑی بنا دے گا اور وہ ہستی تھی اللہ۔

اسی وقت خرم کی والدہ کے آنسو نکل آئے اور بے اختیار ہاتھ دعا کی صورت اٹھ گئے۔ وہ رو رو کر اللہ سے

بقیہ صفحہ 40 پر ملاحظہ فرمائیں

میری نظر میں میری بہن

رفعت خان

آج بھی ایک سال کی ہیں

HAPPY BIRTHDAY



پیاری بہنا
اور
گڑیا
کو بہت بہت
مبارک ہو



نورالنیہ خان

ہماری پیاری بہن رفعت خان کی سالگرہ 5 جون 2016 کو
جبکہ ہماری پیاری بیٹی نورالنیہ کی پہلی سالگرہ دس جون 2016 کو ہے

منجانب
لئیق احمد خان
خانپور

اللہ پاک دونوں کو بہت خوشیاں نصیب کرے آمین کوئی دکھ
کوئی غم نہ ملے سلامت رہیں زندگی میں بہت سی کامیابیاں سمیٹیں آمین

لوحِ وفا پہ
دھندلی تصویریں بناتی ہیں،
جاگتی آنکھوں کو
خواب دکھاتی ہیں۔
کبھی ماضی کی
صداؤں میں مدہوش کرکے،
ہمیں سحر ہم سے چھین لیتی ہیں۔

☆☆☆

دعا

ثوبیہ اطہر

تیری بارگاہ میں میرے خدا،
میرا سر رہے سدا جھکا ہوا۔
مجھے اپنی ایسی لگن لگا،
جو تیری رضا ہو میری رضا۔
تیرے نام سے کروں ابتدا،
تیرے نام پہ ہو میری انتہا۔
تیری بارگاہ میں میرے خدا،
میں ہر پل مانگوں یہی دعا۔

☆☆☆

نظم

محمد جواد خان J.D،
حویلیاں بلوچستان

آثار بتاتے ہیں کہ دیارِ یار سے لوٹ آئے ہو تم
مگر کیا ہوا۔۔؟ کیا بات ہے۔۔؟ کیوں خاموش ہو تم
غم دوراں وغم جاناں کے عادی ہیں اب نہ لو امتحان تم
نظروں سے نظریں ملاؤ اور ہر بات مجھے بتاؤ تم
پردہ بھی ایسا کیا پردہ کہ پردہ ہی بنا گئے ہو تم
پردہ جو ہم نے کیا تو پھر لپٹ کر رو گئے تم
نہ دور جاؤ ہم سے اتنا کہ نہ مل سکیں ہم
ڈھونڈتے پھرو گئے، مگر نہ پا سکو گئے ہمیں تم

☆☆☆

موضوع ہمارا
شاعری آپ کی

موضوع......

تجھے عشق ہو خدا کرے

نظم

از: فرح بھٹو

تجھے عشق ہو خدا کرے،
کوئی تجھ میں روح بن کر بسا کرے،
پھر تجھ سے نہ وہ وفا کرے،
تیری جان کو وہ فنا کرے۔
تو مرض عشق میں رہا کرے،
تیری آنکھوں سے
ندیاں بہا کرے،
تو غم زدہ شعر سنا کرے
تجھے میری تڑپ کا شعور ہو،
میرے بارے میں تو پھر سوچا کرے
میرے دل کے داغ
تجھے یاد آئیں،
میرے زخم پھر لہو رلائیں۔
تیری بے رخی نے جو غم دیئے،
تو ان پر شرمسار ہوا کرے۔
تو میرے ملن کی دعا کرے،
مجھے تڑپ تڑپ کر مانگا کرے۔
رو رو کر مجھ سے التجا کرے،
اس وقت میں تجھ کو تیری طرح ٹھکراؤں،
یہ خدا کرے

☆☆☆

نظم

نور الہدیٰ

تجھے عشق ہو خدا کرے،
وہ اپنا آپ تجھ پر فدا کرے
تو جب جب اسے دیکھا کرے،
میری پرچھائی نظر آیا کرے
تو جب سنگ اسکے ہنسا کرے
تیری آنکھ بھی آنسو بہایا کرے،
تجھ پر جب کبھی غم آیا کرے
تجھے میری بات یاد آیا کرے،
تو سجدے میں رو کر دعا کیا کرے
جس کو دکھ دیے وہ خوش رہا کرے،
تجھے عشق ہو خدا کرے
وہ اپنا آپ تجھ پر فدا کرے

☆☆☆

نظم

ناہید اختر بلوچ

تجھے عشق ہو خدا کرے، میرا دل یہی صدا کرے!..
تو زلفیں رخ سے ہٹائے تو، ہر آنکھ تجھ کو تکا کرے!..
کبھی تو بھی درد سے ہو آشنا، تیرا دل بھی تجھ سے دغا کرے!..
کبھی خواب بن کے تو آ ادھر، میری آنکھ تجھ سے گلہ کرے!..
مجھے اپنے عشق پہ ناز ہے، وہ حسین ہے تو ہوا کرے!..
یہ بات صاحب جھوٹ ہے، وہ؟ اور کسی سے وفا کرے!..
تیرا چہرہ، چہرائے دلربا، سدا پھول بن کے کھلا کرے!..
میں در در کیوں پھروں ناہید، میرا رب ہی مجھ کو عطا کرے!..

☆☆☆

نظم

مناہل شاہ

تجھے عشق ہو خدا کرے
تو جس سے بھی وفا کرے
وہ پھر تجھ سے دغا کرے
شب قید کی تنہائی میں
تو ٹوٹ کے جو رویا کرے
تیرے درد کی نہ کوئی دوا کرے

تجھے عشق ہو خدا کرے
تجھے سوچنا میرا مشغلہ
تجھے دیکھنا میری آرزو
بس تجھے دیکھنا تجھے سوچنا
میرا دل یہ فیصلہ کرے
تجھے عشق ہو خدا کرے
ہر پل میرے خیالوں میں
تو بھی اسی طرح تڑپا کرے
تیرے واسطے میں جیا کروں،
میرے واسطے تو جیا کرے
تو بھی اسی طرح تڑپا کرے
تیرے واسطے میں جیا کروں
میرے واسطے تو جیا کرے
تجھے عشق ہو خدا کرے

☆☆☆

نظم

فاطمہ حسینی

تجھے عشق ہو خدا کرے،
تو میری طرح سے جلا کرے
میرے دل کی دھڑکنوں کی صدا،
نہ سنے گی نہ رکے کبھی
میرے بند ہونٹوں نے تیرا نام،
لیا بار بار تو پلٹ کے کبھی رکا نہیں
میرے دل نے کی یہی بد دعا،
تجھے عشق ہو خدا کرے
تو میری طرح سے جلا کرے،
وہ پورے چاند کی چاندنی
وہ نئی رتوں کی نئی امنگ،
وہ بہار رت وہ سنگھار رت
میں نے تیرے بغیر گزار دی،
میرے آنسوؤں نے دعا یہ کی
تجھے عشق ہو خدا کرے،
تو میری طرح سے جلا کرے

رضوانہ صدیقی

تجھے عشق ہو خدا کرے،
جس سے تو وفا کرے
تجھ سے وہ جفا کرے،
تیرے لب پہ آہ ہوا کرے
تجھے عشق ہو خدا کرے،
تو صبح وشام بے کل رہا کرے
تیرے درد کی نا کوئی دوا کرے،
تو ہجر میں یونہی رلا کرے،
تجھے عشق ہو خدا کرے

نظم

سنبل بٹ

تجھے عشق ہو خدا کرے،
کیوں میرا دل یہی دعا کرے
کچھ سپنے چکنا چور ہوئے،
کچھ زخم بھی اب ناسور ہوئے
میرا دل یہ رو رو فریاد کرے،
تجھے عشق ہو خدا کرے
تو بھی شدت سے چاہے کسی کو،
پھر راتوں کی نیند حرام کرے
تجھے خود کی بھی خبر نا ہو،
تو اسی کی یاد میں جلا کرے
تجھے عشق ہو خدا کرے،
پھر وہ وہ تیرے اندر دھڑکا کرے
لہو بن کے تیری نس نس میں دوڑا کرے،
وہ جو سانس لے تو جیا کرے
تجھے عشق ہو خدا کرے،
اک کھیل وہ بھی تجھ سے کھیلے
تجھ کو چاہ کے وہ پھر چھوڑ دے،
تیرا دل بھی وہ توڑ دے
تیرے سپنے چور چور کرے،
تجھے مرنے کے لیے پھر چھوڑ دے
جب ساتھ تمہارا سب چھوڑ دے،
پھر میں لوٹ آؤں گی
تجھے سینے سے لگاؤں گی،
تیرے ہر زخم پہ مرہم بن جا گی
کوئی تو سنبل کی پوری دعا کرے،
تجھے عشق ہو خدا کرے

☆☆☆

نظم

عائشہ پرویز

خدا کرے تجھے بھی عشق ہو جائے،
ٹوٹ کے سہی،
پر میری چاہت کی قدر ہو جائے
بھری محفل میں عشق کی توہین کرے گا،
خدا کرے تو بھی تلاش یار میں بھٹک جائے
یک بار نہ پلٹے سو بار بلانے پر،
خدا کرے تو بھی یادوں میں بکھر جائے
میری تکلیف پہ ہنستے تھے دیوانہ کہہ کر،
ضدا کرے احساس محبت میں تو بھی تڑپ جائے
خدا کرے تجھے بھی عشق ہو جائے،
ٹوٹ کے سہی پر میری چاہت کی قدر ہو جائے

☆☆☆

آئندہ شمارے کے لئے موضوع ہے

"دل"

آپ بھی شاعری میں دلچسپی رکھتے ہیں تو اس سلسلے سے جڑ کر قلم کی روشنی میں موجود شعراء کی لڑی میں شامل ہو جائیں۔ اپنے اشعار، نظم، غزل
qalamkiroshni@gmail.com
پر ہمیں ای میل کریں یا دفتر قلم کی روشنی پی او بکس نمبرا خانپور ضلع رحیم یار خان پر ارسال کریں۔

اقوال زریں

انچارج: ابیہا غزل

اقوال کسی بھی مفکر کی تعلیمات کا نچوڑ ہوتے ہیں، ذخیرہ اقوال کا مطالعہ کرنے سے ہمارے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ ہم کم سے کم وقت میں زیادہ افکار تک رسائی حاصل کرسکیں۔ ایک صاحب دانش کی تعلیمات کو اگر ایک درخت سے تشبیہ دی جائے تو اقوال اس شجر سایہ دار کا پھل ہوتے ہیں یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقوال کی صورت میں صدیوں کے تجربات چند لمحوں میں ہمارے حاشیہ ذہن پر پھیل جاتے ہیں۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ سلسلہ شروع کیا اور پچھلے دنوں ہمارے فیس بک کے صفحے "قلم کی روشنی میں" پر اقوال زریں کا مقابلہ کروایا گیا جس میں اول دوم سوم آنے والوں کے اقوال انعام کے طور پہ اس رسالے کی زینت بنائے جا رہے ہیں۔ آپ سب قارئین خواتین وحضرات بھی اپنے لکھے اقوال یا منتخب اقوال ہمیں بھیج سکتے ہیں لیکن اگر کہیں سے انتخاب کریں تو اس کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاک اللہ

آپ کے ذاتی اقوال

انعام اوّل......ناہید اختر بلوچ

☆ اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، تو اس قرب کی حفاظت بھی ایسے کرو جیسے اپنی شہ رگ کی کرتے ہو

☆ معاشرے کی فلاح یہ نہیں کہ ہر ایک کو "ننگا" کر کے اس کے عیوب ظاہر کر دیے جائیں۔
بلکہ اصل فلاح یہ ہے کہ ان عیوب کو درگزر کا "لباس" پہنا دیا جائے"

☆ اگر کسی روتی ہوئی آنکھ کو ہنسانے کا ہنر رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ سات خزانوں کی سنہری چابیاں تمہاری مٹھی میں ہیں

انعام دوم......فرح بھٹو

☆ اللہ پر مکمل توکل انسان کو ہر دنیاوی ڈر و خوف سے نجات دلاتا ہے

☆ عورت کو محبت سے بڑھ کر عزت کی ضرورت ہوتی ہے

☆ انسان کا بہترین رازدان اللہ کے سوا کوئی نہیں

☆ بارش کے پہلے قطرے کے گرنے کے بعد برکھا کو برسنے سے اور اعتماد کا پہلا قدم اٹھانے کے بعد انسان کو کامیابی حاصل کرنے کوئی نہیں روک سکتا۔

☆ کسی کے کردار پر کیچڑ اچھالنے والا زندگی میں کبھی نہ کبھی اسی کیچڑ میں خود بھی جا گرتا ہے

انعام سوم......افشاں شاہد

۔ لفظ پھول بھی ہوتے ہیں اور خار بھی اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ سامنے والے کو پھول دینا چاہتے ہیں یا خار۔

۔ زیادہ بولنا آپ کی اہمیت کو کم کر دیتا ہے۔

۔ کبھی بھی کسی کا دل نہ دکھائیں کیونکہ آپ کے سینے میں بھی دل دھڑک رہا ہے۔

منتخب اقوال

۔ جس کسی نے مجھے ایک لفظ بھی پڑھایا وہ میرا استاد ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

۔ جو علم کو دنیا کمانے کے لیے حاصل کرتا ہے علم اسکے قلب میں جگہ نہیں پاتا ہے۔ (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ)

۔ جب خلقت کے پاس آ ؤ تو اپنی زبان کی نگہداشت کرو۔ (لقمان حکیم)

۔ اللہ نے اشیا کی حقیقت کا علم تم سے چھپا لیا اس لیے کوئی چیز تمہیں اچھی لگے یا نہ لگے اس کے خلاف نہ کہو۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

☆☆☆

بقیہ مکالمہ...

کچھ رہنمائی کر سکوں۔ اللہ رب العزت اس میگزین کو "دن دگنی، رات چگنی" ترقی دے اور اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ آمین۔ ثم آمین

رفعت خان: آمین۔ ثم آمین۔ اچھا آپی! اب مجھے اجازت دیں کیونکہ آپ کو اپنے بہت سے کام کرنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بچوں کو دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں عطا کرے۔ آمین۔ اللہ حافظ

رضیہ رحمٰن: فی امان اللہ

قارئین محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید ہے آپ ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے اور اپنے پسندیدہ میگزین "قلم کی روشنی" کا شدت سے انتظار کر رہے ہوں گے۔ لیجیے میگزین الحمد للہ آپ کے ہاتھوں کی زینت بن چکا ہے۔ اس میں آپ کے لیے ایک دلچسپ مقابلہ "مکالمہ نگاری" کا سلسلہ بھی شروع کیا جا رہا ہے۔ نمونے کا مکالمہ حاضر ہے۔ اسے پیش نظر رکھ کر آپ اگلے شمارے کے لیے ایک عدد مکالمہ لکھ ڈالیے جس کا موضوع ہو دو دوستوں کے درمیان "سوشل میڈیا کے نئی نسل پر اثرات؟" کے موضوع پر مکالمہ۔

بقیہ۔۔۔۔اردو لکھنے کی اہمیت

آج کل اردو کے سوفٹ ویئرز کے ذریعے ہی کتابوں کی تحریر و تصنیف کی جا رہی ہیں، مدارس میں یا کسی بھی ادارے میں ہر طرح کی تحریر کو لکھنے کہ لیے اردو کے سوفٹ ویئرز بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں جدید دور کا تقاضہ ہے کہ ہم لوگ وقت کے ساتھ چلیں اور اردو کے فروغ کے لیے نئی چیزیں سیکھنی پڑیں تو ہم وہ لازمی سیکھیں گے کیوں کہ اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

شیر خرما سوّیاں (باریک چورا کی ہوئیں) ۴/۳ کپ
دیسی گھی ا کپ۔۔ ناریل پاؤڈر ۲/۱ کپ
چینی (پسی ہوئی) ا کپ۔۔انڈہ (بڑا) ۲ عدد
الائچی پاؤڈر ا چائے کا چمچ۔کشمش ۴/۱ کپ
بادام پستے (کٹے ہوئے) ۲/۱ کپ۔

طریقہ:

ا۔ ایک بڑے پیالے میں انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ لیں کہ چینی حل ہو جائے اور اس آمیزے کو ایک طرف رکھ دیں۔

۲۔ ایک کڑاہی کو گرم کرکے آنچ بہت ہلکی کر لیں اور دیسی گھی ڈال دیں گرم ہوتے ہی اس میں الائچی ڈال دیں پھر اس میں مِلک پاؤڈر اور ناریل پاؤڈر ڈال کر مسلسل چمچہ ہلاتے ہوئے بہت ہلکی آنچ پہ ہلکا سنہرا ہونے تک بھونیں پھر اس میں سویاں اور بادام پستے (تھوڑے سے سجاوٹ کے لیے الگ کر لیں) ڈال کر ۲ منٹ تک بھونیں اور آنچ بند کر دیں پھر فوراً انڈے اور چینی کا آمیزہ ڈال کر اچھی طرح ملا لیں (آمیزہ اتنا گرم ہو گا کہ انڈہ فوراً پک جائے گا)۔اور ڈش میں ڈال کر چمچ سے دبا کر ایک سا کر لیں اور بقایا بادام پستے چھڑک کر من پسند قتلیاں کاٹ لیں۔مزیدار کرنچی ملکی قتلیاں خود کھائیں اور اوروں کو بھی کھلائیں۔

معزز قارئین: آپ بھی کچھ نیا بنا نے میں مہارت رکھتے ہیں تو اپنی عمدہ تراکیب بھیج دیجیے قلم کی روشنی رسالہ میں۔کھانا ہو میٹھا نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ کی اپنی یعنی عظمیٰ فردوس آپ کے لیے میٹھے میں لائی ہیں خاص نئی ترکیب۔

آسان اور کارآمد ٹوٹکے

باورچی خانے کا نام لیتے ہی ذہنی پردے پہ جن بنیادی چیزوں کے خاکے سب سے پہلے اُبھرتے ہیں اُن میں ''چولہا'' بھی شامل ہے۔کھانا پکانے کے



دوران اکثر و بیشتر کچھ نہ کچھ چولہے پہ گر جاتا ہے اُسی وقت صاف نہ کرنے پر داغ جم جاتے ہیں اور صاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ہم چند ایک آزمودہ ٹوٹکے آپ کو بتاتے ہیں۔۔

ا۔ چولہے پہ جہاں داغ لگے ہوں وہ سطح سرکہ سے اچھی طرح تر کر دیں اور دس سے پندرہ منٹ کے بعد اسپنج کے کھردرے والے حصے سے رگڑ کر صاف کریں۔

۲۔ داغ والی سطح پہ کھانے والا نمک اچھی طرح چھڑک دیں پھر طرح بیکنگ سوڈا اچھی طرح چھڑک دیں اور آخر میں سرکہ سے ہلکا ہلکا گیلا کریں کہ فوم بن جائے تیس منٹ تک چھوڑ دیں پھر رگڑ کر صاف کر لیں۔

۳۔ لیموں کو آدھا کاٹ کر کٹے ہوئے حصے پہ لیکوڈ سوپ لگا کر چولہے پہ رگڑیں اور صاف کر لیں۔

۴۔ تھوڑے سے تیل میں صاف کپڑا تر کر کے پہلے سے صاف کیے ہوئے چولہے پر پھیریں اور پھر دوسرے صاف کپڑے سے دوبارہ صاف کر لیں۔ چولہا چمک اٹھے گا۔

دیسی گھی ا کپ۔۔ناریل پاؤڈر ۲/۱ کپ چینی (پسی ہوئی) ا کپ۔۔انڈہ (بڑا) ۲ عدد الائچی پاؤڈر ا چائے کا چمچ۔کشمش ۴/۱ کپ۔۔بادام پستے (کٹے ہوئے) ۲/۱ کپ۔

طریقہ:::ا۔ ایک بڑے پیالے میں انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ لیں کہ چینی حل ہو جائے اور اس آمیزے کو ایک طرف رکھ دیں۔

۲۔ ایک کڑاہی کو گرم کرکے آنچ بہت ہلکی کر لیں اور دیسی گھی ڈال دیں گرم ہوتے ہی اس میں الائچی ڈال دیں پھر اس میں مِلک پاؤڈر اور ناریل پاؤڈر ڈال کر مسلسل چمچہ ہلاتے ہوئے بہت ہلکی آنچ پہ ہلکا سنہرا ہونے تک بھونیں پھر اس میں سویاں اور بادام پستے (تھوڑے سے سجاوٹ کے لیے الگ کر لیں) ڈال کر ۲ منٹ تک بھونیں اور آنچ بند کر دیں پھر فوراً انڈے اور چینی کا آمیزہ ڈال کر اچھی طرح ملا لیں (آمیزہ اتنا گرم ہو گا کہ انڈہ فوراً پک جائے گا)۔اور ڈش میں ڈال کر چمچ سے دبا کر ایک سا کر لیں اور بقایا بادام پستے چھڑک کر من پسند قتلیاں کاٹ لیں۔مزیدار کرنچی ملکی قتلیاں خود کھائیں اور اوروں کو بھی کھلائیں۔

☆☆☆

بچے

انتخاب: بلقیس، پاکپتن

☆ جس بچے پر اعتبار نہیں کیا جاتا وہ دھوکہ دینا سیکھتا ہے

☆ جس بچے کا ہر وقت مذاق اڑایا جائے وہ بزدل بن جاتا ہے

☆ جس بچے پر ہر وقت تنقید کی جائے وہ ہر چیز کو رد کرنا سیکھتا ہے

☆ جس بچے کو ہر وقت مار پیٹ کا سامنا ہوتا ہے اس کی صلاحیتیں دب جاتی ہے

☆ جس بچے پر شفقت جاتی ہے وہ محبت سیکھتا ہے

انسانی صحت خطرات کا شکار

سمیرا بابر
کراچی

ہمارا معاشرہ ہمارا ملک پاکستان جو ۱۸ کروڑ کی آبادی اپنے اندر سمایا ہوا ہے جو ایک مسلم ریاست کہلاتا ہے اس معاشرے میں انسان ہی انسان کی صحت و جان کا دشمن بن بیٹھا ہے اگر معاشرہ دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض سر انجام دیں تو نسلیں خوشحالی کی طرف گامزن ہوسکتی ہیں آج پاکستان جیسے مسلم ممالک میں کھانے پینے کی کوئی بھی اشیا ملاوٹ سے پاک نہیں نیز ہر اشیا میں ملاوٹ اور گندگی کا زہر ملایا جارہا ہے جو روز کھانے میں استعمال ہورہا ہے غیر قانونی گھروں میں کھولی گئیں فیکٹریاں جہاں پان، گٹکے، اچار، نمکو، املیاں، مایونیز جو روز مرہ میں استعمال ہوتی ہیں یہ اشیا نہایت گندگی اور صحت کے اصولوں کے خلاف تیار کی جاتی ہیں جو متوسط طبقہ بچت بازاروں میں خریدتا ہے گٹر کا پانی، لال بیگ اور غیر معیاری سامان ان میں شامل کر کے یہ زہر نما اشیا عوام تک پہنچائی جاتی ہیں جو دن بہ دن صحت کی تباہی کا باعث بن رہی ہے کراچی جیسے بڑے شہر میں غیر قانونی بڑی چھوٹی فیکٹریاں اور ان میں تیار کیا جانے والا زہر نما سامان لمحہ فکریہ ہے جنہیں کوئی پوچھنے والا نہیں پولیس سے لے کر اعلیٰ حکام تک کسی کی بھی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول ہوتی نظر نہیں آرہی ماہرین کے مطابق کھانے، پینے کی چیزوں کو صاف ستھرے ماحول میں تیار کیا جانا چاہیے اور صفائی کا خاص خیال بھی رکھنا چاہیے مگر ان احتیاطی تدابیر دھری کی دھری رہ گئی ہیں جبکہ ان اشیا کی تیاری ناقص ماحول میں انتہائی گندگی سے بھرے ماحول میں تیار کی جاتی ہیں گندے برتن اور مضر صحت سامان ان میں شامل کیا جاتا ہے اور ٹھنڈے مشروبات کی تیاری کی صورتحال بھی انتہائی خراب ہے کچرے کے ڈھیر سے اٹھائی گئی جراثیم سے بھرپور بوتلوں میں ٹھنڈے کے نام پر زہر پلایا جارہا ہے دوسری طرف دودھ جو انسانی صحت کے لیے حد سے زیادہ مفید ہے جو بچے جوان سب کی صحت کی نشونما کے لیے بہت ضروری ہے مگر منافع خور افراد اس میں بھی ملاوٹ کا زہر ملا کر چند پیسے کما رہے ہیں زیادہ منافع کے لیے گوالے دودھ میں پانی، کھاد، اور گھٹیا قسم کے تیل شامل کرتے ہیں گائے بھینسوں کو خطرناک ٹیکے لگاتے ہیں ٹیکوں سے جانور کے ہارمونز اور اس کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوجاتا ہے ٹیکوں سے منافع خوروں کی چاندنی تو ہوگئی لیکن انسانی زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے جانوروں کی تولیدی سکت ختم اور اوسط عمر ۲ سے ۳ سال ہوجاتی ہے ماہرین کے مطابق ان ٹیکوں سے دودھ کا ذائقہ تبدیل ہوجاتا ہے ٹیکوں سے نہ صرف جانوروں کو ہی نقصان نہیں پہنچ رہا بلکہ لوگوں کو طرح طرح کی بیماریاں لگ رہی ہیں یہ مضر صحت دودھ انسانوں میں آنتوں کی بیماری معدہ اور جگر کا کینسر اور کالا یرقان پھیلا رہا ہے جبکہ خواتین میں چھاتی کا کینسر پھیل رہا ہے ان خطرناک ٹیکوں کے خالق امریکا سمیت بیشتر ممالک نے اس پر پابندی لگادی ہے لیکن پاکستان میں نہ صرف یہ درآمد کیا جارہا ہے جبکہ پاکستان میں یہ ٹیکہ ۵۰۰ سے ۶۰۰ روپے میں کھلے عام دستیاب ہے رہائشی علاقوں میں جگہ جگہ قانون کی سرپرستی میں ذبح خانے جو وہاں کے رہائشیوں کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں جہاں بیمار لاغر زخمی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان بیمار زخمی جانوروں کا گوشت پورے کراچی میں سپلائی کیا جاتا ہے دوسری طرف لاہور جیسے بڑے تاریخی شہر میں انہی منافع خوروں کی چاندنی عروج پر پہنچ چکی ہے یہاں کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انہیں کافی عرصے تک حرام اور مضر صحت گوشت کھلایا جاتا رہا ہے ایک رپورٹ کے مطابق ۲ لاکھ گدھوں کی کھالیں برآمد کی گئیں ہیں جو انتہائی فکر کی بات ہے یہاں تک کہ بڑے ہوٹلوں کے مالکان اور نامور ہوٹل اس کالے دھندے میں آگے آگے موجود ہیں اور عوام کو حلال کے نام پر حرام کھلا رہے ہیں کئی ہوٹل کو اس بے حسی کی انتہا پر سیل کیا جاچکا ہے دو لاکھ سے زائد گدھوں کا گوشت کھانے والی لاہور کی عوام کس سے پوچھیں؟ کس سے سوال کرے؟ اسلام ہمیں ملاوٹ اور بے ایمانی سے کوسوں دور رہنے کا حکم فرماتا ہے ایسے لوگ بے ضمیر اور مفاد پسند ہیں جو چند پیسوں کے لیے اپنا ایمان بیچ رہے ہیں ان مسائل میں حکام اور حکومتی ادارے بھی خاموشی کا گھونٹ پے بیٹھے ہیں مسلم ریاست میں مسلم افراد کا ملاوٹ اور ناجائز منافع خوری کا معاشرے میں بڑھتا رجحان لمحہ فکریا ہے جو بے حسی کی انتہا کو چھو رہا ہے عوام کو ایسے حالات میں اپنی آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے تاکہ منافع خور اپنے انجام کو پہنچے حکام کو سختی سے ان غیر قانونی کارخانوں اور فیکٹریوں کو سیل کرنے کے عمل کو تیز کرنا چاہیے تاکہ لوگ اور انکی صحت تندرست رہے صحت ہے تو سب کچھ ہے ... اللہ ان بے ضمیر لوگوں کو ہدایت دے جو پیسوں کے لیے ایمان بیچ رہے ہیں .....اور حکام کو اپنا کردار بہتر طور پر ادا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگ موت کے منہ میں جانے سے بچ سکیں..()

☆☆☆

محترم قارئین...

آپ سب کو قلم کی روشنی کا پہلا جریدہ کیسا لگا؟ آپ کے جواب اور آپ کی قیمتی آراء کے منتظر رہیں گے ہمیں خط لکھنا مت بھولیے گا خط لکھنے کے لیے ہمارا پتہ نوٹ فرمالیجیے:

دفتر قلم کی روشنی

پی او بکس نمبرا: خانپور ضلع رحیم یار خان

دعا کرنے لگی کہ "اے اللہ! تو ہی واحد ہستی ہے جس کا در ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ تو کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتا تیرا ہی در ہے جہاں سے جو مانگو ملتا ہے۔ میں اپنے ہاتھوں کی ہوئی غلطی اپنے بیٹے کو جیل میں دیکھ کر بھگت رہی ہوں ۔ تو میری مدد کر تیرے علاوہ کوئی میری مدد نہیں کرسکتا یہ دنیادار مجھے اس مشکل وقت میں تنہا چھوڑ گئے پر تو اپنے بندے کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ اے اللہ! میری مدد کر اور میرے بیٹے کو راہ راست پر لا دے"۔

دوسری طرف خرم خود بہت پچھتا رہا تھا وہ اپنے آپ کو اپنے گھر تباہ ہونے کا قصوروار ٹھہرا رہا تھا اور اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس کے والد نے اسے پاس کرنے کے لئے کس طرح سفارش کی تھی۔ اسوقت سے لے کر آج تک خرم اپنے لئے آسانیاں ہی ڈھونڈتا رہا تھا اور آج اسی کی سزا بھگت رہا تھا حالانکہ اسے اسکی ٹیچر کہا کرتی تھی "آج تو تم اپنے والد کی سفارش سے پاس تو ہو گئے ہو لیکن یہ تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے اور اسطرح تم دوسرے طالبعلموں کا حق مارتے ہو"۔

خرم اس وقت ان کی باتیں سن کر مسکرا دیا کرتا تھا اور دل میں سوچتا کہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے پر آج وہ واقعی میں مشکل میں تھا اور اب کوئی اس کہ سفارش کرنے والا بھی نہیں تھا۔

وہ دل ہی دل میں اللہ تعالی سے دعائیں مانگنے لگا کہ ایک دفعہ اسے موقع ملے تو اپنے سارے برے کام چھوڑ دے اور توبہ کر لے اور آگے پورے دھیان اور توجہ سے پڑھائی مکمل کریگا۔ وہ روتے روتے اللہ تعالی سے روز دعائیں مانگتا رہتا۔

تین چار دن گزرنے کے بعد اسے رہا کر دیا گیا کیونکہ یہ اس کی پہلی غلطی تھی اور پچھلے ریکارڈ میں وہ کبھی بھی کسی جرم میں حوالات نہیں آیا تھا۔ خرم کو رہا اسی شرط پر کیا گیا تھا کہ اب وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا اور دل لگا کر اپنی پڑھائی مکمل کرے۔ خرم نے وعدہ کیا کہ اب وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا اور بری صحبت سے دور رہے گا اور دل لگا کر پڑھے گا۔

انعام دوم۔۔۔عروج فاطمہ سیدہ

محنت صلہ دیتی ہے

"امی ہمارے حالات کب بدلیں گے؟ " کامران نے اپنی ٹوٹی ہوئی جیومیٹری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " ۔بیٹا ناامید نہیں ہوتے ۔ دیکھنا ایک دن ہمارے پاس سب کچھ ہوگا "۔ کامران کی امی نے شفقت بھرے انداز سے کہا " ۔امی حامد کے ابو نے اسے اتنی خوبصورت سائیکل تحفہ کی ہے کہ میں تو بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا میری تو نظریں ہی نہیں ہٹتی تھیں اس سے "۔ کامران کو حامد کی سائیکل یاد آ گئی " ۔بیٹا جو لوگ مہنگی چیزیں خرید سکتے ہیں ان کے لیے تو کوئی پریشانی نہیں ہوتی لیکن دوسرے اخراجات کے متعلق بھی تو سوچنا پڑتا ہے ۔ تم تو اتنے لائق ہو ایک نہ ایک دن تم ضرور کچھ نہ کچھ بن جاؤ گے " ۔ کامران کی امی کے یہ الفاظ اسے ہمت دیتے تھے۔

آج کلاس میں عام دنوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہلچل تھی ۔ آج رزلٹ سنایا جانا تھا ۔ سب بچوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں ۔ کسی کو بھی اپنی پوزیشن کے متعلق کچھ علم نہ تھا ۔ سر ارسلان جیسے ہی درس گاہ میں داخل ہوئے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ کیونکہ سر ارسلان کافی سختی سے پیش آتے تھے ۔ لیکن کامران ان کو بہت عزیز تھا ۔ وہ تعلیمی میدان کی ہر بازی جیت جاتا تھا " ۔ پہلی پوزیشن آئی ہے کامران احمد کی "۔ سر ارسلان نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ کامران کے گلے میں خوبصورت سا پھولوں کا ہار پہنایا گیا ۔ انعام کے طور پر کہانیوں کی کتاب ارسلان کو دی گئی ۔ یہ وہ کتاب تھی جو کامران بازار سے نہیں خرید سکتا تھا کیونکہ یہ کتاب بہت مہنگی تھی لیکن آج محنت اور جدوجہد کی بدولت کامران کو وہ ہی کتاب تحفے کے طور پر مل گئی تھی ۔ خوشی کی بدولت کامران کی آنکھوں میں نمی آ گئی " ۔ کچھ کہنا چاہو گے ارسلان؟ " سر ارسلان نے مائیک کامران کی طرف کرتے ہوئے سوال کیا " ۔ میری کامیابی اللہ پاک کے ساتھ کی وجہ سے اور اساتذہ کرام کی محنت، محبت اور شفقت کی وجہ سے حاصل ہوئی ۔ میری ماں نے مجھے گر کر اٹھنا سکھایا ہے ۔ میری ماں میری ڈھال ہے ۔ مجھے جب بھی کوئی تکلیف پہنچی ہے میری ماں نے مجھے ہمت دی ہے ۔ امی میں تو کچھ بھی نہیں میری ہر کامیابی کی آپ حق دار ہیں۔ کامران یہ کہتے ہوئے اسٹیج سے نیچے اتر گیا اور پھولوں کا خوبصورت ہار اپنی ماں کو پہنا دیا۔ تالیوں کی گونج نے کامران کی خوشی کو مزید بڑھا دیا۔ آج کامران کو احساس ہو رہا تھا کے محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی ۔ ہمیں بہت سے تفریح کے مواقع میسر آتے ہیں جو اس وقت تو ہمیں بہت پرکشش لگتے ہیں ۔ لیکن اگر ہم بس یہ سوچ لیں کہ اس وقت کی ہماری جدوجہد ہمیں بہت آگے لے جا سکتی ہے ۔ تفریح اور کھیل وغیرہ کے لیے تو ساری زندگی پڑی ہے لیکن تعلیم کا یہ قیمتی وقت پھر ہاتھ نہیں آنا تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے ۔ کامران کی والدہ لوگوں کے کپڑے سیلائی کر کے کامران کی پڑھائی کے اخراجات پورے کرتی تھیں کیوں کہ کامران کے ابو کا تو بہت عرصہ قبل انتقال ہو گیا تھا ۔ گھر میں دو ہی افراد تھے ایک کامران اور اس کی والدہ ۔ کامران کی امی نے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا ۔ کامران کے والد کے انتقال کے بعد سلائی سیکھ لی اور محلے والوں کے کپڑے سی کر گھر اور کامران کی تعلیم کے اخراجات پورے کیے ۔ صبر شکر کر کے دو سال گزر گئے ۔ کامران اب دسویں جماعت کا طالب علم تھا ۔ طبیعت میں سنجیدگی آ گئی تھی ۔ اب اس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا ۔ زندگی نے اسے وقت سے پہلے سمجھدار کر دیا تھا ۔ وہ اب قسمت سے شکوہ نہیں کرتا تھا ۔ فارغ وقت میں اپنی والدہ کا ہاتھ

بتاتا تھا ۔اس کے تمام دوست کافی امیر تھے ۔لیکن اب کامران ان کی چیزوں کو دیکھ کر احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتا تھا ۔دسویں کے امتحانات قریب تھے اور بجلی کے بار بار جانے نے کامران کو پریشان کر رکھا تھا۔ رات کے وقت پڑھنا مشکل ہو گیا تھا ۔اس کا بھی کامران نے حل نکال لیا ۔ کامران بازار سے موم بتیاں خرید لایا ۔اب اندھیرا چھا جانے کے بعد وہ موم بتی کی روشنی میں پڑھا کرتا تھا ۔ کامران کے دوستوں کے گھر جدید بجلی کے آلات اور جنریٹر کی سہولت موجود تھی ۔ مگر کامران اب مشکلات کا عادی ہو گیا تھا۔ پندرہ دنوں میں امتحانات ختم ہو چکے تھے ۔نتیجہ آنے سے قبل تمام طالب علموں کو اچھے سے اچھے کالج میں داخلہ لینے کی فکر لاحق ہو گئی ۔ہر کسی کی یہ خواہش تھی کہ اس کا داخلہ بہترین سے بہترین کالج میں ہو جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے عمدہ نمبروں کا آنا بے حد ضروری تھا۔آج نتیجہ آنا تھا ۔ کامران کو سب سے زیادہ انتظار تھا کیونکہ اسکا آسرا تو اس کے نمبر ہی تھے ۔اتنی رقم تو اس کی والدہ کے پاس نہ تھی کہ وہ کالج کی فیس بھر سکیں ۔اور پھر انتظار کی گھڑی ختم ہو گئی۔ کامران کی اس پورے حلقے میں پہلی پوزیشن آئی تھی۔ اس کے تعلیمی اخراجات کی ذمے داری حکومت نے اٹھا لی ۔ہر طرف کامران کے چرچے تھے ۔ کامران کو تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا ۔اسے یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا ۔وہ تو اخبار کی خبروں کا حصہ بن گیا تھا ۔ہر کالج یہ چاہتا تھا کہ کامران ان کے کالج میں داخلہ لے۔ کامران کو آج بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی ۔زندگی کے اس سفر میں اس کی والدہ کے ساتھ نے اسے مضبوط بنایا تھا ۔اسے زندگی سے محبت کرنا سکھائی۔ کامران کو آج بہت اعلیٰ کر دیا کرتا تھا کیونکہ اس نے غریبی دیکھی تھی ۔ کامران کو اپنی والدہ کے الفاظ یاد آ گئے "دیکھنا ایک دن ہمارے پاس سب کچھ ہوگا " ۔

انعام سوم ۔۔ نائمہ غزل

کاروبار

ماما ماما بھائی کو دیکھیں مجھے کتنا تنگ کر رہا ہے بھاگتے ہوئے آئی اور نازیہ بیگم کے پیچھے چھپ گئی۔

"نہیں ماما یہ زوبیہ چڑیل جھوٹ بول رہی ہے دیکھیں اس نے میری ہوم ورک کی کاپی کا کیا حشر کیا ہے اور جب میں نے دیکھا تو بھاگتے ہوئے یہاں آ گئی "جیاد نے کاپی دکھاتے ہوئے کہا جس پہ جابجا ٹیڑھے میڑھے پھول بنے ہوئے تھے۔

"ماما میں تو فلاور بنا رہی تھی "زوبیہ نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا: زوبیہ بیٹا ایسا نہیں کرتے اب بھائی کو اسکول میں ڈانٹ پڑے گی اور آپ کو فلاور بنانے تھے تو آپ مجھ سے کہتی میں آپ کو نیو کاپی دلا دیتی "نازیہ بیگم نے زوبیہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔"لیکن ماما آپ کے پاس تو پیسے نہیں تھے نا تو کیسے دلاتی ابھی صبح ہی تو مالی بابا نے آپ سے پیسے مانگے تھے کہ انہیں اپنی بیٹی کے لیے کاپی لانی ہے اور آپ نے ان سے کہا تھا آپ کے پاس کوئی پیسے ویسے نہیں ہیں "زوبیہ نے ان کو اپنے صبح کے رویے کے بارے میں بتایا۔فاروق صاحب اور نازیہ بیگم کے دو ہی بچے تھے جیاد اور زوبیہ یہ سب لوگ خوشی والا میں رہتے ان کے ساتھ زوبیہ اور جیاد کے دادا جی بھی رہتے تھے جیاد آٹھ سال کا جب کہ زوبیہ پانچ سال کی پیاری سی بچی تھی وہ نہایت ذہین تھی عموماً اس عمر کے بچے ایسی باتیں نہیں کرتے جیسی وہ کر جاتی تھی اسے لوگوں کو بہت غور سے سننے کی عادت تھی بظاہر یوں لگتا کہ وہ اپنے کھیل کود میں مگن ہے لیکن اچانک سے کسی بھی بات کے بیچ میں حصہ لیکر سب کو حیران کر دیتی تھی اس کا زیادہ تر وقت اپنے دادا جی کے ساتھ گزرتا تھا جو اسے بہت پیار اور مان سے سمجھایا اور سکھایا کرتے تھے اور وہ بلاشبہ ایک ذہین بچی تھی اسے سیکھنے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی۔

بی بی نازیہ بیگم بہت حیران ہوئیں کیونکہ جس وقت کا یہ واقعہ تھا اس وقت وہ اپنے سامنے پزلز کے پیس پھیلائے ان میں پوری طرح مگن تھی

"وہ بیٹا اس وقت نہیں تھے مگر اب ہیں "وہ نظریں چراتے ہوئے اپنی چھوٹی سی بچی سے جھوٹ بول رہی تھیں تا کہ اس کے ذہن پہ برے اثرات نہ پڑیں

"آپ کو جو چاہیئے آپ مجھ کو بتا دینا میں آپ کو دلا دونگی لیکن آئندہ بھائی کی کاپیاں خراب نہیں کرنا " نازیہ بیگم نے زوبیہ کو سمجھاتے ہوئے کہا

"او کے ماما پھر آپ مجھے ایک رنگوں والی ڈبیہ اور رنگ بھرنے والی کتاب دلا دیں "زوبیہ نے معصومیت سے کہا۔

"لیکن کیوں بیٹا وہ تو آپ کے پاس پہلے سے ہی ہے پھر کیوں "نازیہ بیگم نے حیرت سے کہا

"وہ ماما مجھے رنگ بھرنا اتنا اچھا لگتا ہے لیکن مالی بابا کی بیٹی کے پاس نہیں ہے یہ سب اور ہم ساتھ کھیلتے ہیں تو پھر ہمیں دوسرا کھیل کھیلنا پڑتا ہے جب اس کے پاس بھی ہوگا تو ہم مل کر رنگ بھرا کریں گے "زوبیہ نے پر جوش لہجے میں اپنی بات نازیہ بیگم کو سمجھائی

"اچھا ٹھیک ہے میں لا دونگی پھر آپ دونوں ساتھ میں کھلنا "نازیہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا

شام میں دونوں بچے اپنے دادا کے ساتھ بیٹھے ان سے اچھی اچھی باتیں سیکھ رہے تھے

"دیکھو بچوں کبھی کسی کا دل نہیں دکھانا چاہیئے ہمیشہ سب کی مدد کرنی چاہیئے "دونوں بچے دادا کی بات سن کر زور و شور سے ہاں کے انداز میں سر ہلا رہے تھے جیسے سب سمجھ گئے

"تو بتا بچوں آج آپ دونوں نے کسی کی مدد کی یا نہیں "دادا سبق دیتے دیتے پوچھ بیٹھے

"دادا جی آج میں نے ایک بزرگ کو سڑک پار کروائی "جیاد نے پرجوش لہجے میں بتایا

"اور تم نے زوبیہ بیٹا "دادا جی نے زوبیہ سے پوچھا تو اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا کہ آج اس نے کسی کی مدد نہیں کی اتنے میں فاروق صاحب گھر آگئے وہ کافی سامان اپنے ساتھ لائے تھے

"السلام علیکم ابا جان "فاروق صاحب نے اپنے ابا جان کو سلام کیا اور پیار لینے کے لیے جھک گئے

"وعلیکم السلام بیٹا جیتے رہو "دادا جان نے جواب دے کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا

" کیا ہوا فاروق آپ دفتر سے واپسی پر خریداری پر چلے گئے تھے کیا "نازیہ بیگم نے دریافت کیا

"جی بیگم میری ترقی ہوئی تھی تو سوچا آپ سب کے لیے تحفے تحائف لیتا چلوں "فاروق صاحب نے سارا سامان ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا

فاروق صاحب کو دیکھتے ہی دونوں بچے دوڑتے ہوئے ان کے قریب آئے اور نازیہ بیگم سے تحائف دیکھنے کے لیے ضد کرنے لگے

وہ مسکراتے ہوئے شاپر کھول کر انہیں ان کے لیے لائے گئے تحفے دکھانے لگیں جیاد کے لیے ریموٹ کنٹرول والی گاڑی اور سوٹ تھے اور زوبیہ کے لیے گڑیا کا سیٹ اور دو پیارے پیارے فراک تھے ایک پنک کلر کا اور دوسرا فیروزی کلر کا

وہ گڑیا اور فراک کو ہاتھ میں لیے بے تحاشہ خوش تھی اور کھوئے کھوئے انداز میں فراک پہ ہاتھ پھیر رہی تھی اور دوسرے ہی لمحے وہ گڑیا کے سیٹ سے ایک گڑیا الگ کر رہی تھی اور الگ کرنے کے ساتھ ہی ایک ہاتھ میں گڑیا اور دوسرے ہاتھ میں ایک فراک پکڑے وہ دروازہ پار کر گئی تھی اسے اپنی آج کی نیکی کرنے کا موقع مل گیا تھا اور نازیہ بیگم کے ہونٹوں پر ناگواری پھیل گئی

چھوٹی موٹی چیزوں کی حد تک تو ٹھیک تھا مگر زوبیہ کے اس طرح کوئی بھی سامان اٹھا کر دینے کے وہ خلاف تھیں مگر وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتیں تھیں کہ زوبیہ ابھی چھوٹی تھی اسے ان باتوں کی کوئی سمجھ نہ تھی

مگر وہ خیالوں میں گم سوچ رہیں تھیں کہ ایسا کیا کیا جائے کہ زوبیہ کا یہ پاگل پن کچھ کم ہو وہ دن بدن جو دل میں آتا اٹھا کر کسی کو بھی دے دیتی تھی

"چلو بچو اٹھو اسکول کے لیے دیر ہو جائے گی جلدی سے نیچے آجا ناشتہ ریڈی ہے "دونوں بچوں کے کمرے اوپری منزل پر تھے نازیہ بیگم دونوں کو آوازیں دیتے ہوئے جلدی جلدی ٹیبل پر ناشتہ لگا رہیں تھیں

"یاالٰہی خیر "انہوں نے دھڑام کی آواز پہ جب سر اٹھا کر دیکھا تو جیاد سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے آرہا تھا اترتے ہوئے شاید اس کا پیر پھسل گیا تھا وہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئیں اور اس کے سر سے نکلتے ہوئے خون کو دیکھ کر اپنی چیخوں پر قابو نہ رکھ سکیں

فاروق صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور جلدی سے جیاد کو اٹھا کر ہسپتال کے لیے دوڑ گئے نازیہ بیگم ان کے ساتھ تھیں

زوبیہ سہمی ہوئی سی کھڑی تھی کہ دادا جان نے اس سے کہا

"بیٹا دعا کرو اللہ بچوں کی دعائیں فوراً قبول کرتا ہے "وہ شدومد سے بھائی کے لیے دعا کرنے لگی ۔جیاد کا خون بہت بہہ چکا تھا اور اس بلڈ گروپ او نیگیٹیو اتنا نایاب ہے کہ کم ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے اسکی زندگی خطرے میں تھی اور نازیہ بیگم کے آنسو تھے کہ رکتے ہی نہ تھے اچانک سے سامنے سے مالی بابا آئے اور انہوں نے بتایا کہ ان کے خون کا گروپ جیاد بیٹے سے مل گیا ہے

"صاحب جی آپ پریشان نہ ہوں جیاد بیٹا کو کچھ نہیں ہوگا "مالی بابا نے فاروق صاحب کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا

"آپ کے دونوں بچے اتنے پیارے ہیں کہ نجانے کتنے لوگ ان کے لیے دعا کرتے ہیں پھر انہیں کیسے کچھ ہو سکتا ہے "اور نازیہ بیگم اب مالی بابا کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں کہ ان کے بچے تو اللہ سے کاروبار کرتے ہیں اور اللہ سے کاروبار کرنے والوں کو تو کبھی نقصان ہو ہی نہیں سکتا بعض سبق ہم بڑے نہیں بلکہ بچے ہمیں سکھاتے ہیں اور یہ سوچ ذہن میں آتے ہی ان کے لبوں پر مسکراہٹ اور دل میں روشنی پھیل گئی۔

نوٹ:سب کی لکھی کہانیاں بہت عمدہ تھیں۔ جیتنے والوں کو بہت بہت مبارک ہو اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ان باتوں کا خاص خیال رکھا کیجئے کہ مقابلہ میں جو تحریر شامل کریں وہ آپکی اپنی ہو پہلے سے شائع نہ ہوئی ہو انگلش کا استعمال اس رسالے میں نہ کیا جائے ہمارا مقصد اردو کو فروغ دینا ہے اور اس میں آپ سب کا ساتھ پھول میں خوشبو کے مترادف ہے جزاک اللہ خیر

بقیہ--- الجھنیں سلجھنیں

مانند، عبارت آرائی کی شان والی) ۲۔بوندا باندی (تھوڑی تھوڑی بارش) ۳۔ پپیہا (زرد رنگ کا ایک خوش آواز پرندہ) ۴۔دستِ قدرت (طاقت، اختیار) ۵۔رقصِ بسمل (ذبح کئے ہوئے جانور کا پھڑکنا، تڑپنا) ۶۔عشقِ حقیقی (اللہ تعالی کا عشق، حبِ الٰہی) ۷۔گلِ ناشگفتہ (کلی، غنچہ، کنواری لڑکی) ۸۔ نادانستگی (ناواقفیت، لاعلمی، بے خبری) ۹۔ واجب التعظیم (تعظیم کرنے کے لائق) ۱۰۔ ہچکچاہٹ (جھجک، تامل) ۱۱۔یک بارگی (دفعتاً، یکا یک، اچانک) ۱۲۔اراضیات (اراضی کی جمع) ۱۳۔جدول بندی (خانہ وار ترتیب) ۱۴۔صومعہ نشین (راہب، تارک الدنیا) ۱۵۔کپکپاہٹ (کپکپی، لرزہ، تھرتھری)۔

الجھنیں سلجھنیں پیراگراف اور ذہنی مشق حل کر کے اپنے نام پتہ کے ہمراہ پی او بکس نمبر ۱ خانپور ضلع رحیم یار خان پر 15 جون 2016ء تک بھیج دیں دیر سے بھیجنے والوں کو مقابلہ میں شامل نہیں کیا جائے گا نتائج کا اعلان ہر ماہ کیا جائے گا مگر اس سلسلے کے انعامات سہ ماہی کی بنیاد پر دیئے جائیں گے۔()☆☆☆

"کایا پلٹ"

نوریہ مدثر۔ سیالکوٹ

"چلونا گل! سچی بڑا مزا آئے گا۔ سوچو تو مزے دار امرود اور کھٹی املی۔۔ امم مم۔ میرے تو منہ میں ابھی سے پانی آرہا ہے۔"

دس سالہ ایاز اپنی چھ سالہ بہن گل بیاض کو رامے انکل کے گھر سے آم چوری کرنے پر قائل کر رہا تھا۔ اودے اودے، نیلے، پیلے، پھولوں میں گھری وادی کے شمال میں ان کا گھر تھا۔ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ گل کو اسکول جانا اچھا لگتا تھا۔ پر ایاز کو نئی نئی اچھی اچھی باتیں سیکھنے کی بانسبت نئی نئی شرارتیں کرنا اچھا لگتا تھا۔ اسکول کے راستے میں رامے انکل کا گھر پڑتا تھا۔ رامے انکل اپنے غصے کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ کوئی بھی ان کے گھر سے باہر جھانکتے آم کے درخت سے ننھی منی کیریاں توڑنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ خدا جانے ایاز کو کیا سوجھی جو وہ ان کیریوں کو توڑنے کا سوچ رہا تھا اور گل کو بھی منا رہا تھا۔

"چلونا گل! سچی بڑا مزا آئے گا۔ سوچو تو مزے دار امرود اور کھٹی املی۔۔ امم مم۔ میرے تو منہ میں ابھی سے پانی آرہا ہے۔"

"پر بھیا یہ تو چوری ہوئی نا! اور آپ کو پتا ہے نا! کہ چوری کرنا اچھا نہیں۔"

"نہیں گل یہ چوری نہیں ہے۔ چوری تو وہ ہوتی ہے جو منہ پر کپڑا باندھ کر ہاتھ میں بڑے والی گن پکڑ کر کرتے ہیں۔ وہ لوگ گندے چور ہوتے ہیں۔" ایاز نے سمجھدار بنتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ جیسے بابا سے کبھی ان کے دوست ملنے آئیں تو بابا بھی کہہ دیتے ہیں جا کر کہو کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔ بابا کہتے ہیں یہ جھوٹ نہیں ہوتا۔ ہم بھی چوری نہیں کر رہے۔" گل فوراً بولی "بالکل۔ اب کل ہم وہ کیریاں توڑیں گے۔"

اگلے روز اسکول سے واپس آتے وقت دونوں بہن بھائی رامے انکل کے گھر کے پاس آکر رک گئے۔

"بھیا! اگر رامے انکل کو پتا چل گیا تو؟" گل ڈر رہی تھی۔

"اوہو گل! ڈرو نہیں۔ اس وقت رامے انکل سو رہے ہوں گے۔ اور یاد رکھو یہ چوری نہیں ہے۔

اب میں دیوار پر چڑھتا ہوں۔ میں کیری توڑ کر نیچے پھینکوں گا۔ تم پکڑتی جانا۔ ٹھیک!"۔

ایاز نے دیوار پر چڑھنے سے پہلے کہا۔ دیوار پر چڑھنا آسان تھوڑی تھا۔ یہ پھسلا ایاز کا پاؤں اور وہ دھڑام سے نیچے آگرا۔ گھٹنا چھل گیا۔ گل تو ایاز کی چوٹ دیکھتے ہی رو دینے کو تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ایاز نے ایک پتھر اٹھا لیا۔

"ہم اس پتھر سے نشانہ لگا کر وہ توڑیں گے۔" ایاز نے گل کا جواب سنے بنا ہی پتھر درخت پر جھولتی شاخ پر دے مارا۔ پر یہ کیا؟ وہ پتھر شاخ سے ٹکرا کر سیدھے گل کے ماتھے پر آلگا۔

گل تو چیخ مارتے ہی رونے لگی۔ اس کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا۔ ایاز کے تو ہاتھ پیر ہی پھول گئے۔ گل کے رونے کی آواز سن کر رامے انکل گھر سے باہر آگئے۔ جب رامے انکل نے اس کے ماتھے سے خون نکلتا دیکھا تو سب سمجھ گئے۔ انہوں نے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ اندر چلنے کو کہا۔

"بیٹا! اگر آپ کو آم چاہیے تھے تو مجھے کہہ دیتے۔ میں خود ہی توڑ دیتا۔ اگر کوئی خطرناک چوٹ لگ جاتی تو؟" رامے انکل نے گل کی پٹی کرتے ہوئے کہا۔

"انکل آپ کے غصے سے ڈر لگتا ہے۔ اور ایاز بھیا نے کہا تھا کہ یہ چوری نہیں ہے۔" گل نے ایاز کے منہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اس وقت رامے انکل بہت شرمندہ نظر آرہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سبھی ان کے غصے سے خائف ہیں۔

"دیکھو بچو! یہ بھی چوری ہی ہے۔ کسی کی چیز بنا اجازت لے لینا، اسے چرا کر خود استعمال کر لینا، غلط ہے۔ چوری چاہے کوئی بڑا کرے یا چھوٹا کرے، چوری ہی ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے عہد میں چوری ایک اونچے خاندان کی عورت نے کی۔ پر آپ ﷺ نے اس کی سفارش رد کر دی اور اسے بھی وہی سزا ملی جو ایک چور کو ملتی ہے۔ بیٹا! اسی طرح جھوٹ چھوٹا ہو یا بڑا جھوٹ ہی ہے۔"

"اور انکل ہماری ٹیچر کہتی ہیں کہ اللہ پاک ہماری ہر حرکت کو دیکھتے ہیں۔ اور اللہ پاک گندے لوگوں سے ناراض ہو جاتے ہیں۔" گل کہہ رہی تھی۔ ایاز کے چہرے سے شرمندگی عیاں تھی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی شرارتوں سے توبہ کر رہا تھا۔ رامے انکل نے دونوں بچوں کو ان کے گھر چھوڑا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ آم پکنے پر خود انہیں توڑ کر دیں گے۔ رامے انکل نے خود میں مثبت تبدیلی پائی۔ بھلا کیا؟ یہی کہ بچوں سے مل کر باتیں کر کے ان کے غصے کا جن دور ہو چکا تھا اور وہ مسکرا رہے تھے۔

جادو کا دستانہ

طلحہ محمود ساجد

فہد کے گاؤں میں میلا لگا ہوا تھا۔ وہاں خوب رونق تھی۔ رنگ برنگے کپڑے پہنے بچے بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ میلے میں کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ کھلونے، بیگ، ٹوپیاں، ٹوکریاں اور دوسری بہت سی چیزوں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ بچے

اپنی پسند کی چیزیں دیکھ رہے تھے اور ان میں سے کچھ خرید بھی رہے تھے۔ فہد اس وقت ٹوپیوں کی ایک دکان پر کھڑا تھا۔ مختلف رنگوں کی طرح طرح کی ٹوپیاں دیکھتے ہوئے اچانک اس کی نظر ایک دستانے پر پڑی۔ فہد نے دستانہ اٹھالیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ دستانے کی پہلی انگلی سبز اور سفید تھی۔ دوسری کا رنگ نیلا اور کاسنی، تیسری کا پیلا اور خاکی اور چوتھی کا رنگ نیلا اور سرخ تھا جب کہ انگوٹھے کا رنگ کالا اور سفید تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کتنا خوب صورت دستانہ ہے۔ اس نے پوری دکان دیکھ ڈالی، لیکن اس کا دوسرا دستانہ نہ ملا۔

فہد نے دستانہ اپنے ہاتھ میں پہن لیا۔ دستانہ اس کے ہاتھ میں پورا آ گیا تھا اور اسے گرمی اور نرمی کا خوش کن احساس ہونے لگا۔ دکان کے مالک نے اس کی دلچسپی اور خوشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! تم اسے لے سکتے ہو۔ چوں کہ یہ ایک ہی ہے، اس لیے میں تم سے اس کی قیمت نہیں لوں گا۔''

فہد یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے دکان دار کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چل دیا۔ اس نے پوری دوپہر وہ دستانہ پہنے رکھا اور اسے جلد ہی احساس ہوگیا کہ یہ دستانہ تو جادوئی ہے۔ جب وہ گھر پہنچا، تو اس نے دستانے والا ہاتھ جیسے ہی دروازہ کھولنے کے لیے بڑھایا، دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ فہد کو یہ سب بہت عجیب لگا اور وہ گھر میں داخل ہوگیا۔ پھر وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھا تا کہ اسے کھول سکے۔ ابھی

اس نے کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ اپنے آپ کھل گئی۔ فہد نے اپنی انگلیاں سختی سے بند کیں، تو کھڑکی بند ہوگئی۔ یہ دیکھ کر فہد خوشی سے سوچنے لگا کہ یہ تو واقعی جادوئی دستانہ ہے اور یہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔

فہد کے کمرے میں اس کے کھلونے بکھرے پڑے تھے۔ اس نے کھلونوں کی طرف دستانے والے ہاتھ سے اشارہ کیا، تو تمام کھلونے اپنے آپ الماری میں چلے گئے اور اتنی اچھے ترتیب سے رکھے گئے جیسے کسی نے انہیں بہت سلیقے سے رکھا ہو۔

شام کو فہد کو ایک نئی بات کا پتا چلا۔ جیسے ہی اس نے اسکول کا کام کرنے کے لیے بستے کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس کے بستے سے کتابیں اور کاپیاں باہر نکلیں، کاپیاں اپنے آپ کھل گئیں اور قلم جلدی جلدی تمام جوابات کاپیوں پر لکھنے لگا۔ آخری صفحے پر ایک خوب صورت سی تصویر بھی بن گئی۔

فہد کی اسکول کی زندگی کا یہ ہفتہ بہترین ثابت ہوا۔ اس نے ہر امتحان میں سب سے زیادہ نمبر لیے۔ اسی طرح کھیل کے میدان میں بھی اس نے شان دار کار کردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے فٹ بال کے میدان میں پانچ گول بنائے۔ باسکٹ بال کے ایک کھیل میں پانچ پوائنٹ حاصل کیے۔ اس نے ہر جگہ بغیر کسی محنت کے کامیابی حاصل کر لی، لیکن اس سب کے باوجود جلد ہی وہ اس کام سے اکتا گیا، کیوں کہ ہر جگہ بغیر کسی محنت کے اسے شان دار کامیابی مل رہی تھی۔

ایک دن اس نے اسکول سے چھٹی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا کہ پورے ہفتے میں سب سے زیادہ نمبر لے چکا ہوں، اس لیے ایک دن کی چھٹی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس دن گرمی بہت تھی اور وہ نہر میں نہانا چاہتا تھا۔ نہر اس کے گاؤں کے پاس واقع جنگل میں بہتی تھی۔ اس نے جیسے ہی دستانے کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، تو وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ جلد ہی وہ نہر پر پہنچ گیا۔ نہر کے کنارے پر جا کر اس نے نیچے کی طرف اشارہ کیا، تو وہ زمین پر اتر گیا۔ اس وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس نے کچھ دیر ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔ سیب اور کیلے کھائے اور پھر پچھلے ہفتے پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔

اس نے سوچا کہ میں جو اشارہ کرتا ہوں، دستانہ وہ کام فوراً ہی کر دیتا ہے۔ ابھی تک تو اس جادوئی دستانے نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا ہے، لیکن مزا نہیں آ رہا۔ محنت کر کے کامیابی حاصل کرنے میں جو مزا آتا ہے، وہ بغیر محنت کے کامیابی حاصل کر کے نہیں آتا۔

ابھی وہ یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے دستانے والے ہاتھ نے حرکت کی۔ اسی لمحے فہد نے محسوس کیا کہ اس کا دستانے والا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ وہ چونک پڑا۔ ''یہ...... یہ یہ کیا ہو رہا ہے، میرا ہاتھ کیوں سرد ہوتا جا رہا ہے؟ اف! برف جتنا ٹھنڈا!!!!!''

اس نے دستانہ پہن رکھا تھا، لیکن دستانے والے ہاتھ میں سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ فہد کو خوف محسوس ہونے لگا۔ اس نے دستانہ اتار دیا۔ دستانہ اترتے ہی سردی کی شدت ختم ہوگئی اور وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنی قمیض اتاری اور نہر میں چھلانگ لگا دی۔ اسے تیراکی میں بہت مزا آ رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک بندر کو ادھر آتے دیکھا۔ بندر اس کے کپڑوں کے پاس آ گیا اور انہیں دیکھنے لگا۔

''ارے! کہیں یہ بندر میرے کپڑے نہ اٹھا لے۔'' فہد بولا اور جلدی سے نہر سے باہر نکلا اور اپنے کپڑوں کی طرف دوڑ لگا دی، لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی بندر نے اس کا دستانہ اٹھایا اور اپنے سر پر رکھ لیا۔ پھر جیسے ہی دستانے کی انگلی آسمان کی طرف ہوئی، بندر اڑنے لگا۔ فہد حیرت سے بندر کو آسمان پر اڑتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

پہلے تو اسے دستانے کھونے کا افسوس ہوا، لیکن جلد ہی اسے احساس ہوگیا کہ کامیابی جادو کے دروازے سے گزر کر حاصل تو کی جا سکتی ہے، لیکن اس کا مزا نہیں آتا۔ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ آدمی محنت کا دروازہ استعمال کرے۔ محنت سے حاصل کی گئی کامیابی ہی میں مزا ہے۔ اب فہد کو احساس ہوگیا کہ دستانے کے جادو نے اسے جو کامیابیاں دلائی تھیں، ان میں مزا کیوں نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنے کپڑے پہنے اور گھر کی راہ لی۔

☆☆☆

بچپن کے دن

محترم قارئین! السلام علیکم!

بچوں کے اس خوبصورت سلسلہ بچپن کے دن لے کر حاضر خدمت ہیں۔ آئندہ شمارے میں آپ بھی اپنے بچپن کی خوبصورت یادیں تازہ کریں اور لکھ بھیجیں،، قلم کی روشنی،، میں آپ ہمیں اپنے بچپن کا کوئی ایک خوبصورت قصہ ای میل یا پی او بکس پہ ارسال کر سکتے ہیں۔

بچپن کے دن۔۔۔۔۔۔

میں شرارتی زیادہ نہیں تھا لیکن ہاں ضدی ضرور تھا......لیکن سب کے ساتھ گھلتا ملتا اور سب کا خیال کرتا تھا.......کوئی خاص تو نہیں لیکن بچپن میں ایک بار کافی زیادہ کھانسی ہوئی تھی تو کھانسی کے شربت کی پوری شیشی پی لی بس پھر وہی ہوا شربت میں چونکہ نشہ ہوتا ہے تو ایک دن پورا سویا رہا اگلے دن بمشکل اٹھا۔ بچپن کے دن سب کی طرح مجھے بھی بہت یاد آتے ہیں۔

دانیال سعید۔ جدہ، سعودی عرب

☆☆☆

میں بچپن میں بہت شرارتی تھی۔ چھوٹے تھے تو ابو کے ساتھ ہر ہفتے چھٹی کے دن سب چچازاد بھائیوں کے ساتھ نہر پہ جایا کرتے تھے۔۔ میں چھوٹی تھی تو معلوم نہیں تھا کہ نہر میں ڈوب بھی سکتے ہیں کیونکہ ہم سب بچوں کو ابو اور تایا جی باری باری نہر میں لے کر جاتے تھے۔۔ تو ایک دن میری بہن کو تایا ابو نے پانی میں چکر لگوا کر کنارنے پہ کھڑا کیا اور وہ بھی وہیں کھڑی ہو کر کپڑے سکھانے لگی میں چپکے سے اس کے پیچھے گئی اور اسے پانی میں دھکا دے دیا وہ تو شکر کہ تایا ابو بھی کنارے کے پاس ہی تھے اور بہن کو ڈوبنے سے بچا لیا ورنہ آج میری بہن پتا نہیں کہاں ہوتی۔۔ تو اس طرح میری شرارتیں بچپن میں خطرناک سی تھیں۔۔۔

صبا شبیر۔ جدہ، سعودی عرب

☆☆☆

بچپن میں ایک بار جب میں چھوٹی تھی (کیونکہ امی اکثر بتاتی ہیں تو پیپسی کی شوقین تھی) تو ایک بار پیپسی پینے کی بہت زیادہ ضد کرنے لگی کہ مجھے ابھی لا کر دیں۔۔ وہ بھی دکان سے نہیں بلکہ پیسے ڈال کر مشین سے نکال کر دیں۔۔ بابا نے کافی غصہ کیا میری اس ضد پر لیکن آخر کار بوتل دلوا دی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اب یہ ساری ختم ہونی چاہیے۔۔ اب بھلا چھوٹی بچی پورا ٹن کیسے پی سکتی ہے تو میں ایک گھونٹ پی لیتی پھر کین کو ہلا کر اس امید پہ ہلا کر دیکھ لیتی کہ شاید ختم ہو گیا ہے تو میری شکل بابا کے ڈر سے ایسی بن گئی تھی کہ ماما بتاتی ہیں کہ ان کو میری شکل سوچ کر آج بھی ہنسی آتی ہے

ادینہ آصف۔ لاہور

☆☆☆

میں شریف سی بچی تھی اور اتنی شریف کہ میں ہر کسی سے مار کھا کر گھر آ جاتی تھی۔۔

ندا اختر۔ دارا پور۔ گوجرہ

☆☆☆

میں کافی شریر تھی اور اپنے بچپن کے دوستوں کے ساتھ مل کر لوگوں کی گاڑیوں کے شیشے پھوڑ دیتی تھی۔۔

ندا محمد مقبول۔ لکھنو، انڈیا

☆☆☆

میں بچپن میں بہت باتونی تھی.. جب میرے سب چچاؤں کے بچے ہمارے گھر آتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ "چھپن چھپائی "والے کھیل میں شامل نہیں کرتے تھے کیونکہ میں بولتی جو تھی۔۔ ایک بار کھیل شروع ہونے سے پہلے جس کمرے میں چھپن چھپائی کھیلی جاتی تھی اس کمرے میں جا کر چھپ گئی اور جیسے ہی انہوں نے بتی بجھائی میں نے نکل کر سب کو زور زور سے تھپڑ لگائے اور پھر ظاہر ہے پکڑے جانے پہ جو میرے ساتھ ہوا ہو گا آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

سیدہ عظمٰی جمیل الدین۔ کراچی

☆☆☆

میں شرارتی نہیں بلکہ باتونی تھی ایک ہی بات یاد ہے اور سوچ کر آج بھی ہنسی آتی ہے کہ میں کاکروچ کے پاس جا کر کہتی تھی ممم۔ چاااا اور جب بازار جاتی تھی تو مٹھائی کی دوکان کے آگے رونا پیٹنا ڈال دیتی تھی کہ مجھے چاکلیٹ اور ٹافیاں چاہیے۔

اسریٰ اعجاز۔ جدہ، سعودی عرب

☆☆☆

شرارتیں تو بچپن کا حصہ ہوتی ہیں۔۔۔ ہم لوگوں کے گھروں کی گھنٹیاں بجا کر تنگ کرتے تھے۔۔ اور ایک بار ہم نے امرود کھانے کا پلان بنایا اور ہمارے پڑوس میں گڈو بھائی رہتے تھے ان کے گھر گئے اور کہا کہ ہمیں آپ کے باغ کے امرود چاہیئے کیونکہ آج ہمارے گھر مہمان آئے ہیں اور کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے ہم یہ امرود مہمانوں کو کھلائیں گے۔۔۔ ہم اور ہمارے معصوم جھوٹ، اندازہ تو انھیں تھا لیکن انہوں نے ہمارے جھوٹ کو انجان بنتے ہوئے مان لیا اور گڈو بھائی نے بہت سارے امرود لا کے دے دیئے اس وقت لوگ کھلے دل کے ہوتے تھے۔۔!!

ممتاز فاطمہ۔ ریاض، سعودی عرب

☆☆☆

میں کوئی دو یا تین سال کی تھی اور اس عمر میں کیا علم کہ روپے کی کیا قدر ہوتی ہے اور کی یہ کہ نوٹ میں روپے ہوتے ہیں بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ کا یہ ٹکڑا دکان پہ دیں تو ٹافی ملتی ہے۔ تو پھوپھو کے پانچ سو

''بچوں کے قہقہے، پیاری اور معلوماتی باتیں''

انچارج کوثر ناز

''اچھی باتیں''

☆ محنت اتنی خاموشی کے ساتھ کرو کہ تمہاری کامیابی شور مچادے۔ ☆ بہترین انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں تو دیوار پر بھی لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ☆ خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی جتنا غم سکھاتا ہے، نیک بننے کی کوشش کرو جیسے حسین بننے کی کرتے ہو۔

☆ جو اللہ کے دیے ہوئے رزق کو کافی سمجھے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ ☆ جو تمہیں تمہارے عیبوں سے آگاہ کرے وہ تمہارا بہترین دوست ہے۔ ☆ شکست کھانا بری بات نہیں شکست کھا کر ہمت ہار جانا بری بات ہے۔ ☆ خاموش انسان میں سوچنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

☆ مسکراہٹ خوبصورتی کی علامت ہے اور خوبصورتی زندگی کی۔ انتخاب -

قہقہے

جن: کیا حکم ہے میرے آقا؟ انسان: میرے گھر سے امریکا تک کا سڑک بنادو۔ جن: بہت مشکل ہے میرے آقا۔ انسان: پھر میری بیوی کو میرا فرماں بردار بنادو۔ جن: سڑک ایک طرفہ ہو یا دو طرفہ

☆☆☆

ایک سردار کا مرغا بیمار ہوگیا۔ سردار کا دوست بولا یار اسکا صدقہ اتارو ٹھیک ہوجائے گا سردار نے بکرا لیا اور مرغے کا صدقہ اتار دیا۔

انتخاب: شائستہ جبین، ملتان

☆☆☆

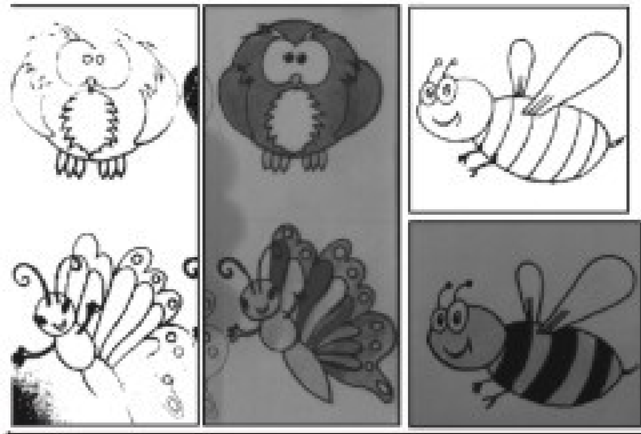
ایک سردار چینی کا تھیلا لایا اور یہ سوچ کر کہ! چینی کو مکوڑے نہ کھا جائیں چینی کے تھیلے پر نمک لکھ دیا

عزیز اللہ خان خانپور

☆☆☆

رنگ میرا جہاں

پیارے بچو! تصاویر میں رنگ بھریں۔



خوشخطی ...... انچارج علینہ ملک

نوٹ: چھوٹے بچے اس مشق میں حصہ لیں

بچو! ان الفاظ کو خوشخط لکھ کر اور رنگ بھر کر یہ صفحہ اپنے نام پتہ کے ساتھ ہمیں جلد ارسال کریں سب سے پہلے بھیجنے والے بچوں کو انعامات دیئے جائیں گے۔

ا۔ انگور	ج۔ جہاز	ٹ۔ ٹوپی
ر۔ راکٹ	س۔ سیب	ص۔ صندوق
ط۔ طوطا	ع۔ عورت	ف۔ فانوس
ق۔ قلم	ک۔ کتاب	ش۔ شیر۔
غ۔ غبارہ	ل۔ لومڑی	م۔ موم بتی
ن۔ نارنگی	و۔ ورق	ی۔ یکہ

☆☆☆

بقیہ۔ اسلام اور عورت

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد ہو اور اس کا ماں کی طرف سے (ایک بھائی یا ایک بہن ہو) یعنی اخیافی بھائی یا بہن (تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے جب کہ یہ تقسیم بھی (اس وصیت کے بعد) ہوگی (جو وارثوں کو (نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض) کی ادائیگی کے بعد۔ النساء، 12 : 4

10۔ قرآنِ حکیم ہی کی عملی تعلیمات کا اثر تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی سے حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج پر چلے جاؤ۔

اور اسی تعلیم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے۔

بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب ، 1114 : 3، رقم: 2896

11۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کے لیے بھی اچھی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کے لیے۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ عورت کو کم تر درجہ کی مخلوق سمجھتے ہوئے اس کی تعلیم و تربیت نظرانداز کر دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الرجل تکون لہ الم فیعلمہا فیحسن تعلیمہا، ویؤ بہا فیحسن د بہا، ثم یعتقہا، فیتز وجہا، فلہ جران.

اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے خوب اچھی تعلیم دے اور اس کو خوب اچھے آداب مجلس سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لئے دوہرا اجر ہے۔

بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب فضل من سلم من اہل الکتابین، 1096 : 3، رقم: 2849

گویا مندرجہ بالا قرآنی آیات و احادیث نبوی سے پتا چلا کہ اسلام نے عورت کو معاشرے میں نہ صرف باعزت مقام و مرتبہ عطا کیا بلکہ اس کے حقوق بھی متعین کر دیے جن کی بدولت وہ معاشرے میں پرسکون زندگی گزار سکتی ہے۔۔۔ ☆☆☆

ہمارے قومی کھیل

انچارج مسکان احزم

معزز قارئین! السلام علیکم! ہمارے قومی کھیل سلسلہ لے کر حاضر خدمت ہیں ہم ہر شمارے میں اپنے کسی ایک قومی کھیل سے نہ صرف متعارف کروائیں گے بلکہ کھیل کے متعلق معلومات بھی فراہم کریں گے جس سے نہ صرف بچے اپنے قومی کھیلوں کے متعلق جان سکیں گے بلکہ کھیلنے کا شوق بھی پیدا ہوگا اِن شاءاللہ یہ سلسلہ بچوں بڑوں سب کی توجہ کا مرکز بنے گا اُمید ہے آپ اس سلسلے سے بہت لطف اندوز ہونگے۔ آپکو ہمارا یہ سلسلہ کیسا لگا؟ ہمیں آپکے خطوط کا بے حد انتظار رہے گا۔ اللہ سب کا حامی و ناصر ہو آمین مشہور قول ہے کہ صحت مند دماغ صحت مند جسم میں ہی ہوتا ہے اور جسم کو صحت مند بنانے میں کھیل بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جس معاشرے میں کھیل کے میدان آباد ہوتے ہیں اس معاشرے کی ترقی اور خوشحالی یقینی ہوتی ہے۔ یوں تو ہر کھیل اپنی اہمیت اور افادیت رکھتا ہے لیکن کچھ کھیل ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی ملک میں قومی کھیل کا درجہ پا لیتے ہیں۔ ان کی اہمیت اور افادیت کا اپنا ہی ایک مقام ہوتا ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کھیلوں کی اپنی ہی ایک تاریخ ہوتی ہے جو بعض دفعہ ملکی تاریخ کا بھی حصہ بن جاتی ہے۔

ھاکی

اگر ہم پیارے ملک پاکستان کے حوالے سے بات کریں تو سرِ فہرست ہاکی کا نام ہی ہمارے ذہنوں میں آتا ہے۔ ہاکی پاکستان کا قومی کھیل ہے۔ یہ ایسا کھیل ہے جو دنیا کے قدیم اور مشہور کھیلوں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان نے ہاکی کا عالمی کپ بھی چار بار جیتا ہے جو کہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ اور یہ اعزاز پاکستان کے لیے قابلِ فخر ہے۔ پاکستانی ہاکی ٹیم کا شمار دنیا کی بہترین ٹیموں میں ہوتا ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی ہاکی ٹیم دنیا کی بہترین ٹیموں میں پہلے نمبر پر براجمان ہے۔ ہاکی پاکستان کے ساتھ ساتھ بھارت کا بھی قومی کھیل ہے لیکن ہاکی کا پہلا عالمی چیمپئن اور زیادہ سے زیادہ مرتبہ عالمی فاتح بننے کا اعزاز پاکستان کے پاس ہے۔ ہاکی کا کھیل انیسویں صدی میں مقبول ہوا۔ اور دنیا کے اولمپک کھیلوں میں ہاکی کا کھیل بھی شامل تھا۔ کے بعد اسے اولمپک کھیلوں کے مقابلوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ جدید ہاکی کا کھیل برطانیہ میں رواج پذیر ہوا۔ برطانوی فوج جہاں جہاں بھی قابض رہی اس نے وہاں ہاکی کا کھیل بھی متعارف کروایا۔ اکیسویں صدی کے وسط تک یہ یورپ کا مقبول کھیل سمجھا جانے لگا۔ میدان:۔ ہاکی کا میدان ۱۰۰ گز لمبا اور ۶۰ گز چوڑا ہوتا ہے۔ گول پوسٹ ۴ فٹ چوڑی ہوتی ہے۔ گیند اور ہاکی کا وزن:۔ سفید رنگ کی گیند کا وزن ۴۵ اونس اور ہاکی کا وزن ۱۲ سے ۲۸ اونس تک ہوتا ہے۔ کھیل کا دورانیہ:۔ کھیل کا دورانیہ ۷۰ منٹ اور کھیل برابر رہ جانے پر ۲۰ منٹ اضافی دیے جاتے ہیں اور صورت حال تبدیل نہ ہونے پر پلنٹی سٹروک بھی ملتے ہیں۔ کھلاڑیوں کی تعداد:۔ ہر ٹیم گیارہ کھلاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہاکی کے لیے پاکستان میں ایک ادارہ جسے پی ایچ ایف یعنی پاکستان ہاکی فیڈریشن کہتے ہیں بنایا گیا ۱۹۴۸ء میں اس ادارے کا قیام وجود میں آیا۔ یہ ادارہ ملک میں ہاکی کے کھیل کو منظم و مربوط بنانے کا ذمے دار ہے۔ نوجوان اور باصلاحیت کھلاڑیوں کی تربیت اور تجربہ کار کھلاڑیوں کی تلاش میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ نیشنل ہاکی چیمپئن شپ اور آغا خان گولڈ کپ ہاکی ٹورنامنٹ کا اہتمام بھی فیڈریشن کرتی ہے۔ تاکہ میں ملک میں اچھے اچھے کھلاڑی پیدا کیے جاسکیں۔ فیڈریشن قومی ہاکی ٹیم کو بیرونی ممالک بھیجنے کا بھی انتظام کرتی ہے۔ قاسم ضیا فیڈریشن کے موجودہ صدر ہیں۔ ہاکی کا کھیل بھی کئی اقسام کا ہوتا ہے جیسا کہ فیلڈ ہاکی، آئس ہاکی، رولر ہاکی، کواڈ رولر ہاکی، ان لائن سلیج ہاکی اور اسٹریٹ ہاکی ہیں۔ ہمارے ہاں کھیلی جانے والی ہاکی فیلڈ ہاکی ہی ہے۔ برصغیر اور دیگر ایشیائی ممالک میں ہاکی سے مراد فیلڈ ہاکی ہے جبکہ امریکا، کینیڈا اور دیگر ممالک میں ہاکی سے مراد آئس ہاکی ہے۔ ہاکی خاندان کا ایک ٹیم کھیل ہے۔ کھیل ایک گھاس کے میدان یا ایک ٹرف کے میدان پر کھیلا جا سکتا ہے۔ فیلڈ ہاکی کھیل گولی سمیت گیارہ کھلاڑیوں کی دو ٹیموں کے درمیان کھیلا جاتا ہے۔ لکڑی یا فائبر گلاس سے بنی مختصر لاٹھی سے جسے ہاکی کہا جاتا ہے سے ربڑ کی گیند کے مشابہ سخت گول گیند کو مارا جاتا ہے۔ کھیل کا مقصد گیند کو مخالف ٹیم کے گول میں پہنچانا ہوتا ہے۔ گلی کوچہ ہاکی یا اسٹریٹ ہاکی کا کھیل برفانی ہاکی (ice hockey) کی طرز پر کھیلا جاتا ہے، مگر برفانی سطح کے بجائے سڑک) یا اس طرح کی سطح (پر کھیلا جاتا ہے۔ کھلاڑی عام جوتے پہنتے ہیں، یا roller skate۔ یہ کھیل زیادہ تر ایسے ممالک میں کھیلا جاتا ہے جہاں برفانی ہاکی مقبول ہے، مثلاً کینیڈا، جرمنی۔ جرمنی میں منعقد ہونے والے گلی کوچہ ہاکی کے فائنل میں پاکستان نے امریکا کو 2-5 سے ہرا کر کپ جیت لیا تھا۔ مگر آج کل پاکستانی ہاکی ٹیم زوال کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہاکی کے لیے پاکستان میں اس طرح کی اکیڈمیز نہیں ہیں جس طرح کرکٹ کے لیے ہیں۔ علاوہ ازیں ہاکی کی کوریج بھی اس طرح نہیں کی جاتی جس طرح باقی کھیلوں کی ہوتی ہے۔ وسائل محدود فراہم کیے جا رہے ہیں۔ لوگوں کی دلچسپی ان وجوہات کی بنا پر پاکستان کے قومی کھیل میں کم ہو رہی ہے جو کہ قابلِ توجہ ہے۔ فی امان اللہ۔ ☆☆☆

مسکرائیں

انچارج: حرا طاہر

مسکراہٹ ایک ایسا انمول تحفہ ہے جو آپ بنا پیسہ خرچ کیے آسانی سے کسی کو بھی دے سکتے ہیں اور ہنسنا مسکرانا صحت کے لیے بہت مفید بھی ہے مگر ہمیشہ ایک بات ذہن میں ضرور رکھیں کسی کو دیکھ کر مسکرانے سے بہترین عمل کسی کو مسکرا کر دیکھنا ہے۔خوش رہیں خوشیاں بانٹتے رہیں۔آپ بھی اپنے تخلیق یا انتخاب کردہ مزیدار چٹکلے ،لطیفے اور مزاح سے بھرپور تحاریر قلم کی روشنی میں شامل کرنے کے لیے ہمیں ای میل یا پی او بکس پہ بھیج سکتے ہیں

ایک سردار مچھردانی میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک ڈاکو نے آ کر کہا خبردار ذرا ادھر ادھر ہوتو گولی مار دونگا ۔؟ سردار ہنس کر ہاہاہا اف اللہ اتنا پاگل اس میں تو مچھر بھی داخل نہیں ہوسکتا . تمہاری اتنی بڑی گولی کیسے داخل ہوگی .؟

حاجی بشیر اپنے بیٹے سے: اگر تم امتحان میں فیل ہوگئے تو آئندہ مجھے "ابا جان "مت کہنا. نتیجے کے دن جب والد نے اس کے بارے میں پوچھا: تو بیٹا بولا:"بس کیا سناؤں یار بشیرے. تو ابا کہنے کے قابل نہیں رہا۔۔!

☆☆☆

ایک آدمی پیپسی کی بوتل سامنے رکھ کر پریشان تھا دوست آیا پیپسی پی کر بولا یار کیوں اداس ہو؟ آدمی بولا یار آج کا دن ہی خراب ہے، صبح بیوی سے جھگڑا ہوگیا، راستے میں گاڑی خراب ہوگئی، دفتر لیٹ پہنچا تو باس نے دفتر سے نکال دیا اور اب خودکشی کے لیے اس بوتل میں زہر ملایا تھا وہ بھی تو پی گیا۔

☆☆☆

بیمار ڈاکٹر سے آپ نے خاتون ڈاکٹر بہت اچھی رکھی ہوئی ہے اس کا ہاتھ لگتے ہی میں ٹھیک ہوگیا، ڈاکٹر جانتا ہوں تھپڑ کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی۔

عورت سبزی والے سے اگر سبزی خراب نکلی تو پکی پکائی واپس دے جاؤں گی، سبزی والا: باجی پھر آتے ہوئے ساتھ میں دو روٹیاں بھی لیتے آنا۔۔۔!

☆☆☆

مالک نوکر سے: جا کر پودوں کو پانی دو، نوکر: لیکن جناب باہر تو بارش ہو رہی ہے نوکر نالائق کام چور کوئی بہانا نہیں چلے گا۔۔!

☆☆☆

کوئی ایسی کہانی سنا جس میں سبق بھی ہو اور نتیجہ بھی ہو، میں اپنی پھوپھو کے گھر گیا اور وہ سو رہی تھی ''سبق''...پھر پھوپھو آئی تو میں سو رہا تھا ''نتیجہ' جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔۔!!

بقیہ۔۔۔انعامی مقابلہ کالم نگاری

والا بہت باشعور اور مثقف ہو، حالات حاضرہ پر اس کی نگاہ ہو، قوم وملت کے دینی، ثقافتی، اجتماعی، سیاسی اور دیگر حالات سے واقف ہو نیز مختلف اور ملکی وغیر ملکی حالات، ضروریات اور حاجات سے واقفیت کے ساتھ ساتھ ان میں موازنہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، یا کم از کم ایک مقبول حد تک ان میں موازنہ کر سکتا ہو۔ یہ رُجحان بھی سامنے آیا ہے کہ جب اپنے کسی پسندیدہ شخصیت یا عزیز کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہو ہم اپنے قلم سے اس کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے سے بھی گریز نہیں کرتے جب کہ ہم جانتے ہیں سامنے والی شخصیت میں ایسی کوئی خوبی تا حال نہیں ہے اہم بات یہ کیا ہم سچ سے واقف ہیں؟ کیا ہم قلم کے ساتھ انصاف کر رہے ہوتے ہیں؟

موجودہ دور میں قلم کا استعمال جہاں خوشی وانبساط سے سرشار کرتا ہے وہاں قلم کی بے حُرمتی صدمہ وافسردگی سے دوچار کرتی ہے افسوس کہ بہت کم ہی ایسے احباب نظر آتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ لکھنے کی صلاحیت بھی دیتا ہے اور اس کی توفیق بھی، انھیں اولیات کی ترتیب کا صحیح فن بھی قدرت کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور تعمیری گفتگو کا سلیقہ بھی، ان کی تحریروں سے نہ صرف قوم وملت مستفید ہوتی ہے بلکہ ان کا یہ عمل ان کے نامہ اعمال میں حسنات کی شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

ہم اللہ پاک سے دعا گو ہیں ہمیں قلم کی امانت کا ہمیشہ پاسبان بنائے رکھیں ہمارے زورِ قلم کو طاقت دیں سچ لکھنے کی، انصاف لکھنے کی، حق بات کہنے کا، موجودہ دور میں قلم کے ذریعے ہی ہم اپنی کھوئی ہوئی حیثیت کو دوبارہ پا سکتے ہیں حق وسچ کے ساتھ دشمنوں کو پچھاڑ سکتے ہیں۔

قلم کی زینت تا حیات برقرار رہے
میرے لفظوں میں تا حیات سچ قائم رہے

جیتنے والوں کو ادارہ قلم کی روشنی :کی طرف سے خوبصورت رسالہ اور تعریفی اسناد بھیجی جا چکی ہیں ،بہت بہت مبارک ہو، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ۔آمین۔

☆☆☆

بقیہ۔۔۔سو لفظی کہانیاں۔۔۔

لہجے میں جھڑک دیا وہ ان استادوں میں سے تھی جو پڑھائی میں کمزور بچوں کو کسی قابل نہیں سمجھتے۔ ارصم کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔ اس کے ہاتھ سے وہ تقریر کا پرچہ زمین پر گر گیا، جس میں اس نے ''ایک اچھا استاد'' کے موضوع پر اپنی کلاس ٹیچر کو مہربان اور نرم دل لکھا تھا۔

☆☆☆

"چائے"

تحریر: حماد احمد لاہور

کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر منہ بنانا چائے بنانے کی نسبت آسان کام ہے۔ منہ تو ایک سیکنڈ کے اندر بھی بہت عمدگی سے بنایا جاسکتا ہے مگر چائے بنانے میں چند منٹ لازمی درکار ہوتے ہیں۔ بہر حال جس طرح ڈگری تو ڈگری ہوتی ہے، چاہے اصل ہو یا نقل، اسی طرح بنانا تو بنانا ہی ہوتا ہے، چاہے چائے کا بنانا ہو یا پھر منہ کا۔ اسی مناسبت سے نامور مزاحیہ شاعر انور مسعود کا ایک قطعہ پیش خدمت ہے:۔ اپنی زوجہ کے تعارف میں کہا ایک شخص نے، دل سے ان کا معترف ہوں میں، زبانی ہی نہیں چائے بھی اچھی بناتی ہیں میری بیگم مگر منہ بنانے میں تو ان کا کوئی ثانی ہی نہیں

دنیا میں بہت سی مہارتوں کو یا سائنس کی فن کاری میں ڈالا جاتا ہے یا پھر مصوری کی۔ لیکن چائے بنانا ایسی مہارت ہے جو کہ سائنس بھی ہوسکتی ہے اور مصوری بھی۔ یہ سو فیصد چائے بنانے والے پر منحصر ہے۔ اگر تو چائے کو ذمے داری سمجھ کر مجبوری سے بنایا جائے تو یہ ایک سائنس ہے۔ لیکن اگر پیار، محبت، خلوص اور چاہتوں کے ساتھ چائے بنائی جائے تو یہ ایک بہت اچھی مصوری بھی ہے۔

چائے بنانا اور چائے پینا خاص کیفیات ہیں لہذا ان کے لیے خصوصی الفاظ کا استعمال بھی کیا جانا چاہیے۔ جیسے پانی کی طلب کے لیے پیاس کا لفظ چلتا ہے، اسی طرح چائے کی طلب کے وقت چی ہاس کی الفاظ استعمال کیے جانے چاہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ:۔ ایک کپ چائے بنا، بہت چیھاس لگ رہی ہے۔۔۔ یہ بھی اللہ کا خاص فضل ہے کہ چائے ایک پینے والی چیز ہی ہے، کوئی کھانے والی چیز نہیں۔ ورنہ لوگوں کو کھانے کی بھوک لگنے کی بجائے ہر وقت چائے کی چوک ہی لگی رہتی۔ ہوٹلوں میں عجیب وغریب قسم کی آوازیں سنائی دیتیں۔ اے بھائی ! آدھی پلیٹ چائے تو بنا کے لے آنا۔ پستہ ذرا تیز کر دینا۔ باداموں کو زیادہ دم نہ دینا۔ ملائی کا تڑکہ لگا کے لانا۔ چائے کھانے کا چمچہ سٹیل کا لانا، پچھلی بار ربڑ کا چمچہ چائے سے ٹکرا ٹکرا کے اپنا سر تڑوا بیٹھا تھا۔۔۔ اگر اس ٹھوس چائے کا حکم دینے والے کسی غریب طبقے سے ہوتے تو وہ دو تین اشخاص اکٹھے مل کر ہوٹل میں جاتے اور اپنے انداز میں کچھ یوں کہتے کہ اے چھوٹے !ایک چائے لے آ، لیکن چمچ ساتھ دو لانا، ہم نے اکٹھے مل کر چائے کھانی ہے۔

چائے پینا اور پلانا نہ صرف آپس میں بے تکلفی کو بڑھاتا ہے بلکہ باہمی تعلق کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک ڈاکٹر نے اپنے مریض سے پوچھا کہ آپ ناشتے میں کیا پیتے ہیں؟۔۔ چائے، دودھ یا پھر کافی؟۔ مریض نے جواب دیا کہ رہنے دیں ڈاکٹر صاحب!۔ تکلف نہ کریں۔۔۔ ڈاکٹر نے پہلے تو انتہائی عاجزی سے اپنا سر ہلایا اور پھر انتہائی بے تکلفی سے اسے اسپتال سے باہر نکال دیا۔

بہت سے دوست ایسے ہوتے ہیں جن کی محفل میں جانے پر چائے بلا تکلف مانگی جاسکتی ہے۔ اس طرح کے ایک دوست کے گھر جانا ہوا تو محترم نے کھیر، چنا چاٹ، مکرونی چاٹ اور دہی بھلوں سمیت دیگر بہت سی لوازمات میرے سامنے رکھ دیں۔ اگر چہ پیٹ بھرا ہوا تھا مگر پھر بھی اس کا دل رکھنے کی خاطر میں نے کہہ دیا کہ پیش کی گئی اشیا میں سے تو کچھ بھی نہیں کھا سکوں گا لیکن اگر لپٹن دی چا ہے گی اے تے میں حاضر آں۔ میرے خیال سے انہیں بھی چاہ تھی، لہذا وہ فوری طور پر زار وقطار مجھ سے لپٹ گئے۔ میں نے پہلے تو گرم جوشی سے ان کے ساتھ گلے ملنے کا عمل مکمل کیا اور پھر اپنی بات کی وضاحت کی کہ میں نے لپٹن کی چائے مانگی تھی، لپٹنے کی چاہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے انتہائی کھلے دل کے ساتھ لپٹن کی تعویذ کی طرح تھیلی والی چائے بنا کر پیش کر دی۔

چائے ہماری تہذیب کا حصہ ہے اور لگتا ہے کہ ہمارے پاس تہذیب کا صرف یہی حصہ باقی رہ گیا ہے۔ لہذا چائے بنانے سے قبل اس تہذیب کی حفاظت کے لیے چند احتیاطیں اختیار کر لینا بہت لازم ہیں ورنہ یہ رہی سہی تہذیب بھی داغ مفارقت دے سکتی ہے۔ اگر چہ داغ اچھے ہوتے ہیں مگر بد تہذیبی اور چائے کا داغ بالکل بھی اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ بہترین چائے بنانے کے لیے ہمیشہ خالص ترین دودھ کا استعمال کریں۔ اس مقصد کے لیے گوالے سے حاصل شدہ دودھ کو تب تک ابالتے رہیں جب تک وہ ابل ابل کر گوالے کے دودھ سے واپس بھینس کے دودھ میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اگر چہ اس کوشش میں یہ احتمال بھی ہے کہ) پانی اڑ جانے کے بعد صرف دیگچی کا خالی پیندہ ہی باقی بچے۔

دوسری اہم بات ہے کہ چائے کو کپ میں ڈالتے ہوئے اور پیتے ہوئے یہ خیال لازمی رکھیں کہ کہیں چائے گر نہ جائے۔ اگر چائے نیچے گر جائے تو نہ صرف چائے ضائع ہو جائے گی بلکہ ساتھ میں آپ کے کپڑے بھی خراب ہو سکتے ہیں۔ یہ دو چیزیں یعنی چائے اور کپڑے ہی زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، ورنہ جسم پر گرم چائے گرنے کی وجہ سے جو چھالے وغیرہ بن جاتے ہیں وہ تو چند دنوں میں خود بخود ٹھیک ہو ہی جاتے ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ چھانی ہوئی چائے کے اندر اگر کچھ کالا کالا نظر آ جائے تو اس کو آسان کبھی نہ لیں۔ دال میں اگر کچھ کالا نظر آ جائے تو وہ اتنے فکر کی بات نہیں، کیونکہ وہ ثابت مسر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن چائے میں اگر کالا نظر آ جائے تو وہ مکھی سے لے کر چیونٹی تک کچھ بھی ہونا ممکن ہے۔

اچھی بنی ہوئی چائے صمد بانڈ اور ایلفی کی طرح انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے جو دو خاندانوں کے

درمیان رشتوں کو جوڑنے کے کام آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رشتے کے حصول کے لیے لڑکے والے جب لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں تو لڑکی کے ہاتھ سے تیار پینے کی اشیا بالخصوص اس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے کی چیکنگ ضرور کی جاتی ہے۔ لڑکیوں کے لیے چائے کی پتی کا اچھا استعمال کر لینا اچھے پتی کی بکنگ میں انتہائی مفید ثابت ہوتا ہے۔۔ چائے کا مزہ اس کی چسکی میں ہوتا ہے۔ یہ چسکی چند انچ کی سڑڑ پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے اور کئی کلومیٹر طویل سڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑڑ۔۔۔۔۔۔۔ا۔۔۔ پر بھی۔ چسکی کی لمبائی کا تعلق براہ راست انسان کی تعلیم وتربیت سے ہوتا ہے۔ انسان جس قدر کم پڑھا لکھا ہو اور جتنا کم عقل وشعور رکھتا ہو اس کی چسکی کی آواز اتنی ہی طویل ہوتی ہے اور اتنی ہی دور تک سنائی دیتی ہے۔

کچھ عرصہ قبل میں نے ایک کپ کو دوسرے کپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ بھلا بوجھو ہم میں سے کس میں زیادہ چائے ہے؟۔ دوسرا کپ بولا کہ یہ کھیل کھیلنا ہم حقیر اور چھوٹے کپ لوگ نہیں کر سکتے بلکہ یہ کھیلنے کا اختیار تعلیم پر صرف اور صرف بڑے مگ لوگوں کو ہی حاصل ہے۔ بعد میں اس کی بات واقعی درست نکلی۔ کل ایک دوست کو ساس پین جتنے سائز کے مگ میں چائے پیتے دیکھا تو ایسا کرنے کی وجہ دریافت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ دوست بولا کہ ڈاکٹر نے دن میں ایک مگ سے زیادہ چائے پینے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے میں آج کل سارے دن میں مناسب سائز کا ایک کپ پینے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

اصولی طور پر چائے بنانا گھر میں سب کو آنا چاہیے۔ خاص طور پر لڑکیوں کو تو اس ہنر میں طاق ہونا چاہیے۔ شادی کے بعد ان کا واسطہ کسی سخت گیر قسم کی ساس سے بھی پڑ سکتا ہے۔ اگر چائے نہ بنانی آتی ہو تو ایسی ساس یہ طعنے بھی دے سکتی ہے کہ بہو رانی کو تو چائے تک بنانا نہیں آتی۔ اگر آپ کو چائے بنانا نہیں آتی تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انسان عمر بھر سیکھتا ہی رہتا ہے اور چائے بنانے کا فن تو اتنا آسان ہے کہ اسے عمر کے کسی بھی حصے میں باآسانی سیکھا جا سکتا ہے۔

چائے بنانے کی سب سے آسان ترکیب تو یہی ہے کہ چائے بنانے کا کام ہی نہ کیا جائے بلکہ ہوٹل سے بنی بنائی چائے منگوا کر پی لی جائے۔ آخر کیوں بلاوجہ دماغ کھپایا جائے چائے بنانے میں؟۔۔۔۔۔ لیکن ہوٹل سے چائے منگوانے میں بلاوجہ کا خرچہ بھی ہو سکتا ہے لہذا اس سلسلے میں اگر کفایت شعاری کا ارادہ ہے تو گھر والوں کو یاددہانیاں کروائیں کہ آپ کے سر میں شدید درد ہے۔ جب بھی سر میں درد ہوتا ہے تو آپ لوگوں کے ہاتھوں کی بنی چائے پینے سے ہی ٹھیک ہوتا ہے۔ امید ہے کہ کوئی نہ کوئی ترس کھا کے چائے بنا ہی دے گا۔ بہرحال خرچے سے بچنے کے لیے دکھائی گئی اس کفایت شعاری کا ایک خطرہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سننے والے آپ کے سر درد کا سنتے ہی مشورہ دے دیں کہ جلد از جلد اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق چائے بنا کے پی لو اور چونکہ اپنے لیے تو بنانی ہی ہے تو ساتھ میں ایک ایک پیالی ہمارے لیے بھی بنا کے لے آنا۔

چائے بنانے کا ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ گھر میں ایک عدد بھینس پال لی جائے۔ اسے چارے میں مکس کر کے تیز دم چائے کی پتی کھلا دی جائے اور اوپر سے گرما گرم پانی بھی پلا دیا جائے۔ امید کی جانی چاہیے کہ اس طرح آپ کو بوقت ضرورت تازہ تازہ چائے ملتی جلتی ہی مل جائے گی۔

اپنے لیے اور اپنے مہمانوں کے لیے چائے ہمیشہ الگ الگ انداز کی بنانی چاہیے۔ جب بھی گھر میں چائے بنائیں تو اس کی استعمال شدہ پتی کو ضائع بالکل نہ کریں بلکہ کسی برتن میں جمع کرتے جائیں، یہاں تک کہ پتیاں اچھی طرح خشک ہو جائیں۔۔۔ جب غلطی سے کوئی بدقسمت مہمان آپ کے گھر آ جائے تو انہی استعمال شدہ پتیوں میں بازار سے منگوائے ہوئے سستے خشک دودھ کو پانی سمیت مکس کر کے چولھے پر رکھیں اور دس منٹ تک پکائیں۔ بہترین دودھ پتی تیار ہو جائے گی۔ مہمان بھی خوش ہو جائیں گے اور خرچہ بھی نہ ہونے کے برابر آئے گا۔ یعنی ساری پتیاں چائے میں، اور چائے مہمان میں۔۔۔۔ سوری۔۔۔ میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ چائے بنانے کا ایک اور آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ جتنی بھی چائے درکار ہو، اس حساب سے پیالیاں صاف کر کے میز پر رکھیں۔ اس کے بعد کیتلی میں سے چائے کا تیار شدہ قہوہ ان پیالیوں میں انڈیلتے جائیں۔ پھر دودھ دانی میں سے حسب ضرورت دودھ اور چینی ملا لیں۔ بہترین خوشبودار چائے تیار ہو جائے گی۔

اچھی زندگی گزارنا بھی چائے بنانے سے زیادہ مختلف نہیں۔ سب سے پہلے اپنی انا و خود پسندی کے پانی کو خوب جوش دے کر ابال لیں۔ کچھ ہی دیر میں تمام منفی خیالات اور غرور بھاپ بن کے اڑ جائیں گے۔ پھر اللہ کی یاد کو بیچ میں ڈالیں، اور اس وقت تک ہلائیں جب تک اس کا رنگ زندگی پر پوری طرح نہ چڑھ جائے۔ پھر اس قہوے میں نیکیوں، اچھائیوں اور اچھے اخلاق کے خوشبودار دودھ کو شامل کر دیں۔ اس کے بعد اپنے غموں کو چینی کی طرح اس آمیزے میں ڈال کر اس قدر ہلائیں کہ وہ حل ہو کر منظر سے ہی غائب ہو جائیں۔ آخر میں توبہ اور مثبت ارادوں کی چھاننی سے اپنی غلطیوں کو صفا کر لیں۔ یوں آپ کو زندگی کی چائے میں بہترین خوشیوں کا ذائقہ محسوس ہونا شروع ہو جائے گا۔

☆☆☆

سو لفظی کہانیاں

انچارج شہباز اکبر اُلفت

فضول کی کہانی۔۔۔تحریر رفعت خان

سُسر: نہ جانے ہماری نوجوان نسل کب سدھرے گی۔ادب آداب تو جیسے کہیں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔

بہو: کیا ہوا؟

سُسر: ایک لڑکا راستے میں بزرگ کی مدد کرنے کے بجائے اس کو تنگ کر رہا تھا، بڑوں کا ادب نہ لحاظ معلوم نہیں ایسے بچوں کے گھروں میں بڑے نہیں ہوتے یا ان کو نصیحتیں نہیں کرتے۔

بہو: یہ سب تعلیم کا فقدان ہے۔۔۔۔

پوتا: دادا جی بہت اچھی کہانی ہے جلدی بتائیں آگے کیا ہوا؟

بہو: بیٹا تم یہاں بیٹھے فضول کی کہانی سن رہے ہو معلوم ہے ناں کل تمہارا انگریزی کا پرچہ ہے چلو اپنے کمرے میں۔۔۔ختم شد

محنت کا اجر ......تحریر: عروج فاطمہ

اٹھو بیٹا آج اتوار ہے لیکن یاد ہے نہ آج ٹیسٹ کی تیاری میں نے کروانی ہے تمہیں " -راشد کی امی نے اسے جگاتے ہوئے کہا " -جی امی یاد ہے لیکن آج میرے سب دوست کرکٹ کھیلنے جائیں گے مجھے بھی جانا ہے " راشد نے اپنی حسرت ظاہر کی " -بیٹا ایک ہفتے بعد تمہارے امتحان ہیں یہ وقت پھر نہیں ملے گا "-

ٹھیک دو ہفتے بعد راشد کا رزلٹ آیا " -امی میں فرسٹ آیا ہوں بہت شکریہ آپ کا -آپ کی بات میں نہ مانتا تو آج مجھے کامیابی نہ ملتی "-راشد نے اپنی امی کے گلے لگ کر کہا۔

"حسد"......تحریر: نائمہ غزل

پتہ نہیں کیوں وہ ایسی تھی ہمیشہ ہی وہی کام کرتی جو مجھے سخت ناپسند ہوتا ہر گھڑی مجھے نیچا دکھانے کی دھن میں لگی رہتی ہنستی بھی تو اسکی ہنسی میں ایک تمسخر سا ہوتا شان سے گردن اٹھائے خوبصورت آنکھوں میں شاطرانہ چمک لیے مجھے ایسے دیکھتی جیسے میں اس کے سامنے ایک چھوٹی سی بچی ہوں ہر وقت ناصح کا سا انداز اپنائے رکھتی مجھے اس سے الجھن سی ہوتی میرے ذہن میں ہزاروں سوال اٹھتے کہ آخر وہ ایسی کیوں ہے کیوں وہ اپنے آپ کو اتنا اعلی و ارفع سمجھتی ہے اور ایک دن وہ بلکل بدل گئی کیونکہ مجھے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ "میں اس سے حسد کرتی تھی"

''کاکروچ''......تحریر کوثر ناز

چلو منی تمہارے ابا قورمہ لائے ہیں'' شبنم نے آس پاس گھروں کے دروازوں پر جھولتی عورتوں کو دیکھتے ایک ادا سے منی کو اٹھاتے ہوئے کہا تو سبھی کے ہاتھ منہ تک جا پہنچے کیا ٹھاٹ ہیں۔ آہ! تبھی منی کے ساتھ کھیلتے پانچ سالہ بابر کے گھر سے چیخنے کی آواز آئی۔ سبھی اسطرف متوجہ ہوئے۔۔بابر نے نگاہ چرائی۔۔ انکھوں مین آنسو اُمڈ آئے۔۔منی فوراً بابر کے پاس پہنچی۔۔۔''ارے تم رووُ مت کاکروچ ہوگا تمھارے ابا بھگا رہے ہیں میری امی بھی ایسیے ہی ڈرتی ہیں معصومیت سے کہتی منی سب کی توجہ کا مرکز تھی۔

بے قراری''......تحریر سنبل بٹ

عجیب دن ہیں سکون ہے نہ بے قراری ہے۔وہ موبائل گیم سے بے زار آ گیا۔اماں میں مسجد جا رہا ہوں نماز کے لئے۔''علی جلدی آجانا بیٹا'' بانو بے قراری سے بولی۔سورج پوری طرح ڈوب چکا تھا عصر اب عشاء میں بدل چکی تھی پر علی کا کچھ پتہ نہیں تھا۔اچانک محلے میں عجیب شوروگل شروع ہوگیا۔ساتھ والی پڑوسن روتی چلاتی دوڑی آئی۔''کیا ہوا؟''

وہ مسجد میں۔۔۔بم بلاسٹ ہوگیا، دھماکے میں تیرا علی بھی۔۔۔یا اللہ میرا علی، ایک ہچکی سی بندھی اور وہ زمین پر گر گئیں۔

''اچھا استاد''......تحریر: فرح بھٹو

مس مجھے تقریری مقابلے میں حصہ لینا ہے۔ارصم نے جھجکتے ہوئے کرخت نقوش والی استانی کو کہا۔پڑھائی میں زیرو شرارتوں میں اول اب چلے ہیں تقریر کرنے جاؤ بیٹھو خاموشی سے اپنی سیٹ پر۔استانی نے کڑے

۔۔بقیہ صفحہ 48 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ افسانے۔۔۔

میں اپنے رشتوں کو اپنی وجہ سے دکھی نہیں دیکھ سکتی۔

بے شک تو اپنے بندوں کو اتنا ہی درد دیتا ہے جتنا وہ برداشت کر سکیں۔ میں نے بھی کیا مگر اب نہیں بس میرے مولا تو میرے اس درد کو ختم کر دے میری التجا سن لے میرے اس راز کو راز رہنے دے۔

"جان لو اگر تم اپنے رب پر بہت بھروسہ کرتے ہو تو تمہارا رب اس بھروسے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا"

وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی کہ جیسے کوئی بچہ اپنا من پسند کھلونا نہ ملنے پر اپنی ماں کے سامنے روتا ہے اور وہ تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے اور شاید وہ قبولیت کا وقت تھا وہ یونہی روتے روتے جائے نماز پر لیٹ گئی اور آنکھیں موند گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔اس کے رب نے اس کے خود پہ یقین کو ٹوٹنے نہیں دیا تھا اس کی معصوم محبت کو رسوا ہونے سے بچا لیا تھا وہ اور اس کی محبت ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔ جو انسانوں سے محبت کرتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے ایک حسین یاد بن کر، ایک خوشی کی لہر کی طرح، منزلوں کے درمیان ایک سنگ میل بن کر، بے چین نیندوں کے درمیان ایک روشن خواب بن کر وہ جا چکی تھی مگر پھر بھی سب کے درمیان موجود تھی۔۔

☆☆☆

سو لفظی کہانیاں

انچارج شہباز اکبر اُلفت

فضول کی کہانی ۔۔ تحریر رفعت خان

سُسر: نہ جانے ہماری نوجوان نسل کب سدھرے گی ۔ادب آداب تو جیسے کہیں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔

بہو: کیا ہوا؟

سُسر: ایک لڑکا راستے میں بزرگ کی مدد کرنے کے بجائے اس کو تنگ کر رہا تھا، بڑوں کا ادب نہ لحاظ معلوم نہیں ایسے بچوں کے گھروں میں بڑے نہیں ہوتے یا ان کو نصیحتیں نہیں کرتے۔

بہو: یہ سب تعلیم کا فقدان ہے۔۔۔۔۔

پوتا: دادا جی بہت اچھی کہانی ہے جلدی بتائیں آگے کیا ہوا؟

بہو: بیٹا تم یہاں بیٹھے فضول کی کہانی سن رہے ہو معلوم ہے ناں کل تمہارا انگریزی کا پرچہ ہے چلو اپنے کمرے میں۔۔۔ ختم شد

محنت کا اجر ...... تحریر: عروج فاطمہ

اٹھو بیٹا آج اتوار ہے لیکن یاد ہے نہ آج ٹیسٹ کی تیاری میں نے کروانی ہے تمہیں " -راشد کی امی نے اسے جگاتے ہوئے کہا " -جی امی یاد ہے لیکن آج میرے سب دوست کرکٹ کھیلنے جائیں گے مجھے بھی جانا ہے " راشد نے اپنی حسرت ظاہر کی " -بیٹا ایک ہفتے بعد تمہارے امتحان ہیں یہ وقت پھر نہیں ملے گا "۔ ٹھیک دو ہفتے بعد راشد کا رزلٹ آیا " -امی میں فرسٹ آیا ہوں بہت شکریہ آپ کا -آپ کی بات میں نہ مانتا تو آج مجھے کامیابی نہ ملتی "-راشد نے اپنی امی کے گلے لگ کر کہا ۔

"حسد"......تحریر: نائمہ غزل

پتہ نہیں کیوں وہ ایسی تھی ہمیشہ ہی وہی کام کرتی جو مجھے سخت ناپسند ہوتا ہر گھڑی مجھے نیچا دکھانے کی دھن میں لگی رہتی ہنستی بھی تو اسکی ہنسی میں ایک تمسخر سا ہوتا شان سے گردن اٹھائے خوبصورت آنکھوں میں شاطرانہ چمک لیے مجھے ایسے دیکھتی جیسے میں اس کے سامنے ایک چھوٹی سی بچی ہوں ہر وقت ناصح کا سا انداز اپنائے رکھتی مجھے اس سے الجھن سی ہوتی میرے ذہن میں ہزاروں سوال اٹھتے کہ آخر وہ ایسی کیوں ہے کیوں وہ اپنے آپ کو اتنا اعلی وارفع سمجھتی ہے اور ایک دن وہ بلکل بدل گئی کیونکہ مجھے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ "میں اس سے حسد کرتی تھی"

"کاکروچ"......تحریر کوثر ناز

چلو منی تمہارے ابا قورمہ لائے ہیں" شبنم نے آس پاس گھروں کے دروازوں پر جھولتی عورتوں کو دیکھتے ایک ادا سے منی کو اٹھاتے ہوئے کہا تو سبھی کے ہاتھ منہ تک جا پہنچے کیا ٹھاٹ ہیں۔ آہ! تبھی منی کے ساتھ کھیلتے پانچ سالہ بابر کے گھر سے چیخنے کی آواز آئی۔ سبھی اسطرف متوجہ ہوئے۔۔ بابر نے نگاہ چرائی۔۔ انکھوں مین آنسو اڈ آئے۔۔ منی فوراً بابر کے پاس پہنچی۔۔۔"ارے تم روؤمت کاکروچ ہوگا تمھارے ابا بھگا رہے ہیں میری امی بھی ایسے ہی ڈرتی ہیں معصومیت سے کہتی منی سب کی توجہ کا مرکز تھی۔

بےقراری"......تحریر سنبل بٹ

عجیب دن ہیں سکون ہے نہ بے قراری ہے۔ وہ موبائل گیم سے بے زار آ گیا۔اماں میں مسجد جا رہا ہوں نماز کے لئے۔ "علی جلدی آجانا بیٹا" بانو بےقراری سے بولی۔ سورج پوری طرح ڈوب چکا تھا عصر اب عشاء میں بدل چکی تھی پر علی کا کچھ پتہ نہیں تھا۔اچانک محلے میں عجیب شوروگل شروع ہوگیا۔ساتھ والی پڑوسن روتی چلاتی دوڑی آئی۔ "کیا ہوا؟"

وہ مسجد میں۔۔۔بم بلاسٹ ہوگیا، دھماکے میں تیرا علی بھی۔۔۔ یا اللہ میرا علی، ایک ہچکی سی بندھی اور وہ زمین پر گر گئیں۔

"اچھا استاد"......تحریر: فرح بھٹو

مس مجھے تقریری مقابلے میں حصہ لینا ہے۔ ارصم نے جھجکتے ہوئے کرخت نقوش والی استانی کو کہا۔ پڑھائی میں زیرو شرارتوں میں اول اب چلے ہیں تقریر کرنے جاؤ بیٹھو خاموشی سے اپنی سیٹ پر۔ استانی نے کڑے

۔۔ بقیہ صفحہ 48 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ افسانے۔۔۔

میں اپنے رشتوں کو اپنی وجہ سے دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ بے شک تو اپنے بندوں کو اتنا ہی درد دیتا ہے جتنا وہ برداشت کر سکیں۔ میں نے بھی کیا مگر اب نہیں بس میرے مولا تو میرے اس درد کو ختم کر دے میری التجا سن لے میرے اس راز کو راز رہنے دے۔

"جان لو اگر تم اپنے رب پر بہت بھروسہ کرتے ہو تو تمہارا رب اس بھروسے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا"

وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی کہ جیسے کوئی بچہ اپنا من پسند کھلونا نہ ملنے پر اپنی ماں کے سامنے روتا ہے اور وہ تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے اور شاید وہ قبولیت کا وقت تھا وہ یونہی روتے روتے جائے نماز پر لیٹ گئی اور آنکھیں موند گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔اس کے رب نے اس کے خود پہ یقین کو ٹوٹنے نہیں دیا تھا اس کی معصوم محبت کو رسوا ہونے سے بچا لیا تھا وہ اور اس کی محبت ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔ جو انسانوں سے محبت کرتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے ایک حسین یاد بن کر، ایک خوشی کی لہر کی طرح، منزلوں کے درمیان ایک سنگ میل بن کر، بے چین نیندوں کے درمیان ایک روشن خواب بن کر وہ جا چکی تھی مگر پھر بھی سب کے درمیان موجود تھی۔۔

☆☆☆

اُردو ادب اور الجھنیں سلجھنیں

ہم لائے ہیں آپ کے لیے ایک زبردست سلسلہ **الجھنیں سلجھنیں**

پیارے قارئین۔۔۔!!!

ہم کوئی بھی کام شروع کرتے ہیں چاہے وہ کاروبار، ہو یا سفری معاملات، لین دین کے مسائل ہوں یا شادی بیاہ کے معاملات، ہمیں اس میں لازمی طور پر مسائل پیش آتے ہیں، بہت ساری الجھنیں ہوتی ہیں جنھیں ہم صاحب الرائے لوگوں کے تعاون و مشورے سے سلجھاتے ہیں، اور کئی کام ہوتے ہیں جن میں استاد کی ضروت لازمی رہتی ہے اردو ادب کی خدمت بھی ایک ایسا ہی معاملہ ہے جس میں ہمیں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے یوں تو صرف قاری بن کر ہر باذوق انسان لکھاری بن جاتا ہے اور اگر لکھاری کو استاد کا تعاون حاصل رہے تو وہ یقیناً! پختہ لکھاری بن کر ادب کی دنیا میں نام پیدا ضرور کرتا ہے ہم نے آپ قارئین کی آسانی اور آپ کی ادبی حوالے سے پیش آنے والی الجھنوں کو سلجھانے کے لیے یہ سلسلہ شروع کیا ہے جس میں آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے گا، آپ کی الجھنوں کو سلجھانے کے ساتھ ساتھ اردو ادب کے حوالے سے دوسرے مسائل میں بھی کارِ خیر ہم بخوبی سرانجام دیں گے۔ آپ ادبی حوالے سے کسی بھی مسئلے کا شکار ہیں اور اس کا بہترین حل چاہتے ہیں تو اپنا مسئلہ ہم سے بیان کریں، ای میل کریں یا پی او بکس پر خط ارسال کریں اور اگلے شمارے میں اپنے مسئلے کا حل ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اُردو ادب اور الجھنیں سلجھنیں

السلام علیکم! معزز قارئین ہم قلم کی روشنی میں آپ کے لیے الجھنیں سلجھنیں کے نام سے ایک منفرد سلسلہ لے کر حاضر خدمت ہیں۔ ہمیں اُمید ہے آپ اس سلسلے سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے۔ یہ سلسلہ نئے لکھنے والوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ اس سلسلے کا مقصد نئے لکھنے والوں کی اصلاح کرنا ہے۔ ہمیں اُمید ہے آپ سب قلم کی روشنی سے پختہ لکھاری بن کر ابھریں گے اِن شاءاللہ۔ آپ لکھنا چاہتے ہیں مگر نہیں لکھ پا رہے، آپ کو کسی قسم کی کوئی دشواری پیش آ رہی ہے؟ یا لکھنے کے لیے ضروری ہدایات چاہییں؟ یا آپ اردو کے حوالے سے کوئی معلومات لینا چاہتے ہیں؟ ۔یا اپنی تحاریر کی نوک پلک سنوارنا چاہتے ہیں۔ تو بلا جھجک ہمیں خط لکھ سکتے ہیں یا ای میل کر سکتے ہیں یا ہمارے پیج قلم کی روشنی میں پیغام بھیج سکتے ہیں آپ اس سلسلے سے بھرپور فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ہم فی سبیل للہ ہر ممکن آپ کا ساتھ دیں گے ہمارا مقصد اردو ادب کو فروغ دینا ہے اور نئے لکھاریوں کو آگے بڑھانا ہے ۔محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ڈالتے ہیں جو ستاروں پہ کمند۔ اس سلسلے میں آپ کے لیے ایک ہی تحریر دو بار پیش کی جائے گی جس میں املا کا فرق رکھا جائے گا آپ غلط املا کی نشاندہی کرتے ہوئے الفاظ معنی مشکل و آسان اردو اور اپنے جملوں (توضیحات) میں پختگی لائیں گے یہ ایک بہت دلچسپ اور منفرد سلسلہ ہوگا اس سلسلے کی بدولت آپ بہت جلد اردو اور اردو ادب کے بہت قریب ہوسکیں گے۔

تو آیئے قارئین کچھ سطریں نمونے کے طور پر ملاحظہ کیجیے اور دیئے گئے پیرا گراف سے درست توضیحات، املا کی نشاندہی کریں مکتوب نگاری سے آغا زکرتے ہیں۔

پہلا پیراگراف:

مکتوب نگاری۔ حصہ (اوّل) صحیح

(چھوٹے) بڑے فاصلوں (پر) رہنے والوں کے درمیان خط رابطے کا بہترین (ذریعہ) ہوتا ہے

اگرچہ سائنس کی بدولت رابطے کے اور بھی ذرائع پیدا ہو چکے ہیں مثلاً ٹیلی فون، تار اور وائرلیس وغیرہ پھر بھی خط لکھنے کی ضرورت (میں کوئی کمی نہیں آئی) کیونکہ دو آدمیوں کے درمیان رابطے کا یہ (ذریعہ) دوسرے ذرائع سے (زیادہ آسانی کے ساتھ میسر اور مؤثر ہے) دوسرے ذرائع زیادہ مہنگے (بھی ہیں) اور (تمام لوگوں کو دستیاب بھی نہیں)۔ (پھر یہ کہ) جس قدر تفصیل کے ساتھ خطوط کے (ذریعے) بات چیت ہوسکتی ہے ٹیلی فون اور تار وغیرہ کے (ذریعے ممکن) نہیں۔ خط کو (نصف) ملاقات کہا گیا ہے ملاقات میں جو گفتگو آمنے سامنے بیٹھ کر ہوسکتی ہے وہ خط میں لکھ کر ہوتی ہے، عام آدمی کے خطوط کی تو کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن (ممتاز) شخصیتوں کے خطوط بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ (ان خطوط سے ان کی زندگی اور ان کے زمانے کی زندگی پر خاص روشنی پڑتی ہے)۔ (گویا) خطوط سے کسی کی (سوانح عمری) مرتب کرنے میں بھی مدد ملتی ہے اور کسی زمانے کی تاریخ کو سمجھنے میں بھی

دوسرا پیراگراف:

مکتوب نگاری۔ حصہ (اوّل)

بڑے فاصلوں پہ رہنے والوں کے درمیان خط رابطے کا بہترین ذریہ ہوتا ہے۔ مگر سائنس کی بدولت رابطے کے اور بھی ذرائع پیدا ہو چکے ہیں مثلاً ٹیلی فون، تار، وائرلیس، وغیرہ پھر بھی خط لکھنے کی ضرورت کم نہیں ہوئی کیونکہ دو آدمیوں کے درمیان رابطے کا ذریہ دوسرے ذرائع سے بہت آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے دوسرے ذرائع زیادہ مہنگے ہوتے ہیں اور تمام لوگوں کے پاس نہیں ہوتے۔ اور جس قدر تفصیل کے ساتھ خطوط کے ذریعے بات چیت ہوسکتی ہے ٹیلی فون اور تار وغیرہ کے ذریعے نہیں۔ خط کو آدھی ملاقات کہا گیا ہے ملاقات میں جو گفتگو آمنے سامنے بیٹھ کر ہوسکتی ہے وہ خط میں لکھ کر ہوتی ہے، عام آدمی کے خطوط کی تو

کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن مشہور شخصیتوں کے خطوط بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ان خطوط سے ان کی زندگی اور ان کے زمانے کے بارے میں بتاتے ہیں۔خطوط سے کسی کی سوانہ عمری مرتب کرنے میں بھی مدد ملتی ہے اور کسی زمانے کی تاریخ کو سمجھنے میں بھی،

(نوٹ) چوں کہ یہ پیراگراف نمونے کے طور پہ پیش کیے گئے اور ہم نے صحیح پیراگراف کی تصیح کر دی مگر آپ اوپر کے دونوں پیراگراف کو بغور ملائیں بار بار یہ مشق کیجئے جب تک کہ آپ کو واضح فرق سمجھ نہیں آجاتا اس طرح آپ کو اردو بہتر کرنے میں بہت مدد ملے گی ان شاءاللہ۔آیئے اب اگلے شمارے کے لیے آپ کو پیراگراف دیتے ہیں اگلے شمارے کے لیے یہ مشق آپکا امتحان ہے اس میں غلطیوں کی نشاندہی اور صحیح پیراگراف کی تصیح آپ نے خود کرنی ہے۔

پہلا پیراگراف:

مکتوب نگاری (حصہ دوم)

جو آدمی جتنا اہم یا عظیم ہوتا ہے اس کے خطوط اتنے ہی زیادہ مفید اور کار آمد ہوتے ہیں۔اس لیے دنیا کی ہر قوم اپنے مشاہیر کے خطوط کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ قائداعظم اور علامہ اقبال کی سالگرہ یا برسی کے موقعوں پر اخباروں میں ان کے خطوط کے عکس شائع کیے جاتے ہیں۔جو حال میں کہیں سے حاصل ہو سکے ہیں۔بعد میں ان خطوں کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ان خطوط سے قائداعظم اور علامہ اقبال کی شخصیتوں اور ان کے خیالات ونظریات پر کچھ نئی روشنی پڑتی ہے اور انہیں ایک نئے نقطہ نظر سے سمجھنے میں مدد ملتی ہے، دنیا کی ہر زبان کے نثری ادب میں جہاں داستان ،ناول ،افسانہ ،ڈراما،سوانح عمری اور تنقید وغیرہ کا سرمایہ ملتا ہے وہاں مشہور وممتاز ادیبوں اور شاعروں کے خطوط کے مجموعے بھی ملتے ہیں ادب کی کوئی صنف نہیں لیکن دنیا کے ہر ادب کا ایک جزو ضرور ہیں۔بعض ادیبوں اور شاعروں نے خط لکھنے میں ایسے کمال کا مظاہرہ کیا ہے کہ اگر وہ کچھ اور نہ لکھتے جب بھی وہ اپنے خطوط کی وجہ سے زندہ رہ سکتے تھے۔اردو ادب میں غالب اسکی بہترین مثال ہیں۔

دوسرا پیراگراف:

مکتوب نگاری (حصہ دوم)

جو آدمی جتنا اہم یا عظیم ہوتا ہے اس کے خط اتنے ہی زیادہ مفید اور کار آمد ہوتے ہے۔اس لیے دنیا کی ہر قوم اپنے مشیروں کے خطوں کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ قائداعظم اور علامہ اقبال کی سالگرہ یا برسی کے موقوں پر اخباروں میں ان کے خطوں کو شائع کیا جاتا ہے۔جو حال میں کہیں سے ملے ہیں۔بعد میں ان خطوں کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ان خطوط سے قائداعظم اور علامہ اقبال کی شخصیتوں اور ان کے خیالات وندریات پر کچھ نئی روشنی پڑتی ہے اور انہیں ایک نئے نقطہ نظر سے سمجھنے میں مدد ملتی ہے، دنیا کی ہر زبان کے نثری ادب میں جہاں داستان ،ناول ،افسانہ ،ڈرامہ،سوانح عمری اور تنقید وغیرہ کا سرمایہ ملتا ہے وہاں مشہور وممتاز ادیبوں اور شاعروں کے خطوط کے مجموعے بھی ملتے ہیں ادیبوں اور شاعروں کے خطوط ادب کی کوئی صنف نہیں لیکن دنیا کے ہر ادب کا ایک حصہ ضرور ہیں۔بعض ادیبوں اور شاعروں نے خط لکھنے میں ایسے کمال دیکھائے کہ اگر وہ کچھ اور نہ لکھتے تو بھی وہ اپنے خطوط کی وجہ سے زندہ رہتے۔اردو ادب میں غالب اسکی بہترین مثال ہیں۔

(نوٹ) آپ اوپر کے دونوں پیراگراف کو بغور ملایئے، بار بار یہ مشق کیجئے جب تک کہ آپ کو واضح فرق سمجھ نہیں آجاتا۔آپ کو اردو بہتر کرنے میں بہت مدد ملے گی ان شاءاللہ۔ صحیح الفاظ اور جملوں کی نشاندہی کرتے ہوئے صحیح پیراگراف کو پن کے ہمراہ اپنا نام پتا لکھ کر ارسال کریں۔یا ای میل کریں۔

☆☆☆

مشقِ مغز

ہڈیوں سے بنی انسانی کھوپڑی ایک صندوق کی سی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے اندر ایک خاکی رنگ کا مادہ ہوتا ہے، جسے ہم "مغز یا دماغ" کہتے ہیں۔اس کی حیثیت سردار کی سی ہے۔جس کا کام جسم کے اعضاء کو قابو میں رکھنا اور احکام صادر کرنا ہے۔عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسانی دماغ تنزلی کا شکار ہونے لگتا ہے جس کی بدولت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت متاثر ہونے لگتی ہے اور اکثر و بیشتر بھولنے کی شکایت ہونے لگتی ہے۔ دماغی کھیل، ورزش، صحت بخش خوراک اور متحرک رہنے کے ذریعے بھولنے کے اس عمل میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔پیچیدہ ذہنی مشقوں اور مختلف طرز کی پہلیوں سے دماغ کا استعمال بھرپور طریقے ہونے لگتا ہے جس سے وہ تروتازگی محسوس کرتا ہے ورنہ اگر دماغ کو استعمال میں نہ لایا جائے تو وہ ناکارہ اور کُند ہونے لگتا ہے تو دوستوں ہم بھی آپ کے لئے دماغی مشق لائے ہیں تو آیئے سلسلہ شروع کرتے ہیں آپ کو حروف سے بھرا ڈبہ اور اردو زبان کے پندرہ الفاظ و مرکبات مع معنی دیئے جارہے ہیں تاکہ الفاظ واضح ہوجائیں۔آپ کسی بھی رخ سے ان حروف کو ملا کر الفاظ کو ڈھونڈیئے۔پیارے قارئین! ذہنی مشق حل کریں۔

مغزِ مشق (۱)

م	ہ	ج	و	و	ا	ظ	ی	م
ر	گ	ت	س	ن	ا	ع	ت	ا
ا	ی	ٹ	پ	ا	و	ر	ل	ن
ب	ک	ق	ی	ن	ج	پ	ا	ش
ن	ج	ی	و	ن	ا	و	ل	و
ٹ	گ	ق	ہ	ا	ر	ن	ب	د
ہ	م	ح	ی	ب	ا	و	ت	ج
م	ظ	ق	پ	پ	ض	ی	ح	ہ
ب	ی	ش	ع	ت	ر	ا	و	ع
ا	ن	ن	م	و	و	ت	ک	ہ
م	ہ	ہ	ع	ص	ق	ت	س	م
ف	ت	گ	ک	ب	ر	ا	و	ب
گ	ش	ل	م	س	پ	ا	ہ	ی
ب	ا	ن	ک	پ	ک	چ	ٹ	ع
س	ہ	و	ع	س	چ	ہ	گ	د

الفاظ و مرکبات: ا۔انشاپردازانہ(ادیب کی

بقیہ صفحہ 42 پر ملاحظہ فرمائیں

مُکالمہ نویسی بہترین مکالمہ کیسے لکھیں؟

انچارج: رضیہ رحمٰن
اسسٹنٹ پروفیسر اردو

دو سہیلیوں رفعت خان اور رضیہ رحمٰن کے درمیان "مُکالمہ نویسی" کے موضوع پر مُکالمہ

(رضیہ رحمٰن کے گھر کے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی بجتی ہے، ملازمہ دروازہ کھولتی ہے اور اندر آ کر بتاتی ہے کہ باجی! رفعت خان نام کی کوئی خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں۔ رضیہ رحمٰن جلدی سے دروازے کی طرف بڑھتی ہے اور استقبال کرتے ہوئے یوں گویا ہوتی ہے)

رضیہ رحمٰن: السلام علیکم، رفعت! آیئے آیئے، تشریف لائیے۔ آج ایک طویل عرصے کے بعد آپ سے ملاقات پر دلی خوشی ہو رہی ہے۔

رفعت خان: وعلیکم السلام، رضیہ باجی! واقعی آج کافی عرصہ بعد آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔ آپ سنائیے آپ کیسی ہیں؟

رضیہ رحمٰن: الحمد للہ، میں بالکل خیریت سے ہوں۔ آپ سنائیے کیا حال ہے؟ کیا مصروفیات ہیں؟

رفعت خان: الحمد للہ، میں بھی بالکل خیریت سے ہوں۔ اور آپ کو یہ سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ میں عنقریب ایک ماہانہ رسالہ نکال رہی ہوں۔ اسی سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔

رضیہ رحمٰن: (خوشی سے) اچھا! ماشاء اللہ، یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے، اور اس سلسلے میں اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میرے لیے بہت خوش نصیبی کی بات ہوگی۔

(اتنے میں ملازمہ موسم کی مناسبت سے ٹرے میں رکھے ہوئے ٹھنڈے مشروب کے گلاس لیے ہوئے آتی ہے اور میز پر رکھ دیتی ہے۔ رضیہ مشروب کا ایک گلاس رفعت کی طرف بڑھاتی ہے اور دوسرا گلاس خود پکڑ لیتی ہے۔ مشروب پینے کے ساتھ ساتھ گفتگو بھی جاری رہتی ہے۔)

رفعت خان: اس رسالے کی اشاعت کا بنیادی مقصد نہ صرف نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے بلکہ انہیں اردو کی مختلف اصناف لکھنے کا طریقہ کار بھی سکھانا ہے۔ رسالے کی سب سے پہلی اشاعت میں ہم قارئین کو مُکالمہ نویسی کے طریقہ کار سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ سو آج آپ سے ایک اچھا مکالمہ لکھنے کے طریقہ کار اور اصول وضوابط پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

رضیہ رحمٰن: رفعت! مُکالمہ اردو کی ایک بہت اہم صنف ہے۔ صرف تحریر ہی نہیں روزانہ کی گفتگو میں بھی مکالمہ بہت اہمیت کا حامل ہے، تو کیوں نہ ہم مُکالمہ نگاری پر ہی ایک مُکالمہ کرلیں؟ آپ مجھ سے سوال کرتی جائیں، میں آپ کو جواب دیتی جاؤں گی۔

رفعت خان: جی آپی یہ تو اصلی مُکالمہ ہو جائے گا جو یقیناً فرضی مُکالمے سے زیادہ مؤثر ہوگا۔ آپی یہ بتایئے کہ مُکالمہ کس زبان کا لفظ ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟

رضیہ رحمٰن: مُکالمہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہم کلام ہونا، گفتگو، سوال وجواب ہیں۔ اصطلاحی طور پر دو یا دو سے زیادہ افراد کی روبرو یا آمنے سامنے گفتگو مکالمہ کہلاتی ہے۔ یوں تو ہر شخص چھوٹا موٹا مکالمہ لکھ سکتا ہے مگر مکالمہ نگاری یا مکالمہ نویسی ایک باقاعدہ فن ہے۔

رفعت خان: آپی! ایک اچھا مکالمہ لکھنے کے لیے کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

رضیہ رحمٰن: رفعت! سب سے پہلے تو جس موضوع پر مکالمہ لکھنا ہو، اس موضوع کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہے۔ معلومات ایسی ہونی چاہئیں کہ موضوع کے حق اور مخالفت دونوں میں استعمال کی جاسکیں۔

رفعت خان: مُکالمے کا آغاز کیسے کیا جائے؟

رضیہ رحمٰن: مُکالمے سے پہلے کرداروں کی ملاقات کا منظر اور پس منظر بیان کر دینا چاہیے۔ یعنی ملاقات کہاں اور کیسے ہو رہی ہے؟ مثلاً دو دوست کالج کے گیٹ پر ملتے ہیں۔۔۔ ایک دوست کالج میں کھانے پینے کی دکان پر بیٹھا ہے، دوسرا اسے ڈھونڈتا ہوا آتا ہے اور وہاں بیٹھ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مسلمان ہونے کے ناتے السلام علیکم کے الفاظ سے گفتگو کا آغاز کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ مکالمے کا آغاز ہی موضوع کے بارے میں ہو تو وہ غیر فطری سا لگے گا اس لیے اِدھر اُدھر کی ایک دو باتوں کے بعد اصل موضوع کی طرف آئیں گے تو وہ انداز زیادہ بہتر معلوم ہوگا۔

رفعت خان: آپی مکالمہ کی زبان کیسی ہونی چاہیے؟

رضیہ رحمٰن: وہ مکالمہ اچھا تصور کیا جاتا ہے جس میں روزمرہ کی گفتگو، عام بول چال کا انداز اور سادہ وعام فہم زبان کا استعمال کیا جائے۔ مکالمے کو خشک وعظ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس میں ایک مناسب حد تک شگفتگی، دلچسپی اور برجستگی ہونی چاہیے۔

رفعت خان: آپی اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ مکالمہ کی طوالت کتنی ہو یا مکالمہ کتنے صفحات پر مشتمل ہو؟

رضیہ رحمٰن: (ہنستے ہوئے) جی رفعت! اکثر طالبات ہم سے بھی یہ سوال کرتی ہیں جس کا جواب یہ ہے کہ مکالمہ کو مختصر مگر جامع ہونا چاہیے۔ مکالمہ میں غیر ضروری تفصیلات اور لمبی چوڑی تقریروں سے گریز کرنا چاہیے۔

رفعت خان: آپی! مکالمہ کے کرداروں کو کن باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے؟

رضیہ رحمٰن: ایک تو یہ کہ مکالمہ میں دونوں کرداروں

کو اظہار خیال کا برابر موقع دینا چاہیے ،ایک کردار کہے اور دوسرا سنا کرے جیسی کیفیت نہیں ہونی چاہیے ،دوسری اہم بات یہ کہ گفتگو میں تہذیب وشائستگی اور ادب،آداب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ

ع ادب پہلا قرینہ ہے، محبت کے قرینوں میں

اور مکالمے کردار کے تعلیمی اور سماجی مرتبے کے مطابق ہونے چاہئیں ۔مثلاً اگر ان پڑھ طبقے کا نمائندہ کردار فلسفیانہ گفتگو کرنے لگے یا کوئی پروفیسر عامیانہ گفتگو کرنے لگے تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔اور ہاں !انسان کو روبرو گفتگو میں بھی تہذیب و شائستگی کا خیال رکھنا چاہیے لیکن تحریری گفتگو کے لیے تو ادب وشائستگی شرط اوّل ہے۔ مثلاً اگر آپس کی گفتگو میں "یار" آپ کا تکیہ کلام ہے تو تحریر میں اس لفظ کا تکرار مناسب معلوم نہیں ہوگا۔

رفعت خان: جی آپی ! آپ کی بات بالکل درست ہے اچھا یہ بتائیں کہ مُکالمہ تحریر کرتے وقت کوئی خاص انوکھی بات بھی ہوتی ہے؟

رضیہ رحمٰن: جی ہاں !رموزِ اوقاف کا استعمال ایک بہت خاص نکتہ ہے جس کا کچھ لوگ خیال نہیں رکھتے ،حالانکہ بعض اوقات محض رموز اوقاف کے عدم استعمال کی وجہ سے بات کچھ سے کچھ ہوجاتی ہے اور نوبت لڑائی جھگڑوں تک جا پہنچتی ہے۔

رفعت خان: براہ مہربانی ! کچھ رموزِ اوقاف بھی بتادیں اور اس کی مثال سے وضاحت بھی کردیں۔

رضیہ رحمٰن: رموزِ اوقاف سے مراد وہ علامتیں ہیں جو تحریر اور گفتگو دونوں میں استعمال ہوتی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں بھی رموزِ اوقاف کا استعمال ہوتا ہے ۔یہ علامتیں ہمیں سمجھاتی ہیں کہ کہاں مختصر وقفہ کرنا ہے؟ کہاں مکمل ٹھہرنا ہے؟ اگر سوال ہے تو سوالیہ (؟) نشان لگانا چاہیے ۔کہیں کسی کو مخاطب کرنا ہے تو ندائیہ (!) کی علامت استعمال ہوگی۔کسی جذبے کا اظہار کرنا ہے تو فجائیہ (!) کی علامت استعمال کریں گے۔مختصر ٹھہراؤ کے لیے سکتہ کی علامت (،) استعمال ہوتی ہے۔سکتہ سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو وقفہ (؛)،اقوال اور وضاحتی جملوں کے لیے رابطہ (:)،عبارت میں کسی بات کی تفصیل سے پہلے تفصیلیہ (:-)، جملہ کا اختتام کے لیے ختمہ (۔)، جملہ معترضہ کے لیے توسین ( )

کسی کے قول یا کسی عبارت کے الفاظ نقل کرنے کے لیے، کسی کتاب کا نام لکھنا ہو یا کسی خاص لفظ کی طرف متوجہ کرنا ہو تو ابتدا اور آخر میں واوین " " کی علامت استعمال ہوتی ہے۔ضرورت کے باوجود ان کا استعمال نہ کرنے سے بات کا مفہوم بدلنے کا خدشہ ہوتا ہے۔مثلاً بیٹھو،مت جاؤ کا مطلب ہے کہ میری خواہش ہے کہ ابھی مزید بیٹھو، ابھی نہ جاؤ۔لیکن اگر درمیان میں سکتہ یا قومہ نہ لگایا جائے تو بات بدل جائے گی اور کچھ یوں ہوجائے گی کہ بیٹھومت، جاؤیعنی رموز اوقاف کے استعمال نہ کرنے سے خواہش ہی بدل جائے گی اور کچھ یوں ہوجائے گی کہ بیٹھنے کے بجائے چلے جاؤ۔

اچھا یہ بتائیے کہ مکالمہ کا اختتام کیسے کیا جائے؟

رضیہ رحمٰن: رفعت! مکالمہ کو اچانک ختم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے فطری اور منطقی موڑ پر اختتام پذیر ہونا چاہیے۔ اختتام میں بھی موضوع کے علاوہ ایک دو باتیں ہونی چاہییں ۔مثلاً نماز کا وقت ہو رہا ہے اس لیے اب مجھے اجازت دیں یا میری امی میرا انتظار کررہی ہوں گی ،اس لیے اب میں چلتا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔اور ہاں رخصت ہوتے وقت دونوں کردار " السلام علیکم " کے الفاظ کے ذریعے یا اللہ حافظ ، فی امان اللہ کے الفاظ کے استعمال سے ایک دوسرے کو دعا ضرور دیں۔بات کا آغاز بھی دعا سے اور اختتام بھی دعا سے۔

رفعت خان: آپی کچھ اور اہم باتیں جو مکالمہ نویسی کے لیے ضروری ہوں، براہ مہربانی وہ بھی بتادیں۔

رضیہ رحمٰن: جی رفعت!ایک اچھے مکالمہ کے پانچ (5) حصے ہوتے ہیں:

(i) ابتداء (ii) کشمکش (iii) نقطہ عروج (iv) سلجھاؤ (v) اختتام

یعنی مکالمہ لکھتے وقت بتدریج آگے بڑھنا چاہیے۔

رفعت خان: آپی !برائے مہربانی اس بات کی تھوڑی سی مزید وضاحت کردیں۔

رضیہ رحمٰن: جی کیوں نہیں ،مُکالمے کا جب آغاز کیا جائے تو اس میں معلومات دی جائیں کہ کس موضوع پر بات ہو رہی ہے۔اس کے بعد بات کو الجھایا جائے۔دونوں کرداروں کی طرف سے دیے جانے والے دلائل مضبوط ہونے چاہییں تاکہ محسوس ہو کہ مکالمے کا کوئی حل نہیں نکل سکتا۔پھر آہستہ آہستہ ایک کے دلائل کمزور کرتے جائیں اور دوسرے کے مضبوط،اسے سلجھاؤ کہتے ہیں۔اختتام میں فتح ہمیشہ نیکی یا اچھی بات کی ہونی چاہیے۔

رفعت خان: آپی! آج کا مُکالمہ تو الحمدللہ زبردست رہا۔ یہ مکالمہ ہمارے رسالے " قلم کی روشنی" کے تمام قارئین کے لیے بالعموم اور مکالمہ نویسی میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیئے بالخصوص بہت مفید رہے گا۔میں اپنی اور اپنے جریدے کے پورے گروپ کی طرف سے آپ کی بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مُکالمہ نگاری کے حوالے سے اس مکالمہ کے لیئے ،اپنے قیمتی وقت میں سے ہمیں وقت دیا اور اتنی مفید معلومات فراہم کیں۔ جزاک اللہ خیراً، بہت بہت شکریہ۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ بھی ہمارے قارئین کو اسی طرح قیمتی معلومات فراہم کرتی رہیں گی۔

رضیہ رحمٰن: رفعت خان! آپ کا بھی بے حد شکریہ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اور مجھے یہ سنہری موقع فراہم کیا کہ میں مُکالمہ نگاری کا شوق رکھنے والوں کی

بقیہ صفحہ 37 پر ملاحظہ فرمائیں

دنیا کی خبریں اور ہماری سروے

پاکستان کی ترقی میں سب بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

تحریر: عمران احمد اعوان (ابن ریاض)

پچھلے دنوں ایک مقابلے کا انعقاد کیا گیا جس کا موضوع تھا کہ "پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟" ہم نے بھی لکھنے کا ارادہ کیا مگر سوچا کہ کیوں نہ اس سلسلے میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق لوگوں کی رائے معلوم کر لی جائے تا کہ ہمارا مضمون زیادہ متوازن اور حقیقت سے قریب تر ہو۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنے نامہ نگار دوستوں سے رابطہ کیا اور انہیں اپنے مسئلے کا بتایا اور ان سے مدد مانگی۔ کچھ کوشش ہم نے خود کی۔ انہوں نے جو کچھ بتایا وہ حاضر خدمت ہے۔

ہمارے نمائندے نے جب وزیر اعظم سے ملاقات کی تو وہ خوبصورت جدید طرح کے انگریزی لباس میں ملبوس بیرون ملک روانہ ہو رہے تھے۔ انہوں نے انگریزی میں فرمایا کہ ایک بڑی جماعت کا دھرنا اور میٹرو بس میں تاخیر سب سے بڑی وجہ ہے۔ شستہ انگریزی میں جاتے جاتے کہنے لگے کہ قومی زبان پر شرمندہ ہونے اور اپنی مصنوعات کو فروغ نہ دینا بھی اسی سلسلے میں آتا ہے۔

تحریک انصاف کے قائد سے جب پوچھا گیا تو اس وقت وہ مرغن کھانوں سے بھری میز پر کھانے سے انصاف کر رہے تھے۔ ان کا کہنا کہ ملک کی ترقی میں اصل رکاوٹ شفاف انتخابات کا نہ ہونا ہے۔ مزید فرمایا کہ لوگ بھوک اور قحط سے مر رہے ہیں، اگر عوام کو کھانا اور تعلیم مل جائے تو پاکستان ترقی کر سکتا ہے۔ یہی سوال جب اسفندیار ولی کے پاس آیا تو ان کا کہنا تھا کہ ملکی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کالا باغ ڈیم ہے۔ اگر اس منصوبے کو ختم کر دیا جائے تو ملک دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ جب آصف علی زرداری سے یہ سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ مفاہمت کی سیاست کے بغیر ملک آگے نہیں بڑھ سکتا۔ لندن میں الطاف حسین سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں گنگنایا کہ 'پردے میں رہنے دو۔۔۔ پردہ نہ اٹھاؤ'۔ پھر انہیں خیال آیا کہ یہ سنجیدہ سوال ہے تو کہنے لگے کہ مہاجروں کو ان کے حقوق دیے بغیر ترقی دیوانے کا خواب ہی ہے۔ جب یہی سوال وزیر اعلی سندھ سے کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ سائیں ہمیں نہیں پتا۔ زرداری صاحب سے پوچھ کے جواب دوں گا۔

سیاستدانوں سے مایوس ہو کر ہم نے سوچا کہ دوسرے شعبوں میں معقول لوگوں کی کمی نہیں۔ ہمیں امید تھی ہماری گتھی کچھ مشکل سے ہی سہی مگر سلجھ جائے گی۔ ہمیں ڈاکٹر ایک سڑک پر احتجاج کرتے نظر آئے۔ ہم حیران کہ اسپتال میں مریضوں کو کس کے حوالے کر کے آئے ہیں؟ مگر یہ ہمارا سر درد تھوڑی ہے۔ ہمیں اپنے کام سے مطلب رکھنا چاہیے سو ہم نے ایک ڈاکٹر کو روکا اور اپنا سوال دہرایا۔ انہوں نے ایک لمحے توقف کیا؟ پھر کہنے لگے کہ جب تک ڈاکٹروں کی تنخواہیں نہیں بڑھائی جاتیں، یہ سب ایسا ہی رہے گا۔

اگلے روز ہماری ملاقات ایک انجینئر سے ہوئی۔ یہ صاحب بیروزگار تھے۔ ہم نے ان سے ملکی مسئلے کا حل پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ جب تک ملک کے پڑھے لکھوں کو نوکری نہیں ملے گی ملک آگے کیسے بڑھے گا؟ بات ان کی بھی بجا تھی مگر یہ بھی باقی افراد کی طرح ذاتی مسائل میں ہی گم تھے۔

پھر ہمیں ایک فوجی جرنیل ملے۔ ان سے ہم نے پوچھا تو کہنے لگے کہ ملک کا انتظام سیاست دانوں کے پاس ہے جو اس کو چلانے کے اہل نہیں۔ اگر ملک کی باگ دوڑ فوج کے حوالے کر دی جائے تو ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی۔ اس سلسلے میں انہوں نے پچھلے فوجی ادوار کی مثالیں دی کہ ان میں ملک نے کیسے ترقی کی۔

اب ہماری اگلی منزل ایک دانشور تھے۔ ان کے کالم ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں چھپتے ہیں۔ ان سے ہم نے پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ حکومت کے کاغذ پر جبری معاوضہ لگا کر سر سر زیادتی کی ہے۔ اس سے حکومت کی علم دشمنی عیاں ہو جاتی ہے۔ کاغذ اخبار و رسائل کا بنیادی جزو ہے۔ اگر یہ مہنگا ہو گا تو اخبار و رسائل عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہو جائیں گے اور یوں ان کی ذہنی نشوونما میں بہتری نہیں آئے گی۔ بھلا ذہنی پسماندہ معاشرہ بھی ترقی کر سکتا ہے؟

دانشور کے گھر سے نکل کر ہم اپنے گھر رواں تھے کہ ہمیں عمر اکمل ایک مال میں خرید و فروخت کرتے نظر آئے۔ اب تک ہم ماہرین کی رائے سے مایوس ہو چکے تھے مگر سوچا کہ چلو کھلاڑی کی بھی رائے جان لیں۔ انہوں نے دنیا دیکھی ہے سو یقیناً وسیع النظر ہوں گے۔ ہم نے سوال کیا تو جواب آیا۔۔۔ "جب تک انصاف نہیں ہو گا ملک کیسے ترقی کرے گا؟ مجھے خواہ مخواہ کھیل کی صف سے نکال دیا گیا۔ اس سے پہلے کامران بھائی اور عدنان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اگر ہمیں انصاف نہیں مل رہا تو عام لوگوں کو کیا ملے گا۔ اب آپ خود جان لیجیے کہ ملک کے ترقی نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔

اب ہمارا دل ماہرین سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ ہم نے سوچا کہ کیوں نہ عام لوگوں سے ہی پوچھ لیا جائے۔ ایک دوکان دار سے پوچھا تو کہنے لگا کہ حکومت اگر چیزیں سستی کر دے تو لوگوں کو ہر چیز با آسانی مہیا ہو گی اور ملک ترقی کرے گا۔

ایک بینک کے باہر سابقہ تنخواہ لینے والے بزرگ

بقیہ صفحہ 57 پر ملاحظہ فرمائیں

یہ کیا ہے؟

تحریر: منال صبا

محسن بھائی اور قاتل بھائی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب امریکا میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ ان دنوں عظیم امریکی اداکار ایڈون بوتھ ریل کے ذریعے سے نیویارک سے نیو جرسی گیا۔ جب وہ نیو جرسی میں اترا، تو لوگوں کا ایک ہجوم اسے دیکھنے لیے امڈ آیا۔ اس ہجوم کی زد میں آکر ایک لڑکا پلیٹ فارم سے عین اس وقت پٹڑی پر گر پڑا جب ایک انجن چلا آ رہا تھا۔

اتفاق سے ایڈون سامنے ہی کھڑا تھا۔ وہ لپک کر لڑکے کے پاس پہنچا۔ اسے اٹھالیا۔ یوں اس کی جان بچ گئی۔ ایڈون کی اس حاضر دماغی اور دلیری نے اس کی شہرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ وہاں موجود لوگوں نے اسے خوب داد دی۔ یوں اس نے اپنا نام امریکی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھوالیا۔

بعد میں اس لڑکے نے اس واقعے کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ جب ہجوم کا ریلا آیا، تو وہ اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اور پٹڑی پر جا گرا۔ اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ اسی وقت ایک آدمی نے اس کے کوٹ کا کالر پکڑا۔ اسے اٹھنے میں مدد دی اور چبوترے پر لے آیا۔ جب اس نے اپنے مددگار کا شکریہ ادا کرنا چاہا، تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سامنے ایڈون بوتھ کھڑا ہے۔ دو ہفتے بعد کا ذکر ہے کہ ایڈون کو امریکا کی فوج کے سربراہ جنرل الائنیز ایس گرانٹ کے دفتر سے ایک تعریفی خط ملا۔ اس خط سے پتا چلا کہ ایڈون نے جس لڑکے کو بچایا تھا، وہ امریکی صدر ابراہام لنکن کا بیٹا رابرٹ لنکن تھا۔ ایڈون نے بہادری کا جو کارنامہ سر انجام دیا تھا، اس نے لنکن خاندان میں بوتھ خاندان کو متعارف کروا دیا، لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ کئی ماہ کے بعد ایڈون کے بھائی ولکنز بوتھ نے صدر ابراہام لنکن کو قتل کر ڈالا۔

دو بھائی......حادثہ ایک جیسا

جولائی 1975ء کی بات ہے کہ یورپی اور امریکی اخبارات نے یہ خبر نمایاں طور پر پہلے صفحے پر شائع کی کہ جزیرہ برمودا کے علاقے ہملٹن میں ایک کار نے سترہ سالہ موٹر سائیکل سوار ارسکائن لارنس ایبن کو مار ڈالا۔ اس خبر کی خاص بات یہ تھی کہ پچھلے جولائی کو اسی گلی میں ارسکائن کا بڑا بھائی بھی اسی ٹیکسی نے مار ڈالا تھا۔ دونوں لڑکے سترہ سال کے تھے۔ دونوں ایک ہی موٹر سائیکل چلا رہے تھے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دونوں بھائیوں کی قاتل کار ایک ہی تھی۔ مسافر بھی وہی تھے اور ڈرائیور بھی وہی۔

ایک جیسے کردار جب امریکا کے مشہور کارٹونسٹ ہینک کیچم نے 'ڈینس دی مینک' اخبارات کی زینت بنایا، تو بحر اوقیانوس کے پار برطانیہ میں چند گھنٹے پہلے ایک مزاحیہ سریز 'دی بیانو' کا شمارہ نمبر ۴۵۲ دکانوں پر پہنچا۔ اسی شمارے میں ایسا کارٹون کردار پہلی بار جلوہ گر ہوا جس نے اپنے خالق ڈیوڈ لا کو عالمی شہرت یافتہ کارٹونسٹ بنا دیا۔ اس کارٹون کردار کا نام بھی 'ڈینس دی مینک' تھا۔ ان کرداروں کے نہ صرف نام ایک تھے بلکہ وہ ایک ہی دن منظر عام پر آئے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ ان میں سے کسی نے دوسرے کی نقل ماری ہو۔ وہ دونوں نہ صرف ایک دوسرے سے ناواقف تھے بلکہ انہیں تو یہ بھی پتا نہیں تھا کہ سمندر پار دوسرا فن کار بھی اس جیسا کارٹون کردار ہی تخلیق کر رہا ہے۔ نام کے علاوہ ان کرداروں میں کچھ بھی مطابقت نہیں تھی۔ ہینک کیچم نے اپنے شرارتی بیٹے کو دیکھ کر اپنا کردار تخلیق کیا تھا جب کہ ڈیوڈ لا کا کردار ایک سابق مزاحیہ سریز کیلون اینڈ ہوبس کے کردار کیلون کا نیا جنم تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ وہ علیحدہ علیحدہ اپنا کام جاری رکھیں گے۔ ان فن کاروں کے کرداروں نے اپنی اپنی جگہ خوب شہرت پائی۔

محترم قارئین: آپ بھی دلچسپ معلوماتی خبریں ہمیں بھیجنا چاہتے ہیں تو اپنے نام پتہ رابطہ نمبر کے ہمراہ ہمیں ای میل کریں یا پی او بکس پر خط ارسال کریں، شکریہ۔()

☆☆☆☆☆☆

بقیہ۔۔۔ پاکستان کی ترقی میں رکاوٹ

موجود تھے۔ ہم نے ایک صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے کہ جہاں بزرگوں کو دن بھر دھوپ میں کھڑا رکھا جائے اور ذلیل کیا جائے بھلا وہ ملک کیسے ترقی کرے گا؟ حکومت ہمارے مسائل حل کرے اور دعائیں لے تو ملک بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

ایک مسجد کے امام سے ملاقات ہوئی۔ ان کی بیگم نے حال ہی میں وفات پائی۔ ان کا جواب کچھ یوں تھا۔ 'یہ اللہ کا ہم پر عذاب ہے۔ ہم نے شادی کو مشکل کر دیا ہے۔ ہماری خواتین بڑی تعداد میں غیر شادی شدہ ہیں۔ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ بچیوں کی شادیاں کریں۔ اگر کوئی ہم پلہ رشتہ نہیں ملتا تو رنڈوے اور بیوہ مردوں سے شادی کر دیں مگر گھر نہ بٹھائیں۔ اس سے اللہ خوش ہوگا اور ملک ترقی کرے گا۔' اس شاندار منطق کے بعد ہم نے مزید کسی اور سے رائے طلب نہیں کی۔ ہم نے جان لیا کہ اس ۱۸ کروڑ والی آبادی کے ملک کے ۸۱ کروڑ بنیادی مسائل ہیں۔ ہر کسی کا ذاتی مسئلہ ہی اس کی نظر میں قومی مسئلہ ہے اور اس کے مسئلے کا حل ہی ملکی ترقی کا ضامن ہے۔ ہر کوئی اپنا حق مانگ رہا ہے خواہ وہ اس کا مستحق ہو یا نہ ہو اور کسی کی نظر فرض پر نہیں۔ یہی ہماری ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

☆☆☆

اردو کی ترویج
سوشل میڈیا
اور ان پیج

اردو میں لکھنے کی اہمیت

انچارج
یسریٰ امین

اردو ہے جس کا نام ہمی جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو ہماری قومی زبان ہے یہ ہر گھر میں کثرت سے بولی جاتی ہے اور یہ وہی اردو ہے جو کہ بچپن سے سنی اور بولی جاتی ہے، ہر شخص با آسانی اردو زبان پڑھ بھی سکتا ہے اور لکھ بھی سکتا ہے۔ اردو زبان اور پاکستانی لازم و ملزوم ہیں، اردو میں بہت سی کتابیں آئے دن چھپتی رہتی ہیں بہت سے لوگ اردو زبان کی اہمیت کے لیے مختلف سیمنار اور کانفرنسیں بھی منعقد کراتے ہیں تاکہ آنے والی نسل اپنی قومی زبان کی اہمیت سے واقف رہے اور ان میں اردو زبان کے حوالے سے شعور پیدا ہو۔

اردو ادب کے فروغ کے لیے مختلف جرائد روزانہ کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں، ہفتہ وار جریدے، رسائل اور مختلف ڈائجسٹ ہر مہینے ہماری دسترس میں ہوتے ہیں اور جس سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ساتھ ہی ہماری اصلاح بھی ہوتی رہتی ہے۔ اردو پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں لکھنا بھی آنا چاہیے کیونکہ اردو ہر ادارے میں رائج ہے، ہماری شناخت ہے، باہمی اتحاد کا ذریعہ ہے اور ہماری ترقی کا زینہ بھی ہے بہت سے ملکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ وہ ہر جگہ پہ صرف اپنی مادری و قومی زبان کا استعمال کرتے ہیں اور اپنی زبان کو کسی دوسری زبان پر فوقیت نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ دوسری قومیں آج ترقی یافتہ ہیں اور دنیا بھر میں وہ اپنا نام بنا رہی ہیں۔ اردو ادب کے لیے اہل قلم دن رات جدوجہد کرتے ہیں تاکہ ہم اپنی قومی زبان کو سمجھ سکیں اور ان کے قلم کی روشنی سے ہر جگہ ان کا پیغام پھیلا سکیں اہل قلم ہی ہیں جو اپنی زبان کو فروغ دے رہے ہیں اور معاشرے میں اپنی زبان کو اپنے خوبصورت الفاظ میں عام کرتے ہیں یہ ان کی اپنی مادری زبان سے سچی محبت کا عملی ثبوت ہے۔

اردو ایک قدیم زبان ہے جو کہ برسوں سے لکھی اور پڑھی جاتی ہے پر اب لوگوں نے اس کو نظرانداز کرنا شروع کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موبائل فون کے مختصر پیغامات کے لیے اردو زبان کی سہولت نہیں تھی اس لیے اردو رسم الخط میں پیغام دینا ناممکن تھا تو لوگوں نے اس کی جگہ رومن اردو یعنی انگریزی رسم الخط کے ذریعے پیغام بھیجنا شروع کیا اور انٹرنیٹ پر بھی اب یہی طریقہ رائج ہو گیا ہے، بہت سے لوگ اردو رسم الخط کی جگہ باقاعدگی سے رومن اردو کو ہی استعمال کرتے ہیں اور اب تو لوگوں نے اردو کی جگہ رومن میں ہی کتابیں لکھنا شروع کر دی ہیں جو کہ اردو زبان لکھنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔ اب انٹرنیٹ اور موبائل فون پہ بھی اردو رسم الخط موجود ہوتا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی "یونی کوڈ" کے نام سے اردو رسم الخط کے لیے یہ سوفٹ ویئر بہت مشہور ہے اور بھی مختلف سوفٹ ویئرز موجود ہیں اس لیے اب رومن اردو کا استعمال غیر ضروری ہو گیا ہے لیکن اس کے برعکس اب لوگ رومن اردو کو ہی لکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور مختلف اخبارات، اشتہارات اور میل جول میڈیا پر کثرت سے رومن اردو کے استعمال نے ہماری مادری زبان اردو کو اردو رسم الخط میں لکھنے کی اہمت کو کم کر دیا ہے جو کہ بہت ہی دکھ کی بات ہے۔

اہل قلم نے بہت سی کتابیں اردو کے فروغ کے لیے لکھی ہیں جن کے کچھ حصے آج بھی اردو کی درسی کتابوں میں شامل ہیں اور ہماری نوجوان نسل کی بہتری کے لیے بہت سے تعلیمی اداروں میں اردو زبان کو پڑھایا جا رہا ہے، ہمارے تعلیمی اداروں میں اردو لازمی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے اور ساتھ ہی وہاں پر طالب علموں کو اردو میں کئی مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور ان کی تحریری آزمائش بھی کی جاتی ہے جس سے ان کی صلاحیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور وہ معاشرے کی اصلاح کا باعث بنتے ہیں اور اپنے وطن کی خدمت کرتے ہیں۔ اردو ادب کے فروغ کے لیے بہت سی لائبریریاں قائم کی گئی ہیں تاکہ ہر قسم کی معلومات مل سکیں۔

مثلاً داستان، افسانے، کہانیاں، ناولز، سفرنامے، تاریخی مضامین اور شعروشاعری کی کتابیں ہمارے لیے لائبریری میں با آسانی دستیاب ہیں جس سے اردو کے چاہنے والے اپنا مطالعہ وسیع کر سکتے ہیں۔ آج کل پرنٹ میڈیا کی ترقی اور شہرت کی بنیاد انٹرنیٹ ہے جس کے ذریعے کوئی بھی بندہ با آسانی کسی بھی ملک کی خبریں اردو زبان میں پڑھ سکتا ہے، ایک ایک پل کی خبر گھر بیٹھے مل جاتی براہ راست اخبار پڑھنے کی بھی سہولت انٹرنیٹ پر موجود ہے، بہت سے اخبارات روزانہ چھپے ہوتے ہیں جنہیں ہم کسی بھی وقت انٹرنیٹ پہ پڑھ سکتے ہیں اور پرانے اخبارات بھی ہماری سہولت کے لیے ویب سائٹ پر موجود ہوتے ہیں۔ اردو لکھنے کے لیے اب ہمیں قلم اور کاغذ کی بھی ضرورت نہیں بلکہ ہم سب کی سہولت کے لیے انٹرنیٹ پر بہت سے ایسے پروگرام موجود ہیں جس کو ایک بار کمپیوٹر میں انسٹال کرنے کے بعد ہم اردو رسم الخط میں اپنی تحریر کو خوبصورتی کے ساتھ لکھ سکتے ہیں اور اس کو پرنٹ بھی کر سکتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ 37 پر ملاحظہ فرمائیں)

ان شاء اللہ اگلے شمارے میں ہم آپ کو اردو ان پیج کی اہمیت اور اس کے استعمال کا طریقہ سکھائیں گے۔ اگر آپ کو کوئی بھی سوال کرنا ہو تو بلا جھجک ہمیں ای میل کریں یا ہمیں دفتر قلم کی روشنی پی او بکس نمبر ا خانپور ضلع رحیم یار خان کے پتہ پر خط ارسال کریں

دیس کے رنگ پردیس کے سنگ

موضوعِ سخن

'میں اور پاکستان'

انچارج

عظمیٰ فردوس

وطن جس کی مٹی کی خوشبو ماں کی مامتا کی مہک کے مثل ہے، جب تک پاس ہو قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوتا لیکن جیسے ہی دور ہونا پڑے اہمیت کا احساس جاگ جاتا ہے۔ انسان کی تقدیر اور اس کی ضرورتیں اسے اپنا وطن، اپنا ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں رہ کر زندگی کا آغاز نئے سرے سے تن تنہا یا پھر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ پردیس میں رہنے والے پاکستانیوں سے کچھ سوالات کیے گئے کہ وہ کب سے اور کس ملک میں رہ رہے ہیں؟ وطن کے لیے کیا سوچتے ہیں؟ کہاں رہنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں؟ پاکستان کے حوالے سے کیا پسند ہے یا کوئی شعر یا غزل؟ اپنے ہم وطنوں کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں چاہے وہ دیس میں ہوں یا پردیس میں؟ آیئے ان کے جوابات سے ان کے تاثرات جانتے ہیں۔۔

عدنان اقبال۔۔۔۔۔۔دبئی

تقریباً پچھلے پانچ سال سے میں دبئی میں رہائش پذیر ہوں۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے۔ متحدہ عرب و امارات میں رہنا بہتر ہے کیوں کہ یہاں کی طرزِ زندگی پاکستان کی نسبت زیادہ بہتر ہے، جیسے پاکستان کا شاہانہ عیش و عشرت یہاں کی بنیادی سہولتوں میں شمار ہوتا ہے، جو ہمیں چاہیے ہوتا وہ مل جاتا ہے اور ہر چیز تک ہماری رسائی ہوتی ہے۔ پاکستان میں رہنے والوں کو بنیادی ضرورتیں مہیا کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے نا کہ ان چیزوں پہ جس کی فی الوقت لوگوں کو ضرورت نہیں۔ ہمیں پاکستان کے لیے سوچنا چاہیے بجائے اس کے کہ ہم صرف اپنے بارے میں سوچیں۔ ہم وطنوں کے لیے میرا یہی پیغام ہے کہ ''اگر کسی کو پاکستان میں اچھا موقع ملے جو اس کی پسند کے مطابق ہو تو اس سے فائدہ ضرور اٹھائے بجائے اس کے کہ بیرون ملک جا کر ایسے چھوٹے موٹے کام کریں جس سے بالآخر پوری قوم کا وقار مجروح ہو۔

☆☆☆

قاسم حسین۔جدہ۔سعودی عرب

میں سترہ سال سے سعودی عرب میں مقیم ہوں۔ پاکستان سے بہت زیادہ پیار ہے۔ پاکستان کے متعلق میری یہ دعا ہے کہ وہاں امن و سکون قائم ہو جائے اور احباب اختیار کو اس کے لیے کوششیں کرنی چاہیں۔ پاکستان میں رہنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ اپنا ملک ہے، اپنے رشتے دار اور گھر والے ہیں۔ پاکستان کی ہر چیز سے پیار ہے۔ ہم وطن ساتھیوں کے لیے یہی پیغام ہے کہ اپنے وطن سے پیار کریں اور مل جل کر رہیں۔

☆☆☆

جلیل الرحمٰن۔ریاض، سعودی عرب

میں اٹھارہ سال سے اپنے کنبے کے ساتھ سعودی عرب میں مقیم ہوں۔ پاکستان سے تعلق ہے اور محبت ہے اس لیے ہمیشہ اچھا ہی سوچتا ہوں۔ ہمارے اختیار میں نہیں کہ دیس میں رہیں یا پردیس میں جہاں اللہ پاک کا حکم ہوگا وہیں رہیں گے۔ مجھے قومی ترانہ بہت پسند ہے۔ ہم وطنوں کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ اپنے ملک کے ساتھ مخلص رہیں۔

☆☆☆

جاوید مرزا۔۔۔۔۔۔۔کینیڈا

عمر عزیز کے ابتدائی پچیس سال لاہور میں، اکتیس سال دبئی میں پھر ریٹائرمنٹ کے بعد چھ سال لاہور میں اور اب چار سال سے کینیڈا میں آنا جانا رہتا ہے۔ ابھی کینیڈا میں سردی اور بجلی جانے کے جھٹکوں کے نہ ہونے کے لطف اٹھا رہے ہیں۔ ملک سے دور رہ کر اپنی مٹی سے زیادہ قربت ہوتی ہے۔ رہنا تو اپنے ہی دیس میں اچھا لگتا ہے بشرطیکہ وہاں جان و مال کی سلامتی ہو اور کم از کم وہی سہولیات دستیاب ہوں جو ہمارے بچپن میں تھیں، ساٹھ کی دہائی والی۔ وطن کے حوالے سے دریا کو کوزے میں سموتا ہوں بقول غالب ''گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار۔ لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا''۔ اپنے ہم وطنوں کو اپنی مثال دے کر کہوں گا کہ کام کوئی بھی ہو عبادت سمجھ کر کیا جائے اور اولاد کو سرسری وقت دینے کے بجائے زیادہ تر وقت دوستانہ انداز میں دیا جائے تو اولاد بھی نیک و صالح اور تابع ِ فرمان ہونے کے ساتھ ساتھ انعام کے طور پر آپ کی زندگی کی شام بھی سہانی ہوگی۔

☆☆☆

عرفان خالد۔جدہ، سعودی عرب

میرے والد صاحب تقریباً چونتیس سال سے سعودی عرب میں مقیم ہیں اور میری پیدائش بھی جدہ کی ہی ہے۔ پاکستان کے لیے اچھا سوچتے ہیں۔ سعودی عرب میں پاکستان سے زیادہ سہولتیں ہیں اور مقدس مقامات کی وجہ سے یہاں رہنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ پاکستان کے لیے یہ کہنا چاہوں گا کہ ''دل دل پاکستان، جان جان پاکستان''۔ پاکستانی دنیا کے کسی بھی ملک میں رہیں لیکن یہ نہ بھولیں کہ ہماری پہچان اور بنیاد پاکستان سے ہی ہے، خود بھی محبِّ وطن بنیں اور اپنی اولاد میں بھی حب الوطنی کے جذبے کو پروان چڑھائیں۔

☆☆☆

شگفتہ شہزاد۔الباما، امریکا

میں امریکا میں چار سال سے رہ رہی ہوں۔ وطن کے بارے میں کیا کہیں خراب حالات کا سن کر اور دیکھ کر دکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ مجھے پاکستان میں مہنگائی، لوٹ مار، بجلی کی قلت اور بیروزگاری ان سب کے بارے میں سوچ کر امریکا میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے۔ مگر میں پھر بھی اپنے وطن کو بہت یاد کرتی

ہوں آخر وہی ہمارا ملک ہے اور ہماری پہچان ہے۔ مجھے پاکستان کا کھانا اور ثقافت بہت پسند ہے۔سب سے بڑھ کر وہ اسلامی ملک ہے۔میرا پیغام یہ کہ ہم جہاں بھی رہیں گے جتنی نسلیں بھی بڑھ جائیں مگر کہلائیں گے پاکستانی ہی، اس لیے پاکستانیوں کو چاہیے کہ اپنے وطن سے پیار کریں اور اپنے مسلمان اور پاکستانی ہونے پہ فخر کریں۔

☆☆☆

عظمی اکرم۔جدہ، سعودی عرب

میں پینتیس سال سے سعودی عرب جدہ میں رہائش پذیر ہوں۔میرا وطن پاکستان بہت خوبصورت اور دل کش ہے۔سعودی عرب میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے کیونکہ یہاں کی سب سے منفرد بات یہ ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں اور جب دل چاہتا ہے زیارت کو چلے جاتے ہیں اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہو گی۔پاکستان کے تاریخی مقامات سب سے زیادہ پسند ہیں۔ہم وطنوں کے لیے یہی دعا ہے کہ اللہ پاک سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور آپس میں اتفاق ومحبت سے رہنے کی توفیق دے۔آمین۔

☆☆☆

خان شاہین کمال۔جدہ، سعودی عرب

میں سعودی عرب میں پینتیس سال سے مقیم ہوں۔وطن کے لیے بہت کچھ سوچتا ہوں کہ وہاں سعودیہ کی طرح اسلامی نظام ہو اور ملک سے لوٹ مار ختم ہو۔رہنے کے لیے اپنے ملک سے بہتر کوئی ملک نہیں۔ہمارے سسر کا ایک شعر ہے۔۔''جب دلیس میں دل گھبراتا ہے۔۔پردیس کا عالم کیا ہوگا''۔ہمارا ملک جب بنا تھا تو اسلامی ملک تھا اور اب برائے نام رہ گیا ہے ہم چاہتے ہیں اسے ایک اسلامی ملک بنایا جائے جو لوٹ مار سے پاک ہو اور سب لوگ اپنا ملک سمجھ کر کام کریں اور آپس میں اتفاق ومحبت سے رہیں۔

☆☆☆

عثمان محمد۔ویانا، آسٹریا

تیرہ سال سے آسٹریا میں رہ رہے ہیں۔وطن کے لیے تب سوچ پروان چڑھتی ہے جب دہشت گردی سے دہشت پھیل جاتی ہے، جب بچوں کو اپنے گناہ چھپانے کے واسطے کوڑے دان میں پھینک دیا جاتا ہے، جب ملک کو عوام گالی دیتے ہیں۔بجلی نہ ہونے پر کیونکہ یہی بجلی صرف کرکٹ کے کھیل کے اوقات میں پوری طرح مہیا کی جاتی ہے۔سہولیات زندگی کے لحاظ سے زندگی برائے زندگی گزارنی ہو تو آسٹریا ہی بہتر ہے بہ نسبت پاکستان کے، اور اگر زندگی کھل کر مٹی کی دلکش خوشبو کے ساتھ میٹھی ہواؤں کے ساتھ، گنگناتی فضاؤں کے ساتھ گزارنی ہو تو ''پاک پاک پاکستان''۔پاکستان کے لیے یہ بات کہوں گا کہ'' ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی''۔ہم وطنوں سے یہ کہنا چاہوں گا کہ دوسروں پہ الزام لگانے، حکمرانوں کو گالی گلوچ دینے، ذمے دار ٹھہرانے سے پہلے یہ دیکھو کہ آپ کا اپنا کیا کردار ہے!

☆☆☆

شہزاد امین۔جدہ۔سعودی عرب

میں سعودیہ میں پچھلے آٹھ سال سے رہ رہا ہوں۔اپنے ملک کو بہت یاد کرتا ہوں۔سعودی عرب میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے کیونکہ یہاں زیادہ امن وسلامتی ہے، برکت ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہاں اللہ کا گھر ہے۔پاکستان کے لیے صرف پانچ الفاظ کا استعمال کروں گا کہ'' مجھے پاکستان سے محبت ہے''۔اور ہم وطنوں کے لیے یہی کہوں گا کہ اللہ پاک سب کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے اور ہر مشکل وقت سے محفوظ رکھے۔آمین

☆☆☆

چوہدری اسماعیل۔جدہ، سعودی عرب

چھبیس سال سے سعودی عرب میں رہائش پذیر ہیں۔اللہ پاک پاکستان کو سدا سلامت رکھے اور امن کا دور دورہ ہو۔سعودیہ میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے کیونکہ یہاں سے کاروبار کا آغاز کیا اور یہاں ہی آباد ہیں۔پاکستان کے بارے میں اچھی بات یہ کہ میرے شناخت پاکستان سے ہے اور میں پاکستانی کہلاتا ہوں۔ہم وطنوں کے لیے یہی کہنا چاہوں گا کہ محنت کریں، ملک کا نام روشن کریں۔پاکستان کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

☆☆☆

زارا اسد۔جدہ، سعودی عرب

سعودی عرب میں انتیس سال سے رہائش پذیر ہیں۔اپنے ملک سے بہت پیار ہے اور بہت یاد کرتی ہوں۔سعودیہ میں پلے بڑھے ہیں تو یہاں رہنا بہتر لگتا ہے اور سب سے بڑی بات اللہ تعالی کے گھر جب دل چاہے چلی جاتی ہوں اس سے خوش نصیبی کیا ہو گی؟ پاکستان کے لیے یہی کہوں گی کہ اللہ تعالی ہمارے ملک کے حالات بہتر کرے اور وہاں رہنے والوں کی حفاظت فرمائے۔آمین۔اپنے ہم وطنوں کے لئے پیغام دعا کی صورت ہے کہ''تمام پاکستانیوں کو دن رات ترقی دے، ہر مشکل سے محفوظ رکھ اور حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔آمین۔

☆☆☆

قلم کی روشنی: کوپن برائے انعامی سلسلہ برائے

الجھنیں سلجھنیں شمارہ نمبرا

نام..................

ولدیت..................

عمر.......... تعلیم..........

پتہ..................

رابطہ نمبر..................

منجانب:
آپ کا اپنا جریدہ ماہنامہ قلم کی روشنی پاکستان
کوپن یہاں سے کاٹیں..........

سب سے آگے "میرا تعارف.....میری زبانی" انیقہ اظہر (انچارج)

""قلم کی روشنی"" صفحہ اور گروہ پہ ۲۹ مارچ سے ۲ اپریل تک منعقد کئے گئے ""بہترین متحرک اور سرگرم اراکین"" کے مقابلے میں پہلے دس ممبران جو صفحہ اور گروہ پہ سب سے سرگرم اور متحرک رہتے ہوئے سب سے زیادہ نقاط حاصل کئے ان دس خوش نصیب اراکین کا تعارف ان کی زبانی آپ سب کی خدمت میں پیش ہے۔

افشاں شاہد۔۔۔۔کراچی

السلام علیکم

تعارف اب ہم کوئی خاتون اول تو ہیں نہیں جو ہمارا تعارف بے حد مختلف ہوگا تو چلیئے جناب اب ہم تعارف کرواتے ہیں اپنا بلکہ سیدھا سادھا سا میرا نام افشاں شاہد ہے میرا تعلق کراچی سے ہے مجھے لکھنے کا بے حد شوق ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے صرف میں شاعری کرتی تھی نویں کلاس میں پہلا شعر لکھا تھا اور یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے اور کچھ عرصے سے اب میں آرٹیکل، کہانیاں اور افسانے بھی لکھ رہی ہوں۔ قلم کی روشنی اور اس جیسے دوسرے گروپ کے مقابلوں میں حصہ لے کر میری لکھنے کی صلاحیتیں اور نکھر رہی ہیں میری کہانیاں شاعری اور آرٹیکل مختلف اخبارات اور ڈائجسٹ میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں کم لکھوں لیکن اچھا لکھوں۔

☆☆☆

ارم فاطمہ۔۔۔۔۔۔لاہور

میرے والد محمد علی اسپیشل بچوں کے اسکول کے پرنسپل تھے۔ انہی کی خواہش پر گورنمنٹ کالج لاہور سے اردو ادب میں ماسٹرز کیا۔ وہ اخبارات میں آرٹیکلز لکھا کرتے تھے۔ میری خواہش ہے ادب کی دنیا میں میرا نام بھی سرفہرست ہو قلم کی روشنی گروپ کی وساطت سے اور میم رفعت خان کی مدد سے اس خواب کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ دیا ہے اب تک دو افسانے اور ایک آرٹیکل اخبار کی زینت بن چکے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا پر ادب اور نئے لکھنے والوں کی ترقی میں قلم کی روشنی نمایاں کارکردگی دکھا رہا ہے۔ اللہ اسے مزید عروج عطا فرمائے (امین)۔

☆☆☆

انمول شیخ۔۔۔۔۔۔حیدرآباد۔سندھ

السلام علیکم

مجھے اللہ نے 1 جنوری کو دنیا کی خوبصورتی میں اضافہ کرنے، خوشیاں اور روشنیاں بکھیرنے کے لیے بھیجا۔ تمام بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہوں اور لاڈلی بھی... اردو ادب میں دلچسپی کے باعث اردو میں ایم اے کیا۔ شاعری میری غذا ہے.. شاعری میرا عشق ہے.. اس کے علاوہ داستان، اقوال، افسانہ وغیرہ بھی لکھتی رہتی ہوں. فطرتاً شوخ و چنچل ہوں خوش رہنا اور سب کو خوش رکھنا اولین ترجیحات میں شامل ہوتا ہے. کوکنگ کرنا بہت پسند ہے الحمدللہ سب ڈشیز بہت شوق سے اچھی بنا لیتی ہوں. کھانے میں نخرہ نہیں کرتی ہر کھانے کو اللہ کا فضل اور عنایت سمجھ کے کھاتی ہوں.. رنگوں میں شوخ رنگ پسند ہیں خوشبوؤں کی عاشق ہوں. کتابوں میں مگن رہتی ہوں میرا مشغلہ بھی کتابیں پڑھنا ہے.. عمیرا احمد اور ماہا ملک پسندیدہ مصنفہ ہیں.. اور شاعروں میں ناصر کاظمی، پروین شاکر، اور نوشی گیلانی بے حد پسند ہیں. گھومنا پھرنا سیر کرنا بہت اچھا لگتا ہے بھائی جان کی بدولت پاکستان کے خوبصورت ترین مقامات کی سیر کا موقع ملا... سب سے بڑی خواہش اللہ تعالی بارگاہ میں حاضری، حج و عمرہ کرنا شامل ہے... آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی ""ہومیو پیتھک انسان بنیں، اگر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو خدارا کسی کو نقصان بھی نہ پہنچائیں""
۵ اور باقی سرگرمیاں کم ہیں شاعری سے خاصہ شغف نہ صرف رکھتے ہیں بلکہ کرتے بھی ہیں حال ہی میں بطور شاعرہ شاعری بھی ایک میگزین کا حصہ بنی تعارف کے لیئے سطریں محدود ہیں ورنہ ہم آدھے صفحے میں بیان ہونے والی ہستی نہیں (بڑا قہقہ جی ہاں قہقہ بڑا چھوٹا بھی ہوتا ہے) عادتاً مزاجا کیسی ہوں یہ تو احباب بتا سکتے ہیں لیکن سب کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنا اچھا لگتا ہے لیکن تھوڑی موڈی ضرور ہوں اور پسند نہ پسند بھی اسی حساب سے ہے. جتنی سطروں کی حدود بتائی تھی وہ یقیناً تجاوز کر گئی ہے ابھی کے لیئے اتنا ہی کافی ہے باقی پھر کبھی سہی۔۔۔
خدا وطنِ عزیز اور اسکے باسیوں پر اپنا خصوصی کرم فرمائے آمین ثم آمین

☆☆☆

نوید بھٹہ۔۔۔۔۔۔ملتان

السلام علیکم! نام نوید بھٹہ ہے، ملتان کا رہنے والا ہوں اور ٹیکسٹائل مل میں کام کرتا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اپنے ماں باپ اور دوست احباب کی عزت اور قدر کریں

☆☆☆

سنبل بٹ۔۔۔۔۔۔بورے والا

میں بورے والا شہر کی رہنے والی ہوں۔ ماما کی نظر میں میں بہت بھلکڑ ہوں، فطرتاً تھوڑی کام چور ہوں شائد اس کی وجہ سستی ہے جو جان نہیں چھوڑتی ۔ مجھے پھلوں میں سیب، انگور، آلو بخارے اور کیلے بہت پسند ہیں۔ اور کھانے پینے کی شوقین ہوں۔ کرکٹ میرا پسندیدہ کھیل ہے۔ شاعری اور غزلیں پڑھنا اچھا لگتا ہے مگر یاد نہیں رہتی۔ ناولز پڑھنے پسند ہیں۔

☆☆☆

نوٹ: قارئین! آپ بھی اگے بڑھ کر انعامات جیتنا چاہتے ہیں اور اپنا خوبصورت تعارف قلم کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے گروپ و پیج قلم کی روشنی کے زیادہ سے زیادہ پیغامات کو پسند کیجئے اور اپنے خیالات کا اظہار کیجئے شکریہ () ☆☆☆

آیئے ـــــ حسن کو نکھاریئے

انتخاب: رابعہ عمران چودھری
رحیم یار خان

حسن کا جب سامنے آتا ہے تو ہماری نظریں ہمارا دماغ سب کچھ بھلا کر صرف اسی کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ہم خود بھی ایسا نظر آنے کے لیے سوچ بچار میں پڑ جاتے ہیں کہ آخر ایسی کون سی کریمیں اس حسینہ نے استعمال کیں ہیں جو انھیں سب سے منفرد بنا رہی ہیں ہم اپنے حسن کو نکھارنے کے کوشاں ہونے لگتے ہیں اور ہمیں ایسا کرنا بھی چاہیے اس لیے کہ اللہ نے ہر انسان کو حسین پیدا کیا ہے اور اس حسن کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے کہ ہماری ذرا سی غفلت ہمارے حسن کو ماند کرسکتی ہے، اب اکثر مسلہ یہ ہوتا کہ صاحب حیثیت تو مہنگی کریمیں استعمال کر لیتے مگر کچھ لوگ آج مہنگائی کے دور میں یہ بوجھ نہیں اُٹھا سکتے جبکہ حسین نظر آنا سب کا حق ہے دراصل ہم ان گھریلو ٹوٹکوں کو بھول بیٹھے ہیں جو ہمارے چہرے کی حفاظت بھی کرتے تھے اور حسن کو نکھارتے بھی تھے ہم جڑی بوٹیوں اور گھریلو ٹوٹکوں کی طرف بھی آپکی توجہ دلائیں گے اور جدید طرز کے نسخے ٹوٹکے بتائیں گے آپ نے اپنے آپ کو نکھارنا ہے تو ہمارے آزمودہ ٹوٹکوں کو نظر انداز مت کیجئے گا اس لیے ہم ہر ماہ اس میگزین میں اپنے بیوٹی پارلر کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اس صفحے پر آپ کو پارلر کے موضوع پر اہم اہم باتیں اور مشورہ جات سے نوزیں گے اور دیسی ٹوٹکے لیے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اگر آپ کے پاس بھی کوئی آزمودہ ٹوٹکا ہو، یا حسن کو نکھرنے کا دیسی نسخہ ہو تو ہمیں اپنے نام پتے اور رابطہ نمبر کے ساتھ ہمارے فیس بک کے صفحہ قلم کی روشنی یا پھر ہمارے پی او بکس نمبر پر بھیج دیں۔ ان شاء اللہ ہم اسے آپ کے نام سے رسالے کی زینت بھی بنائیں گے اور مزید اپنا تعاون بھی شامل کریں گے۔

لہسن کے فوائد

ویسے تو لہسن پاکستان میں بیشتر کھانوں میں استعمال کیا جاتا ہے مگر کیا آپ اس کے فوائد جانتے ہیں؟ یقیناً بیشتر افراد کو اس جڑی بوٹی نما سبزی کے بیشتر فوائد کے بارے میں علم نہیں جیسے غیر متوقع طبی فوائد، خوبصورتی اور گھر کی مرمت وغیرہ کے لیے اس کا استعمال۔

اگر آپ بھی ان افراد میں سے ایک ہیں تو لہسن کے یہ چند حیران کن فوائد جاننا ہوسکتا ہے کسی موقع پر کام آجائے۔

بالوں کو اگائیں

لہسن آپ کے بالوں کے گرنے کے مسئلے کو ختم کرسکتا ہے جس کی وجہ اس میں شامل ایک جز ایلیسین کی بھرپور مقدار ہے، یہ سلفر کمپاؤنڈ پیاز میں بھی پایا جاتا ہے اور ایک طبی تحقیق کے مطابق بالوں کے گرنے کی روک تھام کے لیے موثر ہے۔ لہسن کو کاٹ لیں اور اس کی پوتھیوں کو سر پر ملیں۔ آپ تیل میں بھی لہسن کو شامل کرکے مساج کے ذریعے یہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

کیل مہاسوں کا خاتمہ

یہ کیل مہاسوں کے لیے ملنے والی ادویات کا مرکزی جز



تو نہیں مگر لہسن ایک قدرتی علاج ضرور ہے جو کیل مہاسوں کو کا تمہ کرسکتا ہے۔ اس میں موجود اینٹی آکسائیڈنٹس بیکٹریا کو ختم کرتے ہیں تو لہسن کی پوتھی کو کیل مہاسے پر رگڑنا موثر ثابت ہوسکتا ہے۔

نزلہ زکام کی روک تھام

نزلہ زکام کی روک تھام اینٹی آکسائیڈنٹس سے بھرپور ہونے کے باعث آپ کی غذا میں لہسن کی شمولیت جسم کے دفاعی نظام کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اگر نزلہ زکام کا شکار ہو جائیں تو دل مضبوط کرکے لہسن کی چائے پی لیں۔ اسے بنانے کے لیے لہسن کو پیس کر پانی مین کچھ منٹ تک ابالیں، اس کے بعد چھان کر پی لیں۔ آپ اس میں تھوڑا سا شہد یا ادرک بھی ذائقے کو بہتر کرنے کے لیے شامل کرسکتے ہیں۔

وزن کو کنٹرول کریں

لہسن جسمانی وزن کو کنٹرول کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق لہسن سے بھرپور غذا سے چربی کے ذخیرے اور وزن میں کمی ہوتی ہے۔ اس کا فائدہ اٹھانے کے لیے لہسن کو روزانہ اپنی غذا کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔

مچھروں کو دور بھگائیں

سائنسدان پر یقین تو نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے مگر ایسا نظر آتا ہے کہ مچھروں کو لہسن پسند نہیں۔ ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ لہسن کے پیسٹ کو اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مل لیتے ہیں انہیں مچھروں کا ڈر نہیں رہتا۔ اس کے لیے آپ لہسن کے تیل، پیٹرولیم جیل اور موم کو ملا کر ایک سلوشن بنالیں جو مچھروں سے تحفظ دینے والا قدرتی نسخہ ثابت ہوگا۔

ہونٹوں پر زخم سے نجات

شدید ٹھنڈ میں ہونٹوں کا پھٹ جانا یا زخم ہوجانا کافی عام ہوتا ہے تو اس کے علاج کے لیے پیسے ہوئے لہسن کو کچھ دیر تک متاثرہ جگہ پر لگائے رکھیں۔ اس میں شامل قدرتی سوجن کش خصوصیات درد اور سوجن کم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ ☆☆☆☆

ان شاءاللہ اگلے شمارے میں آپ کو بیوٹی ٹپس اور گھریلو ٹوٹکے بھی بتائیں جائیں گے اگر آپ کا کوئی بھی مسلہ ہے تو آپ ہمیں خط لکھ کر مشورہ کرسکتے ہیں یا ہمیں ای میل کرسکتے ہیں۔ ()

آپ کے خطوط



السلام علیکم

گروپ و پیج قلم کی روشنی کو دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے دیکھتی ہوں تو دلی خوشی ہوتی ہے۔ گھریلو مصروفیات کی بنا پہ فیس بک کا اتنا استعمال نہیں کر پاتی لیکن جب بھی وقت ملتا ہے چکر لگا لیتی ہوں اور اگر چہ گروپ پیج کی کسی ایکٹیویٹی میں کبھی حصہ نہیں لیا لیکن خبر سب رکھتی ہوں۔ میں آزاد کشمیر کے دور دراز کے ایک گاؤں کی رہائیشی ہوں جہاں خط و کتابت کا نظام تقریباً تعطل کا شکار ہے ایسے میں گروپ و پیج "قلم کی روشنی میں" کے ذریعے اپنی تحاریر کو دنیا سے متعارف کرانے کا ایک بڑا ذریعہ مجھ جیسی کئی بہنوں کو میسر آیا جس کا سہرا رفعت خان کے سر ہے، بہت خوشی ہوتی ہے یہ سب دیکھ کر، اور جب ایک دوست کی زبانی رسالہ "قلم کی روشنی میں" کی اشاعت کی خبر سنی تو دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی کو بیان کرنے کے لیے میرے پاس لفظوں کا خزانہ کم پڑ گیا۔ رفعت خان صاحبہ کی کاوشوں کو سلام، میں نے فوراً کاغذ سنبھالا اور فوراً ایک خط تحریر کیا اس امید کے ساتھ کہ اس پہلے میگزین کے پہلے خطوط میں میرا خط بھی ان خوبصورت صفحات کی زینت بنے گا تو میری امید پوری ہو جائے گی نا۔۔؟ (مریم عثمان آزاد کشمیر)

جواب:

وعلیکم السلام بہت شکریہ مریم عثمان آپ کا خط ملا بہت خوشی ہوئی آپ سب کی محبتیں ہیں جن کی بدولت ہم ایک خوبصورت سفر کی جانب رواں دواں ہیں کوشش کریں گے کہ ہم آپ سب کی امیدوں پہ پورا اتر سکیں۔ دعاؤں میں ہمیشہ اسی طرح یاد رکھیے گا اور خط لکھ کر اپنے خوبصورت خیالات کا اظہار کرتے رہئے گا اللہ سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔ جزاکم اللہ خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پیاری آپی رفعت خان صاحبہ میں جب شروع شروع میں فیس بک کی طرف آئی تو کسی طرح آپ کی دوست لسٹ میں شامل ہو گئی جس طرح عام طور پر لڑکیاں میری لسٹ میں شامل ہو رہی تھیں تو میں بھی آپ کو عام لڑکی سمجھتی رہی لیکن جس دن آپ نے مجھے اپنے صفحہ قلم کی روشنی کے لیے دعوت دی تو میں نے وہ صفحہ اپنی فیس بک میں شامل کر لیا تو جب میں نے اس صفحے کو دیکھا تو میں بہت حیران ہوئی کہ ماشاء اللہ سے آپ تو ادیبہ ہیں اور آپ کی محبتوں سے کتنے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں تو میرا مسئلہ یہ تھا کہ میں کافی عرصہ سے لکھنے والوں کے ساتھ وابستہ ہوں لیکن کبھی قلم اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی ایک دن میں فیس بک کی بھول بھلیوں میں مگن تھی کہ آپ کا اشتہار کشمیر کے حوالے سے پڑھا تو ڈرتے ڈرتے قلم ہاتھ میں تھاما اور کاغذ پر الٹی سیدھی لکیریں کھینچ دیں اور پھر اس کو پھاڑ دیا کہ یہ بے ڈھنگے سے الفاظ مجھے کہیں شرمندہ نہ کر دیں لیکن پھر دوبارہ ہمت کر کے لکھنا شروع کیا اور انہی ٹیڑھے میڑھے الفاظ کو فیس بک پر لکھ کر آپ کو بھیج دیے لیکن الحمد للہ آپ نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ مجھے انعام سے بھی نوازا خدا آپ کی عمر دراز کرے اور اب آپ کا اشاعت کی طرف آنے کا سن کر دل باغ باغ ہو گیا کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گی اور ہماری تحریروں کی نوک پلک سنوار کر ہمیں بہترین مواقع عنائیت فرمائیں گی آپ کی محنتوں اور کوششوں کو دیکھ کر ایک شعر یاد آ گیا جو آپ کی نظر ہے

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

والسلام (حیا عبداللہ۔ کراچی)

وعلیکم السلام ! پیاری مصباح بہت خوشی ہوئی آپ کا پیارا سا خط پڑھ کر بہت ساری محبتوں سے نوازنے کا شکریہ اللہ پاک آپ کو لمبی صحت والی عمر عطا کرے آمین، رہے سلامت آنگن تیرا، شاد رہو آباد رہو۔ آمین۔

☆☆☆

السلام علیکم ! مدیرہ اعلیٰ، ،قلم کی روشنی، ، میں ہر لکھنے والے لکھاری کی فین ہوں میں جاسوسی ناول ،خواتین ،شعاع پاکیزہ کی مستقل قاریہ ہوں اس وقت میری عمر پچاس برس ہونے کو ہے نظر کمزور ہونے کے باوجود اب بھی شوق سے رسائل پڑھتی ہوں میں آپکی بہت بڑی فین ہوں اس لیے آپکی سرگرمیوں پر نظر ضرور رکھتی ہوں اور ہمیشہ دلی خوشی ہوتی ہے جب آپ کا ہر کام سماجی اور پاکستان کی بہتری کے لیے دیکھتی ہوں قلم کی روشنی رسالہ کی اشاعت ۔یقیناً آپکی مثبت سوچ اور پاکستان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے ۔ بہت بے صبری سے رسالہ قلم کی روشنی کا انتظار رہئے گا۔ آپ جیسے محبّ وطن لکھاری پاکستان کا قیمتی اثاثہ ہیں اللہ آپکو سلامت وشاد رکھے اللہ آپکو ڈھیروں کامیابیاں عطا فرمائے آمین ۔شکیلہ بی بی ملتان۔

وعلیکم السلام ! پیاری شکیلہ آپا آپکی محبتوں کے لیے ممنون ہوں آپکا انتظار ختم ہوا اللہ کے فضل سے رسالہ قلم کی روشنی آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ تو ماشاءاللہ پختہ قاریہ ہیں ہمیں آپ کے تبصرہ کا شدت سے انتظار رہے گا کہیں بھی کچھ اصلاح کی ضرورت محسوس ہو برائے مہربانی نشاندہی ضرور کیجئے گا اور اپنی قیمتی آراء سے نوازئیے گا ۔اللہ آپکو صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین اپنا بہت خیال رکھئے گا جزاک اللہ ()

☆☆☆

قلم کی روشنی

ISBN
منظور شدہ نمبر 978-969-9783-20-5

کائنات میں آپ کو مختلف شخصیات مختلف میدانوں میں اپنے اپنے مخصوص شعبہ میں بے مثل کردار ادا کرتی نظر آئیں گی مثلاً اگر کوئی کھلاڑی ہے تو کھیل میں، گلوکار ہے تو گلوکاری میں، سیاستدان ہے تو سیاسی میدان میں اپنے جوہر دکھاتا ہو نظر آئے گا، مگر ایسے لوگ معدودے چند ہی ملیں گے جن کو قدرت نے تمام تر خوبیوں سے مزین کر کے ملک وملت کی نگاہوں کا مرکز بنا دیا ہو ایسے ہی باکمال لوگوں میں ۵ جون کو سرزمین ضلع رحیم یار خان خانپور پہ جنم والی شہرہ آفاق شخصیت محترمہ رفعت خان صاحبہ جو کہ مثالی شخصیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

بیشمار شعبات میں بیک وقت سرگرم عمل ہیں اور اپنے شاندار اور قابلِ فخر کردار کی بدولت انتہائی قلیل عرصہ میں عظمت ورفعت کے قابل تقلید مقام پر فائز ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے لکھنے والی شاعرہ، سبق آموز اور نامور تحاریر کی مصنفہ ایک پُرعزم وبہترین کالم نگار، ہمدرد، غمگسار اور شفیق ورکر ایسی شخصیت کہ جن کے جذبات واحساسات سے وطن کی مٹی کی خوشبو مہکتی ہے۔ تعلیمی ادبی فلاحی رفاہی، صحافتی اور سماجی سرگرمیاں ان کی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔

اپنے مداحوں کا ایک وسیع حلقۂ احباب رکھنے والی یہ عظیم ہستی امن، محبت، رواداری، خلوص اور جذبہ حب الوطنی کی علمبردار بھی ہیں اور اپنی دھرتی کے معصوم، مظلوم اور مستحق طبقے کی پکار بھی۔ یہ کارہائے نمایاں انکے کردار کی عظمت کو مزید دوبالا کر رہے ہیں۔ اجالا ویلفیئر ٹرسٹ کے ذریعے غریب ونادار بچیاں بھرپور استفادہ کر رہی ہیں۔ غریب بچوں کے لئے لائحہ کار "مسکان" کا انعقاد جن سے نونہالوں کے مرجھائے چہرے فرحت وتازگی پاتے ہیں نہ صرف طلبہ کو معلومات واعتماد ملتا ہے بلکہ انعامات کی شکل میں ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔ قومی وملی تہواروں کا انعقاد اپنی مثال آپ بن کر ان کی شخصیت کو مزید روشن کرتا ہے۔ آپ کا اردو زبان سے عشق بھی اپنے عروج پہ ہے موجودہ دور میں اردو کو تنزلی کا شکار ہوتے دیکھ کر آپ نے اس کے فروغ کے لئے بھی قدم اُٹھا لیا ہے جو ایک نہایت قابلِ تحسین عمل ہے، اردو ادب کی اشاعت میں قدم رکھنا اللہ رب العزت مبارک کرے۔۔ آمین رفعت خان جیسے لوگ ملک وملت کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں جن کے کردار کی روشنی سے ظلمت کے گہرے اندھیرے بقانور میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جن کے فکروشعور کی مشعلوں سے پژمردہ انسانیت نئی زندگی پاتی ہے، جنکی قابلِ ستائش زندگی صبح نو کی نوید ہوتی ہے۔ پر مجھے کہنے دیجیے۔۔۔

مت سہل ہمیں جانو ، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

تجزیہ نگار:

عبیداللہ جوئیہ رحیم یار خان

انور سنز پبلشرز
مطبع ساہیوال پرنٹنگ پریس 407، سٹیڈیم روڈ ساہیوال